رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ازدواجی زندگی
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ازدواجی زندگی اور ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکانات شریف کا تعارف، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی بابرکت اور قابلِ تقلید ازدواجی زندگی پر ایک ایمان افروز تحریر جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔
تالیف
مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری
www.besturdubooks.wordpress.com
ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادرآباد، کراچی نمبر ۵۔
فون: 021-34935493

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی

حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ازدواجی زندگی اور ازواج رسول ﷺ کے مکانات شریف کا تعارف، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی بابرکت اور قابل تقلید ازدواجی زندگی پر ایک ایمان افروز تحریر جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

تالیف

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر

مکتبۃ الشیخ، بہادرآباد، کراچی

نام کتاب: .... رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

مؤلف: .... مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر: .... مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

تاریخ اشاعت: .... فروری 2009ء

اسٹاکسٹ

مکتبہ خلیلیہ

دوکان ۱۹، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

دیگر ملنے کے پتے

کتب خانہ اشرفیہ	اُردو بازار کراچی
زم زم پبلشرز	اُردو بازار کراچی
کتب خانہ مظہری	گلشن اقبال کراچی
دارالاشاعت	اُردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ	بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ انعامیہ	اُردو بازار کراچی
مکتبہ عمر فاروق	شاہ فیصل کالونی، کراچی
ادارہ تالیفات اشرفیہ	ملتان
مکتبہ حقانیہ	ملتان
مکتبہ رحمانیہ	لاہور
مکتبہ قاسمیہ	لاہور
مکتبۃ الحرمین	لاہور
المیزان	لاہور

فہرست عنوانات

تیسرا باب

ان ازواج مطہرات کا ذکر جن سے آپ ﷺ نے خلوت نہیں فرمائی

چوتھا باب

ان خواتین کا ذکر جنہیں رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح دیا

﴿پانچواں باب﴾

جن خواتین سے شرعی ممانعت کی وجہ سے نکاح نہیں ہوا

﴿چھٹا باب﴾

ازواج رسول ﷺ کے حجرات شریفہ یعنی مکانات شریف

حجرات شریفہ کا محل وقوع، حجرات شریفہ کا رقبہ

امہات المؤمنین کے حجرات کا تعارف

ساتواں باب

رسول اکرم ﷺ کا گھریلو نظم ونسق

انتساب

میں اپنی ناچیز مساعی کے اس سبک مایہ مگر مفید اخروی نتیجہ کونہایت خلوص وارادت کے ساتھ اس تحریری کاوش کو ایک گہر بار، برگزیدہ اور سراپا اخلاص شخصیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنے حق میں سرمایۂ صد افتخار تصور کرتا ہے، اس سے مراد بندۂ ناچیز وگنہگار کے پیرومرشد، سرمایۂ خاندان نقشبند، غواص بحر حقیقت، شہسوار میدانِ طریقت، مہر شریعت، بدر طریقت، پیشوائے واقفان طریقت،

حضرت **مولانا شمس الرحمٰن العباسی نقشبندی غفوری** دامت برکاتہم وفیوضہم

خلیفۂ اجل عارف باللہ فانی فی اللہ، یگانۂ جہاں ومقتدائے زماں، منبع اسرار، مرقع انوار، مرشد برحق حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب عباسی نقشبندی غفوری نوراللہ مرقدہ کی ذات اقدس ہے۔

جن کی نگاہِ عارفانہ کے طفیل علم دین کی تمام تر مشکلیں راقم کے لئے آسان ہوگئیں اور ساتھ ساتھ ان کے اسم گرامی سے معنون کر کے فخر ومباہات اخروی کا سرمایہ بہم پہنچاتا ہوں۔ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا

کسی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسن انتخاب کی ہے

بندۂ ناچیز وسراپا عیوب
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

فضیلۃ الشیخ، زینت المشائخ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم
جانشین شیخ الحدیث
امام اہل سنت حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ
ناظم مدرسہ مظاہر العلوم جدید سہارنپور (انڈیا)

جناب الحاج حضرت مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری صاحب زیدت عنایاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بندہ اپنے علالت اور مشغولیت کی وجہ سے لمبی تحریر نہیں لکھوا سکا، اللہ تعالیٰ آپ کے تصنیف کے مشغلے میں برکت عطا فرماویں، امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کی ساری کتابیں مفید ہوں جو تصنیف ہو چکی ہیں مثلاً

(۱) خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول
(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی
(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین کو قیمتی نصائح
(۴) دولہا کے لئے قیمتی نصائح
(۵) دولہن کے لئے قیمتی نصائح
(۶) فضیلت دعوت وتبلیغ اور بھی جو دیگر کتب ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے وقت میں اور عمر میں برکت عطا فرماوے اور تصانیف زیادہ وقت لگا کر فائدہ پہنچائے، علت معاشرہ اور معاشرت کے خلاف بھی رسالہ کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی تصنیفات وتالیفات کو نافع بھی فرماوے اور امت میں عام فرماوے۔

فقط والسلام
محمد طلحہ کاندھلوی

۲۵۔ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام علی رسوله خاتم النبيين و رحمة للعالمين و اسوة حسنة للمؤمنين و آله و اهل بيته الطيبين الطاهرين و اصحابه الباهرين الكاملين اما بعد!

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی ذات گرامی جنہیں از روئے قرآن مجید اللہ کریم نے جملہ مسلمانوں عربی وعجمی، کالے وگورے، حاکم ومحکوم، چھوٹے بڑے اور مرد وعورت کے لئے آفتاب ہدایت، سراپا رہنمائی اور ہمہ جہتی کا کامل نمونہ بنا کر بھیجا تھا، کیسے ممکن تھا کہ آپ ﷺ انسانی زندگی کے ایک جبلی وفطری تقاضے اور اہم پہلو ازدواج واہل وعیال کے سلسلے میں لوگوں کے لئے کوئی مثالی نمونہ قائم نہ فرماتے چنانچہ آپ ﷺ نے جبلی وفطری اور جنسی تقاضوں کی تکمیل سے کہیں زیادہ تعلیم امت کی خاطر بھرپور ازدواجی زندگی گزار کر امت کے لئے ایک بے مثال نمونہ چھوڑا کہ کس طرح جنت نظیر پرسکون اور خوشیوں کا گہوارہ بنتا ہے۔

ازدواجی تعلقات گھریلو معاملات اور بال بچوں کے مسائل انسانی زندگی کا بڑا نازک اور خاصا مشکل وصبر آزما شعبہ ہے۔

ہادی عالم ﷺ نے ایک کامل واکمل رسول ﷺ کی حیثیت سے انسان کی اس مشکل کو عملی طور پر آسان کر کے دکھایا اور شبانہ روز ذکر وعبادت، تسبیح وتہلیل، دعا ومناجات، تعلیم وتدریس اور تبلیغ ودعوت کے علاوہ جہادی، سماجی، حکومتی، سیاسی، معاشرتی مصروفیات اور منصب نبوت کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ قابل رشک پرمسرت، پرامن اور محبت بھری زندگی گزارنے کی شاندار ہی نہیں بلکہ لاجواب مثال قائم فرمائی۔

سیرت نبوی ﷺ کا یہ گوشہ جہاں بڑا ایمان افروز روح پرور اور سبق آموز ہے وہاں اس کا یکجا ملنا بھی بہت مشکل ہے، یہ دلچسپ موضوع سیرت کی کتابوں میں اور کہیں

زیادہ حدیث کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے، اس ضرورت کے پیش نظر راقم نے نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے مفسرین، محدثین، مؤرخین اور سیرت نگاروں کے کمال محنت اور احتیاط سے جمع کے گئے احادیث وسنن کے خزینوں سے چند جواہرات اور آبدار موتی حاصل کر کے اور گلشن سیرت سے کچھ معطر وعنبریں پھول چن کر اپنی ناقص فہم کے مطابق ایک ہار پرونے اور گلدستہ بنام **"رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی"** سجانے کی کوشش کی ہے۔

بہرحال بحر سیرت سے جتنے موتی اور گلشن سیرت سے جتنے پھول چن کر میں اپنے تنگ دامن میں سمیٹ سکا ہوں وہ شائقین اور عاشقانِ رسول ﷺ کے سامنے حاضر ہیں، آخر میں مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے، اس لئے بتقاضائے بشریت غلطی کا صدور بعید از امکان نہیں۔ اس لئے قارئین خصوصاً اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اگر ان کی نظر میں خدانخواستہ کوئی غلط یا قابل اصلاح چیز آئے تو اس سے ناچیز مؤلف کو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

و صلی اللہ تعالیٰ و سلم علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و آله و صحبه و ازواجه و بناته و موالیه و خدامه و اهل بیته اجمعین

شفاعت امام الأنبیاء ﷺ کا محتاج

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

﴿پہلا باب﴾

حضور نبی کریم ﷺ کی حکمت بھری شادیاں

محمد رسول ﷺ کی حکمت بھری شادیاں

رسول اللہ ﷺ کی متعدد شادیاں کرنے میں بہت ساری حکمتیں ہیں جن کو ہم درج ذیل سطور میں بیان کریں گے۔

(۱) تعلیمی حکمت (۲) قانون سازی کی حکمت

(۳) اجتماعی حکمت (۴) سیاسی حکمت

ہم ان چار حکمتوں میں سے ہر ایک پر مختصر سی بحث کریں گے اور اس کے بعد امہات المومنین الطاہرات کے بارے میں گفتگو کریں گے اور مستقل طور پر ان میں سے ہر ایک کے ساتھ شادی کی حکمت بھی بیان کریں گے۔ (انشاء اللہ)

(۱)...... تعلیمی حکمت

رسول اللہ ﷺ کا متعدد شادیاں کرنے میں ایک بنیادی مقصد عورتوں کے لئے کچھ معلمات تیار کرنا تھا جو ان کو شرعی احکام کی تعلیم دیتیں اس لئے کہ عورتیں بھی معاشرے کا نصف حصہ ہیں اور جو امور مردوں پر فرض کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر عورتیں بعض شرعی امور سے متعلق نبی ﷺ سے سوال کرتے ہوئے شرماتی تھیں اور خاص طور پر تو ایسے امور سے متعلق جو ان کے ساتھ مخصوص تھے جیسے حیض، نفاس، جنابت اور باہمی تعلق خاص اور ان کے علاوہ بھی کئی ایک احکام ہیں اور بعض اوقات اس قسم کے مسائل کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ سے سوال کرنے کا ارادہ کرتے وقت عورت اپنی حیاء پر غالب آجاتی تھی۔ (یعنی کہ مجبوراً اسے ڈھٹائی بھی اختیار کرنی پڑتی)

آپ ﷺ اخلاقی اعتبار سے کامل الحیاء تھے جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں مروی ہے کہ آپ ﷺ (اشد حیاء من العزراء فی خدرھا) ''آپ ﷺ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیائہ ﷺ)

پس آپ ﷺ عورتوں کی طرف سے پیش ہونے والے سوالات کا جواب

مکمل صراحت سے نہیں دے سکتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات کنایہ میں بیان کر دیتے اور بسا اوقات عورت سمجھ نہیں پاتی تھی کہ آپ کی اس کنایہ سے کیا مراد ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کسی انصاری عورت نے حیض کے غسل سے متعلق نبی ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے بتا دیا کہ وہ کس طرح غسل کرے پھر آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ خوشبو لگا ہوا کوئی ٹکڑا (یعنی کہ روئی کا ٹکڑا جس میں خوشبو لگی ہوئی ہو) لے لو اور پھر اس سے پاکیزگی حاصل کرو۔ عورت کہنے لگی کہ میں اس ٹکڑے سے پاکی کیسے حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اس سے پاکیزگی حاصل کرلو۔ عورت نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس ٹکڑے سے طہارت کیسے حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ اس سے طہارت حاصل کرلو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے کہا کہ اسے فلاں فلاں جگہ پر رکھ لو اور اس سے خون کے نشان صاف کرلو اور اسے صراحت سے بتایا کہ روئی کے ٹکڑے کو کس جگہ پر رکھنا ہے۔

تو آپ ﷺ اس جیسی وضاحت سے شرماتے تھے اور اسی طرح ایسی عورتیں بھی بہت کم ہوتی تھیں جو اپنی حیا اور نفس پر غالب آ کر پیش آنے والے واقعات کے متعلق نبی پاک ﷺ سے واضح طور پر سوال کر سکتی ہوں اس کی مثال ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جو کہ صحیحین (صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب اذا احتلمت المرأة۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب الغسل علی المرأة) میں مروی ہے۔ وہ پیش کرتے ہیں۔ جس میں آپ فرماتی ہیں کہ ام سلیم (ابوطلحہ کی بیوی) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول بے شک اللہ حق (بیان کرنے) سے نہیں شرماتا۔ (آپ ﷺ بتایئے کہ) کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ عورت پانی دیکھے اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اور کہا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر بچہ اپنی ماں کے مشابہہ کیسے ہوتا

ہے؟

یہ کہنے سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ بچہ مرد اور عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے بچہ کبھی کبھار ماں کی شکل وصورت پر پیدا ہوتا ہے۔ جیسا قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعاً بَصِيْراً (الدھر:۲)

بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ ہم اسے آزمائیں پھر ہم نے اسے دیکھنے والا اور سننے والا بنا دیا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امشاج یعنی اخلاط اور مشج اور مشیج ایسی شے کو کہتے ہیں جو آپس میں ملی ہوئی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد مرد اور عورت کا پانی ہے جب وہ آپس میں مل جائیں اور دیگر مشکل سوالات کی مثال بھی ایسی ہے کہ ان کے جوابات دینا بعد میں امہات المومنین کے حوالے ہوتا تھا۔ لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "**نعم النساء نساء الانصار مامنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین**" (صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغسلة من الحیض فرصة من مسک) کہ انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں کہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں انہیں کسی قسم کی حیا مانع نہیں ہوتی تھی۔

انہی انصار میں سے بعض عورتیں ایسی تھیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندھیرے میں آتیں اور بعض دینی امور اور حیض، نفاس اور جنابت اور ان کے علاوہ دیگر مسائل پوچھتیں تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ان کے لئے بہترین معلمات اور مناسب توجیہہ بتانے والی ہوتی تھیں جن کی وجہ سے عورتوں نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کر لی۔

ایسے حالات میں کون ہوتا جو آپ ﷺ کے گھریلو افعال واحوال کو ہمارے واسطے بیان کرتا؟ سوائے ان عورتوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس عزت سے نوازا کہ

وہ امہات المومنین اور رسول کریم ﷺ کی دنیا اور آخرت میں بیویاں بن گئیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے تمام احوال اور گھریلو افعال اور عادات کو نقل کرنے میں بہت بڑا مقام رکھتی ہیں آپ ﷺ کی ان ازواج مطہرات میں کئی ایک معلمات اور محدثات بنیں جنہوں نے آپ ﷺ کی ہدایات کو نقل کیا اور وہ قوت حفظ، فصاحت اور ذکاوت کے لحاظ سے مشہور ہوئیں۔

(۲)......قانون سازی کی حکمت

قانون سازی کی حکمت، یہ بھی آپ ﷺ کی متعدد شادیاں کرنے کی حکمت کا ایک جز ہے اور یہ حکمت انتہائی واضح ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی کثرت سے شادیاں کرنے سے جاہلیت کی مکروہ عادات کا خاتمہ ہو جائے اور اس کی مثال ہم ''منہ بولا بیٹا بنانے کی بدعت'' دے سکتے ہیں۔ کہ جو عرب میں اسلام سے پہلے رائج تھی اور یہ بدعت ان کے ہاں متوارث دین بن چکی تھی ان میں سے کوئی بھی ایک کسی ایسے شخص کو جو اس کا حقیقی بیٹا نہ ہوتا تھا اپنا بیٹا بنا لیتا تھا اور اس کو وہ اپنے بیٹے کے حکم میں شامل کر دیتا تھا اور اسے حقیقی بیٹا سمجھتا تھا اور پھر وراثت، شادی، طلاق، محرمات، مصاہرت (سسرالی رشتہ) اور محرمات نکاح وغیرہ میں اس کا حکم نسبی بیٹوں کا سا ہوتا تھا اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک امور تھے جن پر وہ لوگ کاربند رہتے تھے اور یہ تقلیدی دین تھا جس کی جاہلیت میں اتباع کی جاتی تھی ان میں سے کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بناتا اور اسے کہتا کہ ''انت ابنی ارثک و ترثنی'' (یعنی تو میرا بیٹا ہے میں تیرا وارث ہوں اور تو میرا وارث ہے) اس قسم کے حالات میں اسلام ان کو باطل پر ٹھہرا ہوا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اور نہ ہی ان کا جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے پھرنا پسند کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو الہام فرمایا کہ آپ کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنائیے اور یہ واقعہ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کا ہے۔ آپ ﷺ نے دور اسلام سے قبل عرب کی عادات کے مطابق زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔

منہ بولا بیٹا بنانے میں ایک تعجب خیز قصہ اور عجیب وغریب حکمت ہے۔ جیسا کہ مفسرین اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے اور یہاں پر مناسب موقعہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اور اس طرح نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اور اس دن کے بعد لوگوں نے اسے زید بن محمد ﷺ کہنا شروع کردیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مروی ہے کہ

ان زيد بن حارثه مولى رسول الله ﷺ ما كنا ندعوه الا زيد بن محمد حتى نزل القرآن "ادعو هم لابائهم هو اقسط عندالله" فقال النبى ﷺ انت زيدبن حارثه بن شراحبيل (صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة الاحزاب، باب ادعوهم لابائهم)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ہم اسے زید بن محمد ﷺ ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن نازل ہوا "ان کو ان کے باپوں (کے نام) سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے"۔ جس پر نبی ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو حارثہ بن شراحبیل کا بیٹا زید ہے۔

اور آپ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش الاسدی رضی اللہ عنہا سے کردی تھی۔ اگرچہ یہ کچھ عرصہ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں مگر سرد مہری سے پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ان کے آپس کے تعلقات بگڑنے لگے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سخت باتیں کہنا شروع کیں اور اپنے آپ کو زیادہ معزز سمجھنے لگیں۔ کیونکہ وہ نبی پاک ﷺ کے بیٹا بنانے سے قبل ایک غلام تھے اور یہ حسب ونسب والی تھیں۔

اور ایک خاص حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ زید رضی اللہ عنہ زینب رضی

والا ہے۔

اور یہ شادی اللہ کے حکم سے تھی۔ خواہش اور شہوت کو پورا کرنے کے لئے نہیں تھی۔ جیسا کہ بعض جھوٹی اور لغو باتیں پھیلانے والے اللہ کے دشمن کہتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی یہ شادی پاکیزہ مقصد اور بہت بڑی غرض سے تھی اور وہ تھا جہالت کی عادات کا باطل کرنا اور بے شک اللہ عزوجل نے اس شادی کی غرض کو وضاحت سے بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (الاحزاب:۳۷)

تاکہ ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب وہ ان سے اپنی غرض پوری کرلیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

ان زینب رضی اللہ عنہا کانت تفخر علی ازواج النبی ﷺ تقول زوجکن اھالیکن وزوجنی اللہ من فوق سبع سموٰت

زینب رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دوسری بیویوں پر فخر کرتی تھیں کہ تمہاری شادیاں تمہارے گھر والوں نے کی ہیں اور میری شادی اللہ نے سات آسمانوں پر کی ہے۔

اور اسی طرح یہ شادی قانون شریعت کے لئے تھی اور حکیم وعلیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔ پاک ہے جس کی حکمت کا عقل کے ذریعے احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمادیا ہے:

وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۸۵)

اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اللہ عنہا کو طلاق دے دیں جب ایسا ہوا تو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا حکم دے دیا تاکہ (منہ بولا بیٹا بنانے) رواج باطل کر دیا جائے اور دین کی بنیاد مستحکم کر دی جائے اور رسم جاہلیت کو اس کی بنیادوں سمیت ختم کر دیا جائے۔لیکن نبی پاک ﷺ منافقوں اور فاجر لوگوں کی باتوں سے ہچکچاتے تھے کہ مبادا وہ اس میں زبان درازی کریں اور کہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی پس آپ ﷺ ابھی اس معاملے میں مذبذب تھے کہ رب تعالیٰ کا حکم نازل ہوا:

وَ تَخْشَى النَّاسَ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (الاحزاب:۳۷)

اور آپ لوگوں (کے طعن وتشنیع) سے ڈر رہے ہیں حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں پس جب زید نے ان سے اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے آپ کا اس سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کو اس بات میں حرج نہ ہو کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے شادی کر لیں جب وہ ان سے اپنی غرض پوری کر لیں اور اللہ کا کام ہر حال میں پورا ہو کر رہتا ہے۔

اور اس طرح منہ بولے بیٹے کا حکم ختم ہوا اور جن عادات کی دور جاہلیت میں پیروی کی جاتی تھی وہ باطل ہو گئیں۔حالانکہ وہ ایک ایسا تقلیدی دین بن چکی تھیں کہ جن سے چھٹکارا پانا ممکن نہ تھا چنانچہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۴۰)

محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں۔بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے

(۳) ......اجتماعی حکمت

تیسری حکمت اجتماعی تھی جو کہ آپ ﷺ کے وزیر اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے میں وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کے وزیر ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے اور خود کو قریش کے رشتہ دامادی ونسب میں لانے اور ان کی متعدد عورتوں سے شادی کرنے میں ظاہر ہے۔ اور یہ سب کچھ ان امور میں سے ہے جن کے ذریعے آپ ﷺ کا متعدد قبائل اور خاندانوں کے ساتھ مضبوط ترین رابطہ پیدا ہو گیا اور آپ ﷺ نے ان کے دلوں کو ایسا بنا دیا کہ وہ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور دعوت ایمان اور اسلام کی سربلندی کے لئے آپ کے ساتھ متحد ہو گئے۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور بے شک وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور انہوں نے اپنی جان اور مال اللہ کے دین کی مدد اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے دفاع اور حمایت کے لئے پیش کر دیا تھا اور انہوں نے اسلام کی راہ میں شدید اذیتوں کو برداشت کیا تھا۔

پس نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے دنیا میں اس سے بڑا اور کوئی صلہ نہ پایا کہ آپ نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کی بیٹی کے ساتھ شادی کر لی اور اس طرح ان کے درمیان (سسرالی رشتہ) قائم ہو گیا۔ جس نے ان کی باہم دوستی اور رابطے کو مزید مستحکم کر دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے شادی کی جو ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام پر مزید استحکام صداقت اخلاص اور راہ دین میں جان نثاری کی صورت میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی۔ اور عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جن کے ذریعے اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی اور مینار اسلام کو بلند کیا۔ آپ ﷺ کا ان سے دامادی کے رشتے سے منسلک ہو جانا ان کی راہ

اسلام میں دی جانے والی قربانیوں کا بہترین صلہ تھا اور اس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اپنے وزیر اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین شرف و منزلت اور مصاہرت میں مساوات فرمادی۔

پس آپ ﷺ کا ان دونوں بزرگوں کی بیٹیوں سے شادی کرنا ان کے لئے بہت بڑا شرف تھا۔ بلکہ بہت بڑا صلہ اور احسان تھا۔ اس شرف کے علاوہ کسی اور شرف سے انہیں اپنی زندگی میں عزت دینا ممکن بھی نہ تھا۔ تو پھر اس اعتبار سے آپ ﷺ کی سیاست کس قدر عظیم ہوئی؟ اور اپنے مخلص وفاداروں کے لئے کتنا عظیم صلہ ہوا اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے اس اکرام کو حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹیاں بیاہ کر مساوی کردیا۔

اور یہ ہی وہ چار ہیں جو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی شریعت کو پھیلانے اور آپ ﷺ کی دعوت کو قائم کرنے میں آپ ﷺ کے خلیفہ بھی تھے۔ تو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا حکمت اور کیسی گہری نظر ہوسکتی ہے؟

(۴)......سیاسی حکمت

آپ ﷺ نے بعض عورتوں سے شادی قبائل کو اپنے ساتھ ملانے اور لوگوں کی تالیف قلب کے لئے بھی کی تھی۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہی ہے کہ جب آدمی کسی قبیلے یا خاندان کی عورت سے شادی کرتا ہے تو اس کے اور قبیلے والوں کے درمیان سسرالی نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص اپنی طبیعت کی بدولت انہیں اپنی نصرت و حمایت کے لیے جمع بھی کرلیتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند مثالیں بھی بیان کریں گے تاکہ ہمارے لئے اس کی حکمت مزید واضح ہو جائے۔

پہلی مثال:

قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا ہے۔ جو اپنی قوم اور خاندان کے ساتھ قید ہوئیں تھیں۔ قید ہونے کے بعد

انہوں نے اپنا فدیہ دینا چاہا لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ ﷺ سے کچھ مالی امداد حاصل کریں۔ جس پر آپ ﷺ نے (جویریہ رضی اللہ عنہا) کے سامنے فدیہ معاف کرنے اور ان سے شادی کرنے کی تجویز پیش فرمائی۔ جسے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے قبول فرمالیا اور آپ ﷺ نے ان سے شادی کرلی، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے دیگر رشتہ دار جن مسلمانوں کی قید میں تھے جب انہیں نبی پاک ﷺ کی اس شادی کی خبر ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی ہماری قید میں ہوں؟

لہٰذا انہوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا۔ جب بنو مصطلق نے اس شرافت، بلندی کردار اور مروت کو دیکھا تو تمام کے تمام اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوگئے اور مؤمن بن گئے۔

آپ ﷺ کی یہ شادی خود سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی قوم اور خاندان کے لئے برکت کا باعث بنی۔ کیونکہ یہی (شادی) تو ان کے اسلام لانے اور آزادی کے حصول کا سبب بنی تھی۔ اس اعتبار سے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لئے عظیم البرکت ثابت ہوئیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

اصاب رسول الله ﷺ نساء بنی المصطلق فاخرج الخمس منه ثم قسمه بين الناس فاعطى الفرس سهمين والرجل سهما فوقعت (جويرية بنت الحارث) فى سهم ثابت بن قيس فجاء ت الى الرسول فقالت يارسول الله انا جويرية بنت الحارث سيد قومه وقد اصابنى من الامر ماقد علمت وقد كاتبنى ثابت على تسع اواق فاعنى على فكاكى فقال عليه السلام اوخير من ذلك؟ فقالت ماهو؟ فقال اؤدى عنك كتابتك واتزوجك فقالت نعم

یارسول اللہ فقال رسول اللہ قدفعلت

غزوہ بنی مصطلق کے نتیجے میں مال غنیمت کے طور پر بہت سارے قیدی رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئے ان میں عورتیں بھی تھیں تو آپ ﷺ نے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال لیا پھر باقی ماندہ مال غنیمت کی تقسیم آپ ﷺ نے اس طرح فرمائی کہ گھڑسوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ تو جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوئیں: ''اے اللہ کے رسول میں جویریہ بنت حارث ہوں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور میں جس مصیبت میں مبتلا ہوکر حاضر ہوئی ہوں آپ اس سے واقف ہی ہیں ثابت میری رہائی کے مسئلے میں، ۹ اوقیہ پر مجھ سے مکاتبت کرلی ہے۔ لہٰذا میری آزادی کے مسئلے میں میری مدد فرمائیں۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے جویریہ کیا اس سے بہتر کی بھی تمہیں ضرورت ہے؟'' تو جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''وہ کیا ہوسکتی ہے؟'' جس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ''میں آپ کی طرف سے زرکتابت ادا کرکے آپ سے نکاح کرلیتا ہوں۔'' تو جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے یہ تجویز قبول ہے۔

اور جب یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو انہوں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سسرال قید میں ہوں؟ ان کے ہاں بنی مصطلق کے جتنے بھی قیدی تھے ان سب کو انہوں نے آزاد کردیا اور اس طرح نبی پاک ﷺ کی اس قوم کے سردار کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی وجہ سے (۱۰۰) گھروں تک آزادی کی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

(مختلف الفاظ سے جویریہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ درج ذیل کتب میں بھی بیان ہوا ہے مگر الفاظ کی مناسبت سب سے زیادہ مستدرک حاکم سے ہے۔ (۱) مستدرک حاکم، الجزء الرابع، ص۲۸، (۲)

مسند احمد، الجزء السادس، حدیث نمبر ٢٦٤١٩، ص٣٠٨، (٣) سنن أبی داؤد، کتاب العتق، باب فی بیع المکاتب اذا فسخت المکاتبة، (٤) سیرت النبی ﷺ (شبلی نعمانی) جلد اول، ٥ھ غزوہ مریسیع (ص٢٣٧-٢٣٩)، (٥) سیرت ابن ھشام (حصہ چھارم)، ص٣٣١، طبع اوّل ١٩٦١ء، (٦) زاد المعاد (حصہ دوم، اردو)، ص٢٠٦، ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی، (٧) الرحیق المختوم، (اردو)، ص٥١٥)

دوسری مثال:

اوراسی طرح آپ ﷺ کا صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا تھا جوغزوہ خیبر میں اپنے خاوند کے قتل کے بعد قید ہوگئی تھیں اور ایک مسلمان کے حصے مین آئیں تھیں۔ اہل رائے اور صاحب مشورہ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ کے سردار کی بیٹی ہیں اور یہ نبی پاک ﷺ کے لئے مناسب رہیں گی۔ لہٰذا انہوں نے یہ مسئلہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے سامنے پیش کردیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیدیا۔ (۱) یہ کہ آپ ﷺ انہیں آزاد کردیں اور پھر ان سے شادی کرلیں اور وہ آپ ﷺ کی بیوی بن جائیں۔ (۲) یا پھر انہیں آزاد کردیا جائے اور وہ اپنے خاندان میں واپس چلی جائیں۔ انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ آپ ﷺ انہیں آزاد کردیں اور وہ آپ ﷺ کی بیوی بن جائیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی جلالت وعظمت اور حسن معاملہ کو دیکھا تھا۔ تو نہ صرف یہ کہ وہ خود بھی اسلام لے آئیں بلکہ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے کئی اور لوگ بھی اسلام لے آئے۔

صفیہ رضی اللہ عنہا جب نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہودیوں میں سب سے زیادہ تمہارا باپ میرا دشمن تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کردیا جس پر صفیہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام:١٦٤)

ترجمہ: کوئی جان کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب آپ کو اختیار ہے اگر آپ اسلام قبول کریں گی تو میں آپ کو اپنے لئے روک لوں گا اور اگر آپ یہودیت کو پسند کریں گی تو میں آپ کو آزاد کردوں گا۔ پھر آپ اپنی قوم میں واپس چلی جانا جس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) میں نے اسلام کو پسند کرلیا اور میں نے آپ کی تصدیق تو اس سے قبل ہی کردی تھی۔ جب آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا اور یہودیت میں اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ میرا اس میں باپ اور نہ ہی بھائی ہے اور آپ نے مجھے کفر اور اسلام کا اختیار دیا۔ پس اللہ اور اس کا رسول مجھے آزادی اور اپنی قوم کی طرف لوٹ جانے سے زیادہ محبوب ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے لئے روک لیا۔

اور اسی طرح آپ ﷺ کا سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا ہے اور ابوسفیان اس وقت شرک کا علمبردار اور نبی پاک ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور اس کی بیٹی مکہ میں اسلام لاچکی تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ اپنے دین کے تحفظ کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور وہیں پر ان کے شوہر فوت ہوگئے اور وہ تن تنہا اکیلی رہ گئیں ان کا کوئی مددگار اور غمگسار نہ تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کو ان کی تنہائی اور بے بسی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ (نجاشی) کی طرف پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ ﷺ سے کردیں نجاشی نے جب یہ پیغام ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا تو انہیں اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کیفیت کو رب ہی جانتا ہے اس لئے کہ اگر وہ اپنے والدین اور خاندان کی طرف لوٹ جاتیں تو وہ انہیں مرتد بنانے اور پھر سے کفر کو اختیار کرنے پر مجبور کردیتے یا انہیں سخت ترین سزا دیتے اور نجاشی نے اپنی طرف سے انہیں چار سو دینار اور کچھ عمدہ تحائف بھی دیئے جب وہ مدینہ لوٹ آئیں تو نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کرلی۔

جب ابوسفیان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اس شادی کو برقرار رکھا اور کہا کہ ''**ھو الفحل لایقرع انفه**'' کہ وہ ایسا نر ہے کہ جس کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی اور اس نے

رسول اللہ ﷺ پر فخر کیا اور اپنے ساتھ نبی پاک ﷺ کی رشتہ داری کو برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اسلام کی ہدایت عطا فرمادی۔

اور یہاں سے ابوسفیان کی بیٹی کے ساتھ آپ ﷺ کی شادی کرنے میں ہمارے لئے بہت بڑی حکمت ظاہر ہوتی ہے وہ اس طرح کہ یہ شادی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی تکالیف واذیتوں میں تخفیف کا سبب بنی۔ خاص طور پر نبی اکرم ﷺ اور ابوسفیان کے درمیان نسبت وقرابت ہونے کے باوجود اس وقت بنوامیہ میں سے رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ مخالف ابوسفیان ہی تھا اور آپ ﷺ اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا۔ ان حالات میں آپ ﷺ کا اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا خود اس کے اور اس کی قوم اور خاندان والوں کے دل کو نرم کرنے کا سبب بنی کیونکہ آپ ﷺ نے بھی تو دین اسلام کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن سے ہجرت کرنے کے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے انہیں اپنے لئے پسند فرمالیا تھا۔

بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم وترغیب

رسول اللہ ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم اور بنیادی سبب امت کو بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم وترغیب دینا تھا۔ اسلام سے قبل عرب عہد جاہلیت، دنیا کے مذاہب اور مختلف انسانی معاشروں میں عورتوں کا کیا مرتبہ ومقام تھا؟ وہ انسانی تاریخ کی ایک المیہ داستان ہے، چہ جائیکہ عورت اور وہ بھی بیوہ و بے سہارا۔ اس کے مقام ومرتبے کے متعلق کچھ کہنا اور لکھنا تحصیل حاصل سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ انسانی تاریخ کے اس تاریک ترین دور اور عرب کے اس نیم وحشی معاشرے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے دین کی دعوت اور انسانیت کا درس دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیوہ و بے سہارا خواتین سے شادی کر کے ایک عظیم مثال قائم کی، جو امت کے لئے لائق تقلید ہے۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محسن انسانیت، پیغمبر رحمت حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات میں غالب اکثریت بیوہ و بے سہارا خواتین پر مشتمل تھی، چنانچہ

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ، حضرت سودہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہ، حضرت جویریہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن تمام بیوہ خواتین تھیں۔ ان سے شادیاں کر کے رسول اللہ ﷺ نے عظیم مثال قائم فرمائی۔ جسے کسی بھی سطح پر قابل اعتراض نہیں گردانا جاسکتا۔

مذکورہ بالا حقائق اور اسباب کے جان لینے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شادیوں میں متعدد حکمتیں پنہاں تھیں اور ان کے کئی ناگزیر اور ہمہ گیر اسباب تھے، نہ کہ وہ جو مستشرقین اور ان کے ہمنوا دیگر غیر مسلم حلقے اعتراضات وشبہات کی صورت میں سامنے لاتے ہیں، آپ ﷺ کی ذات اطہر کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔

دوسرا باب
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ازدواجی زندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد القرشیہ الاسدیہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ابتدائی حالات

اصل نام مع عرف ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور لقب طاہرہ ہے۔

والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ، والد کا نام خویلد اور خاندان قریش از اولاد قصی ہے۔

حضور ﷺ سے پہلے دو نکاح ہوئے، (۱) عتیق بن عائد مخزومی جو لاولد دنیا سے رخصت ہوئے، (۲) ابو ہالہ ہند بن نباش جن کی اولاد ہوئی۔

حضور ﷺ سے اتنی عمر میں نکاح ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ۴۵ سال تھی۔

حضور ﷺ کی خدمت میں ۲۵ برس یا ۲۴ برس چھ ماہ رہیں۔

وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی جب کہ حضور ﷺ کی عمر ۵۰ سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۵ سال تھی۔ (تاریخ اسلام، ص ۴۰)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح

حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دو نکاح ہوئے تھے، ان کے پہلے شوہر عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھا، جس سے ایک بیٹا حارثہ پیدا ہوا، اس کے بعد ان کی شادی قبیلہ بنو اسید بن عمیرو کے آدمی ابو ھالہ التیمی سے ہوئی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب ان کی شادی عتیق بن عابد سے ہوئی تو یہ اس وقت کنواری تھیں، پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کا شادی ابو ھالہ مالک بن النباش بن زرارہ سے ہوئی، جو قبیلہ بنی عمر بن تیم کے شخص تھے اور یہ قبیلہ بنی عبدالدار کا حلیف تھا، ابن اسحاق رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ابو ہالہ سے ان کے دو بچے پیدا ہوئے جن میں سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی، پھر جب ابو ہالہ کا بھی انتقال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کی۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو ہالہ کا نام مالک بن نباش بن زرارہ تھا۔
امام قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے البتہ ابو ہالہ کا نام ہند بن زرارہ بن نباش نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابو ہالہ سے جو بیٹا پیدا ہوا تھا اس کا نام ہند بن ہند تھا۔

امام زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ پہلے ان کی شادی ابو ہالہ سے ہوئی اس کے بعد عتیق بن عابد سے ہوئی، علامہ دولابی رحمہ اللہ اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام زہری کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی کو صحیح کہا ہے، اور علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے صرف عتیق بن عابد ہی کو نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ سے قبل فقط انہیں سے شادی ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رسول اکرم ﷺ کا معاہدہ تجارت

حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مالدار اور نہایت شریف تاجر خاتون تھیں، وہ اپنا مال تجارت پیشہ لوگوں کو بطورِ مضاربت دیا کرتی تھیں، اس زمانے میں خاندان قریش کے لوگ بڑے مانے ہوئے تاجر سمجھے جاتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ وشرافت و دیانت کی خبر پہنچی تو بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے نبی ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال لے کر تجارت کے لئے تشریف لے جائیں تو جتنا حصہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا آپ کو دوں گی اور ساتھ میں ایک غلام بھیجنے

کی بھی پیشکش کی جسے میسرہ کہا جاتا تھا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش قبول کر لی اور ان کا مال اور غلام ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہو گئے، شام میں ایک جگہ آپ ﷺ نے قیام کیا وہاں عیسائیوں کا ایک عبادت خانہ تھا جس کے قریب ایک درخت تھا، نبی کریم ﷺ اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے، گرجے میں ایک راہب تھا جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو بڑا متاثر ہوا کہ کس قدر عظیم وجاہت والا شخص ہے، اس نے غلام (میسرہ) سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ آدمی کون ہے؟ جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے، اس نے کہا یہ ایک قریشی نوجوان ہے جو حرم مکہ میں رہتا ہے، اس راہب نے کہا میرا بڑا طویل تجربہ ہے جس درخت کے نیچے تمہارا یہ ساتھی بیٹھا ہوا ہے اس کے نیچے آج تک نبی کے بغیر کوئی نہیں بیٹھ سکا۔ پھر کچھ ہی دنوں میں نبی کریم ﷺ جو سامان وغیرہ ساتھ لائے تھے اسے فروخت کیا اور جو کچھ خریدنا چاہتے تھے وہ خریدا اور پھر مکہ کے لئے واپس روانہ ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر کے وقت شدید گرمی ہوتی تو آسمان سے دو فرشتے آتے اور نبی ﷺ پر سایہ کرتے اور آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھے ہوئے ہوتے۔

جب نبی کریم ﷺ مکہ واپس پہنچے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وہ مال پیش کیا تو اس کا منافع حالات سے بڑھ کر دوگنا یا اس کے قریب تر تھا، پھر جب میسرہ غلام نے ان سے وہ راہب کا قصہ نیز دو فرشتوں کا سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ تمام حالات (مال کا منافع عام حالات سے بڑھ کر اور پھر آپ کی امانت و دیانت) دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔

رسول اکرم ﷺ کو پیغامِ نکاح

پھر (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود بھی نہایت سمجھدار اور مدبرہ خاتون تھیں)

انہوں نے نبی ﷺ کے پاس ایک پیغام بھیجا جس میں آپ فرماتی ہیں کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے آپ اپنی قوم (خاندان) میں نہایت شریف، دیانتدار، باعزت، امین، اور انتہائی کریمانہ اخلاق کے حامل ہیں اور پھر میری آپ سے اتنی رشتہ داری تو پہلے سے ہے کہ آپ خاندان قریش کے نہایت ہی تابندہ چشم و چراغ ہیں اور میں بھی قبیلہ قریش سے ہی ہوں، اگر آپ مجھ سے شادی کر لیں تو میں اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کی ممنوں رہوں گی۔ چونکہ یہ زمانہ نبی کریم ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے کا تھا ہر چند کہ آپ بہت سے اعتبار سے اپنے خاندان میں نمایاں کردار کے حامل تھے لیکن اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی خاندانی لحاظ سے بڑے اعلیٰ حسب نسب کی حامل تھیں اور پھر ساتھ ساتھ مال و متاع کی مالک اس قدر تھیں کہ ہر ایک قریشی کی خواہش تھی کہ ان سے میری شادی ہو جائے۔

ازدواجی زندگی میں بندھن

نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ پیغام پہنچا جو درحقیقت اپنے اندر ہر طرح کی سچائی سمیٹے ہوئے تھا تو آپ ﷺ نے خاندان کے بڑوں سے بات کی اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد کے پاس گئے اور نکاح کا پیغام دیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا اور پھر نبی کریم ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور آپ ﷺ نے حق مہر بھی دیا اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہ کی۔

نبی اکرم ﷺ کی جس قدر اولاد ہوئی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے ہوئی البتہ ایک بڑا بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا۔

ورقہ بن نوفل کی تصدیق

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خویلد کی بیٹی تھیں، ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن

نوفل کے نام سے پہچانے جاتے تھے اور وہ نصرانی تھے، کتب سماویہ پر ان کی بڑی گہری نظر تھی، پھر انہوں نے بھی لوگوں سے نبی کریم ﷺ کے حالات واقعات سن رکھے تھے، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: خدیجہ! دیکھو جو کچھ لوگوں سے میں سن رہا ہوں اگر یہی حقیقت ہے تو بہر صورت یہ آدمی ضرور اس امت کا نبی ہوگا، ورقہ نے مزید یہ بھی کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک زمانے سے امت کے نبی کا انتظار کیا جا رہا ہے (یا اس جیسی کوئی بات ورقہ نے کہی) ورقہ خود ان کا انتظار کرنے لگے اور بہت تاخیر محسوس کرتے اور کہتے کب یہ نبی مبعوث ہوگا؟ کب ہوگا؟ کب ہوگا؟

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سگھڑ پن

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ جوان ہوئے اور آپ کی صداقت و دیانت کی خبر ہر سو پھیلی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو کچھ مال دیا اور ساتھ قریش کا ایک اور آدمی کر دیا اور کہا فلاں بازار چلے جاؤ، آپ ﷺ نے اسی واقعہ کو ایک مرتبہ یاد کرتے ہوئے فرمایا:

> اگر میں نے کوئی اچھی عورت دیکھی تو خدیجہ ہی دیکھی، ہم دونوں (میں اور میرا ساتھی) جب بھی بازار سے واپس آتے تو خدیجہ نے ہمارے لئے کچھ نہ کچھ کھانے کی چیز رکھی ہوتی اور وہ ہمیں پیش کیا کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور مبارک بندھن

مکہ کے سردار اور بڑے بڑے رئیس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے خواہش مند تھے، مگر انہوں نے سب کو انکار کر دیا لیکن نبی کریم ﷺ میں انہیں جو خوبیاں نظر آئیں ان کی وجہ سے ان کا رخ اس طرف ہوگیا اور انہوں نے اپنی سہیلی

نفیسہ بنت منیتہ (نفیسہ، نون کے پیش اور فاء کے زبر کے ساتھ ہے، منیہ ان کی والدہ کی طرف نسبت ہے، بعض کتابوں میں لکھا ہے "بنت امیہ" اور امیہ والد ہیں۔ یہ مشہور جلیل القدر صحابی یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہے) کو اپنے دل کی بات بتادی تو یہ نفیسہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے رشتہ کے بارے میں بات کی اور کہا کہ اے محمد! (ﷺ) آپ کو شادی سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں شادی کے لئے کچھ نہیں۔ تو انہوں نے کہا اگر تمہیں کفایت ہو جائے اور خوبصورتی، مال، شرافت اور کفایت کی طرف دعوت ملے تو کیا حامی نہیں بھرو گے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا خدیجہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے ساتھ کیسے ہوسکتا ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرے ذمہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔

نفیسہ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی مہم میں کامیابی کی خبر لے کر لوٹیں اور انہیں بتایا کہ محمد ﷺ شادی کے لئے تیار ہیں، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی شادی کرادیں تو وہ آگئے اور آنحضرت ﷺ آل عبدالمطلب کو لے کر آئے جن میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ابو طالب تھے اور ان کا استقبال حضرت خدیجہ کے چچا اور چچا زاد بھائی نوفل نے کیا اور ابو طالب نے خطبہ پڑھا اور حیرت انگیز الفاظ کہے، ہم ان میں سے کچھ نقل کرتے ہیں:

> "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے بنایا، اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا اور ہمارے لئے ایک محترم گھر اور محفوظ حرم بنادیا، پھر یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے جس کا شرافت، ذہانت اور فضیلت میں اگر قریش کے کسی آدمی سے موازنہ کیا جائے تو اسی کو ترجیح دی جائے گی،

اور (حضرت) محمد (ﷺ) کی قرابت کو تم جانتے ہو، اور انہیں خدیجہ بنت خویلد میں رغبت ہے اور خدیجہ کو بھی ان میں رغبت ہے اور جو مہر آپ چاہیں میں دینے کو تیار ہوں"۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ضعیف چچا عمرو بن اسد (دیکھئے: کتاب الاشتقاق، ص ۹۲) نے ان کی موافقت کی اور کہا کہ یہ وہ نَر ہے جسے ناک میں زخم نہیں لگایا جاتا۔ (یہ محاورہ ہے جو ایسے معزز شخص کے لے بولا جاتا ہے جو برابری کا ہے، عربوں کے ہاں رواج تھا کہ وہ جب کسی اونٹ کو خراب نسل دیکھتے تو اس کی ناک میں زخم لگا دیتے تا کہ وہ اونٹنی کے پاس نہ جائے اور اگر اچھی نسل کا ہوتا تو اس کو ایسا نہیں کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی مراد یہ تھی کہ ان کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جا سکتا)

تو نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی اور ان کے مہر میں بیس جوان اونٹ دیئے گئے، جنہیں ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا گیا، علامہ بوصیری نے اپنے اشعار میں اس طرف اشارہ کیا ہے:

وراءته خديجة و التقى و الزهـ	د فيـه سجية و الحيـاء
و اتاما ان الغمامة و السرح	اظلتـه منهمـا افيـاء
و احاديث ان وعد رسول الله	بالبعث حان منه الوفاء
فدعته الى الزواج و ما احـ	سن ان يبلغ المنى الاذكياء

"اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے ان میں تقویٰ زہد اور حیاء چمکتی دیکھی۔ اور اس کو سمجھ آیا کہ بادل اور سرح نامی درخت ان دونوں کا سایہ اس پر ہے۔ اور رسول اللہ کے مبعوث ہونے کا جو وعدہ کیا ہے اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ تو انہوں نے زواج کی دعوت دے دی اور کیا ہی اچھا ہوا کہ آرزو میں اچھے لوگ پہنچیں"۔

اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی جو ماں ہونے کی پوری عمر ہے اور محمد ﷺ کی پچیس سال عمر تھی جو عین شباب کا زمانہ تھا اور مبارک زواج میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی محبت کے ساتھ ایک وفا شعار خاتون ثابت ہوئیں

اور یہ دلجوئی، شفقت، توجہ میں کامل تھیں جس طرح بکری اپنے بچے کے لئے۔

نکاح کے حوالے سے ایک اور روایت

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میں اور میرا ساتھی سوق حباشہ سے واپس لوٹے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا چلو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلتے ہیں، وہاں کچھ دیر ٹھہر لیں گے اور بات چیت ہو جائے گی، لہٰذا ہم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے، ابھی ہم بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ قریش کی چھوٹی سی ایک بچی آئی، جب اس نے نبی ﷺ کو دیکھا تو کہا ''اھذا محمد؟'' کیا محمد (ﷺ) یہی ہیں؟ پھر اس نے کہا اس ذات کی قسم! ان کا آنا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام لے کر آئے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہرگز ایسا نہیں میں نکاح کا پیغام نہیں لایا، فرماتے ہیں کہ جب میں اور میرا وہ ساتھی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس سے نکلے تو میں نے سوچا کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو پیغام نکاح دینے میں کیوں پس و پیش کر رہا ہوں؟ اللہ کی قسم! اگر کوئی قریشی خاندان کی عورت تیرا کفو (برابر) ہو سکتی ہے تو وہ یہی عورت ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد دوبارہ میرا اور میرے ساتھی کا خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس جانا ہوا، اب کی بار بھی وہی لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ آج بھی نبی ﷺ پیغام نکاح لے کر آئے ہیں، میں نے شرماتے ہوئے کہا ٹھیک ہے میں اسی کے لئے حاضر ہوا ہوں، یہ سنتے ہی نہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے تاخیر کی اور نہ ان کی بہن نے کوئی تاخیر کی، میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد بن عبد العزی کے پاس چلا گیا، وہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا، اس کی بیٹیوں نے اپنے والد سے کہا یہ تمہارے بھتیجے محمد بن عبد المطلب ہیں (یہاں ان بچیوں نے آپ کی نسبت دادا کی طرف کر دی جب کہ آپ کے والد کا نام عبد اللہ تھا، عبد المطلب آپ

کے دادا تھے، لیکن چونکہ عرف میں ایسا ہوتا تھا اور پھر آپ ﷺ اپنے دادا کی پرورش میں رہے تھے اس لئے بچیوں نے آپ ﷺ کی نسبت عبدالمطلب کی طرف کردی) اور یہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، خویلد نے آپ کو بلا کر پوچھا کیا تم واقعی خدیجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہو، تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دے دیا اور اس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح کرادیا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو خلوق وغیرہ کی خوشبو لگائی (یہ ایک خاص قسم کا رنگ ہوتا ہے جو عرب لوگ خوشی کے مواقع پر استعمال کرتے تھے) اور اچھا سا لباس پہنایا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات ہوئی، چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد نے جو نکاح کرایا تھا اس وقت وہ نشہ کی حالت میں تھے، اس لئے جب شراب کا نشہ ختم ہوا تو اپنے لباس پر خوشبو کا اثر دیکھ کر پوچھا یہ خوشبو کس نے لگائی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا کی بہن نے خویلد کو بتایا کہ یہ جو کپڑوں کا جوڑا ہے آپ کو محمد بن عبدالمطلب نے پہنایا ہے کہ آپ نے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے ان کی شادی کردی ہے اور اب ان کی رخصتی ہو چکی ہے، خویلد نے یہ سب سن کر انکار کردیا اور کہا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا پھر جب معاملہ ان کی سمجھ میں آ گیا تو وہ خاموش ہو گیا اور تسلیم کرلیا اور پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں اور انہی سے آپ کی اولاد بھی ہوئی۔

ایک اور روایت

اسی مفہوم کی ایک اور روایت ہے جسے علامہ دولابی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا تذکرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے آیا تو انہوں نے تقریب کا انعقاد کیا اور اس میں اپنے والد اور خاندانِ قریش کے بھی کچھ رؤسا کو مدعو کیا اور خوب خاطر تواضع کی، جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ مجھ

سے نکاح کی رغبت رکھتے ہیں، تو ان کے والد نے آپ ﷺ سے نکاح کر دیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو اچھی خوشبو لگائی اور عمدہ لباس پہنایا اس لئے کہ عرب لوگ جب اپنی بیٹیوں کا نکاح کرتے تو ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

سیدہ کا حق مہر

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سید عالم ﷺ نے نکاح کیا تو ان کا مہر بیس جوان اونٹ قرار پایا، جنہیں ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا گیا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے:

کانت خدیجة امرأة حازمة، شریفة لبیبة، مع ما اراد اللہ بها من کرامته فلما اخبرها میسرة بما اخبرها به بعث الی رسول اللہ ﷺ فقالت له فیما یزعمون یاابن عم انی قد رغب فیک لقرابتک، و سلطنتک فی قومک، و امانتک و حسن خلقک، و صدق حدیثک، ثم عرضت علیه نفسها، و کانت خدیجة یومئذ اوسط نساء قریش نساء، و اعظمهن شرفاً، و اکثرهن مالاً کل قومها کان حریصاً علی ذلک منها لو یقدر علیه (سیرت ابن هشام، ج۱ ص ۲۰۰۔ السمط الثمین، ص۱۳۔ شرح زرقانی، طبع جدید، ج٤ ص ٣٧٤ (ترجمه سیرت ابن هشام اردو، ج۱ ص۱۲۱)

چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک نہایت ذی عقل، شریف اور شرافت پسند، پاک نفس اور پاک عورت تھیں، اس لئے ان واقعات کو سن کر اس بات کی متمنی ہوئیں کہ حضور اکرم ﷺ ان کو اپنی زوجیت میں قبول کریں اور انہوں نے اس پیرایہ میں

حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اے میرے چچازاد! چونکہ آپ مجھ سے قرابت قوی رکھتے ہیں اور امانت وصدق اور اخلاق حسنہ کے ساتھ موصوف ہیں لہٰذا مجھ کو آپ کے ساتھ رغبت ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کی سب عورتوں میں شریف اور بزرگ اور ساری قوم سے زیادہ مالدار تھیں اور ہر ایک شخص ان سے شادی کرنے پر حریص تھا۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بے حد سمجھدار صاحب ثروت سلیقہ شعار اور شریف خاتون تھیں، اللہ جل مجدہ نے وافر مال و دولت سے نوازا تھا، شرف وعظمت کے لحاظ سے ایک خاص مقام کی حامل تھیں، لہٰذا ہر شخص ان سے نکاح کا خواہشمند تھا اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، لیکن مقدر کا ستارہ کسی اور سے مل چکا تھا اور سیدہ رحمت عالم ﷺ پر دل فدا کر چکی تھیں، چنانچہ نفیسہ بن منیہ کی معرفت آپ ﷺ کی خدمت میں پیغام نکاح بھجوایا اور آپ ﷺ کے راضی ہونے پر نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ (طبقات ابن سعد، ج۱ ص۶۲)

اور آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابو طالب نے بھی اسے پسند کیا، نکاح کے لئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ابو طالب اور دیگر معززین خاندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے، ابو طالب جو عمر میں بزرگ تر تھے خطبہ نکاح پڑھا اور ۵۰۰ درہم مہر مقرر ہوا، اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد انتقال کر چکے تھے، اس لئے ان کا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے کرایا۔

(سیرت ابن ھشام، ج۱ ص ۲۰۰)

بعض روایات میں ہے کہ یہ رشتہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والد خویلد نے کیا تھا جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے لیکن مبرد اور دوسرے مؤرخین فرماتے ہیں کہ سیدہ کے والد تو جنگ فجار میں یا اس سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے، اس لئے نکاح کے وقت آپ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مبرد وغیرہ کا قول ہی درست اور صحیح ہے اور یہی سیدنا جبیر بن مطعم، سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک روایت میں منقول ہے، آپ کے چچا ابوطالب نے جو خطبہ نکاح پڑھا تھا اس کے آخری الفاظ یہ تھے:

اما بعد! فان محمد ممن لا یوازن به فتی من قریش الا رجح به شرفاً و نبلاً و فضلا و عقلاً، و ان کان فی المال قل فانما المال ظل زائل، و عارية مسترجعة، و له فی خديجة بنت خويلد رغبة و لها فيه مثل ذالک (الروض الانف، ج۱ ص۱۲۲۔ شرح زرقانی طبع جدید، ج۱ ص۳۷٦)

اما بعد! محمد (ﷺ) وہ ہیں کہ قریش کا کوئی نوجوان بھی شرف ورفعت اور عقل وفضیات میں آپ کے ساتھ تولا جائے تو آپ (ﷺ) ہی بھاری رہیں گے، اگرچہ آپ مال کے لحاظ سے کم ہیں لیکن مال تو ایک زائل ہونے والا سایہ ہے، اور ایک مستعار چیز ہے جو واپس کی جانے والی ہے، یہ خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ نکاح کی طرف مائل ہیں اور اسی طرح خدیجہ بھی آپ سے نکاح کی رغبت رکھتی ہے۔

ابوطالب نے خطبہ نکاح کی ابتداء میں فرمایا: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت، سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل، معد کی اصل اور مضر کے عنصر سے پیدا فرمایا اور ہمارے لئے ایسا گھر مقرر کیا جس کا قصد کر کے لوگ دور دراز سے آتے ہیں اور اس کی چار دیواری کو امن والا بنایا اور ہم کو اپنے گھر کا امین اور محافظ مقرر کیا، پھر ہمیں اور لوگوں پر حاکم بنایا۔

(السمط الثمین، ص۱۰۔ زرقانی، ج۱ ص۳۷۲)

جناب ابوطالب کے خطبہ نکاح کے ختم ہوتے ہی سیدہ خدیجہ کے چچازاد بھائی

ورقہ بن نوفل اٹھے اور بحیثیت ولی یوں گویا ہوئے: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں ایسا ہی بنایا جیسا کہ آپ (ابو طالب) نے فرمایا اور ہمیں ایسی ہی فضیلتیں عطا فرمائیں جیسی کہ آپ نے شمار کیں۔ ہم عرب کے سردار اور راہنما ہیں اور آپ سب بھی، کوئی قبیلہ اور کوئی شخص آپ ﷺ کے فضائل اور فخر و شرف کا انکار نہیں کرسکتا اور ہمیں آپ (ﷺ) کی شرافت اور نجابت اور قومیت سے تعلق پیدا کرنے کی رغبت ہوئی ہے، پس اے قبائل قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ (ﷺ) سے کردیا ہے۔

جب ورقہ بن نوفل خاموش ہوئے تو جناب ابو طالب کہنے لگے کہ بہتر ہوگا کہ عمرو بن اسد (سیدہ کے حقیقی چچا) بھی اس کی توثیق کریں، اس پر عمرو بن اسد کھڑے ہوئے اور کہا: اے قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ (ﷺ) کے نکاح میں دے دیا ہے۔

ایجاب وقبول اور نکاح سے فارغ ہوکر سرداران قریش نے ابو طالب اور دیگر عمائدین بنو ہاشم کو مبارکباد دی اور اس طرح سلسلہ نکاح اختتام پذیر ہوا۔

(زرقانی شرح مواهب، ج۲ ص۳۷۷)

بوقت نکاح سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر

محدثین، مؤرخین اور ائمہ انساب نے نکاح کے وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک کے متعلق متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں: پچیس سال، ستائیس سال، تیس سال، پینتیس سال، چالیس سال، اور پیتالیس سال۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے مختلف علماء انساب کا قول نقل کیا ہے کہ چالیس سال والی روایت صحیح ہے۔

(زرقانی فی شرح مواهب، ج۲ ص۳۷۷)

اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ۲۵ سال والی روایت کو اصح قرار دیا ہے۔

(زرقانی، ج۲ ص۳۷٤)

امام ابن سعد رحمہ اللہ المتوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

و تزوجها رسول الله ﷺ و هو ابن خمس و عشرين سنة، و خديجة يؤمئذ بنت اربعين سنة (البدايه و النهايه، ج۲ ص۲۹٤)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ المتوفی ۴۶۳ھ رقمطراز ہیں:

و كانت اذ تزوجها رسول الله ﷺ بنت اربعين سنة، فاقامت معه ﷺ اربعاً وعشرين سنة، و توفيت و هي بنت اربع و ستين سنة و ستة الشهر (طبقات ابن سعد، ج۲ ص۲۹٥)

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ المتوفی ۶۳۰ھ فرماتے ہیں:

و كان عمرها حينئذ اربعين سنة و اقامت معه اربعاً و عشرين سنة (الاستيعاب، ج٤ ص۲۸۰)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

و كان عمرها اذا ذاك خمساً و ثلاثين، و قيل خمساً و عشرين سنة (اسد الغابه، ج٥ ص٤۳٥)

و عن حكيم ابن حزام: قال كان عمر رسول الله ﷺ يوم تزوج خديجة خمساً و عشرين، وعمرها اربعون سنة، و عن ابن عباس كان عمرها ثمانياً و عشرين سنة (البدايه و النهايه، ج۲ ص۲۹٥)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

و تزوجها سنة خمس و عشرين، و عمرها اربعون سنة، و عن ابن عباس كان عمرها ثمانياً و عشرين سنة

و تزوجها سنة خمس و عشرين من مونده فی قول الجمهور، و ماتت علی الصحیح بعد المبعث بعشر سنین فی شهر رمضان فاقامت معه خمساً و عشرین سنة علی الصحیح (فتح الباری، ج۷ ص ۱۳٤)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ المتوفی ۹۲۳ھ مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں:

و کان لها حین تزوجها بالنبی ﷺ من العمر اربعون سنة (زرقانی، ج۲ ص ۳۷٤ جدید)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس سال تھی۔

اس کی شرح میں علامہ زرقانی رحمہ اللہ المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

من العمر اربعین سنة، رواه ابن سعد، و اقتصر علیه الیعمری و قدّمه مغلطائی و البرهان، قال فی الغرر وهو الصحیح (زرقانی شرح مواهب جدید، ج۲ ص ۲۷٤)

عمر مبارک چالیس سال تھی، اسے امام ابن سعد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اور اسی پر یعمری نے اعتماد کیا ہے، مغلطائی اور برہان نے اسے قبول کیا، غرر میں کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے۔

مغلطائی نے سیدہ کی عمر ۴۵ سال، ۳۰ سال اور ۲۸ سال روایت کی ہے۔

(زرقانی، ایضاً)

ابن ہشام رحمہ اللہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک سیدہ خدیجہ رضی اللہ سے نکاح کے وقت ۲۵ سال تھی، اکثر اہل علم جن میں ابوعمر والمدنی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں نے ۲۵ سال ہی بیان کی ہے، اور آپ ﷺ کا نکاح قریش کے تعمیر بیت اللہ شریف کے وقت ہوا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح نقل فرمایا ہے کہ

سیدہ سے نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی، اور سیدہ خدیجہ کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی اور کہا گیا ہے کہ ۲۵ سال تھی۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سیدہ کے انتقال کے وقت جس عمر کو صحیح تر قرار دیتے ہیں وہ ۶۵ سال ہی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

و بلغت خديجة خمساً و ستين سنة و يقال خمسين و هو اصح (البدايه و النهايه، ج۲ ص۲۹٤)

اور سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۵ سال ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر ۵۰ سال ہوئی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تحائف

علامہ ابن السری رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس وقتاً فوقتاً کچھ ہدایا وغیرہ بھیجا کرتی تھیں تا کہ نبی ﷺ وہ ہدایا اپنی طرف سے ان کے والد کی خدمت میں پیش کریں جس کی وجہ سے خویلد کے دل میں محبت پیدا ہو جائے اور وہ نبی ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ نبوت سے پہلے نبی ﷺ نے صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے نکاح کیا تھا اور جب تک ان کا انتقال نہ ہوا آپ نے دوسری شادی نہ کی، جب آپ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو ان کی عمر چالیس سال تھی اور چوبیس سال آپ ﷺ کے ساتھ رہیں، جب وفات ہوئی تو عمر اکسٹھ سال تھی اور ایک قول پینسٹھ سال کا بھی ہے، اسی طرف اکثریت کا رجحان ہے، آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے ایک صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ

منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا جب آپ ﷺ نے انہیں رخصتی کرا کے اپنے گھر لے جانا چاہا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! کہاں جارہے ہیں آپ پہلے ایک دو اونٹ وغیرہ ذبح کریں اور لوگوں کو کھانا کھلائیں چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا، یہ پہلا ولیمہ تھا جو نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے موقع پر کیا۔

خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا، کثیرالاولاد محبت کرنے والی خاتون

یہ شادی بڑی ہی مبارک اور نیک بخت تھی اور محمد ﷺ بہترین شوہر اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بہترین وفا شعار بیوی تھیں، یہ دونوں بڑے خوش وخرم رہے اور ان میں مثالی محبت قائم ہوئی، قائم رہنے کے عوامل بھی طویل تھے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایثار، کرم اور نیکی میں حیرت انگیز مثال قائم کی اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے شوہر زید بن حارثہ کو پسند کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا غلام انہیں ہبہ کر دیا اور اس سے ایک منزلت آپ ﷺ کے دل میں اور بڑھ گئی۔

اور جب آنحضرت ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مشفق ماں، مہربان دل اور نیک معاملہ گر کو پایا اور اللہ تعالیٰ نے اس مبارک شادی کو اولاد کے ذریعے کمال عطا فرما دیا اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی، پھر زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں اور یہ قبل از نبوت پیدا ہوئے اور اسلام میں عبداللہ کی ولادت ہوئی جنہیں طیب اور طاہر کا نام دیا گیا اور ہر بچے کے مابین ایک سال کا فرق تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کے لئے دودھ پلانے والی دایا تلاش کر کے بچے

کی پیدائش سے پہلے ہی تیار کر کے رکھتیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ قاسم، عبداللہ، زینب، رقیہ (دلائل النبوة، بیهقی، ج ۲ ص ۷۰)، فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم وعنہن اجمعین اور ایک بیٹے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے سب صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پا گئے البتہ لڑکیوں نے دور اسلام کو پایا اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما یک بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ (تهذيب الاسماء و اللغات، ج ۱ ص ۲٦۔ تاريخ اسلام ذهبی، ج ۱ ص ٦٦۔ الفصول لابن كثير، ص ۲٤۲)

اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب صاحبزادیاں آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کی دلجوئی کرنا

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے وحی کا آغاز رؤیائے صالحہ سے ہوا چنانچہ آپ ﷺ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو بالکل واضح و شفاف ہوتا کسی وضاحت کی ضرورت نہ ہوتی پھر آپ ﷺ کو خلوت نشینی اچھی لگنے لگی، آپ ﷺ غارِ حرا (جسے موجودہ زمانہ میں جبل النور کہا جاتا ہے) تشریف لے جاتے اور وہاں کئی دن تک عبادت کیا کرتے اور گھر واپس نہ لوٹتے حتی کہ توشہ ختم ہو جاتا پھر آپ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ توشہ وغیرہ لے کر غار حراء

تشریف لے جاتے یہاں تک کہ ایک دن آپ ﷺ غار حراء میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس وحی لے کر تشریف لائے اور آپ ﷺ سے فرمایا ''اقرا''، یعنی پڑھیے، آپ ﷺ نے فرمایا میں نہیں پڑھ سکتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے مجھے اس قدر زور سے بھینچا کہ میری طاقت اپنے منتہاء کو پہنچ گئی یعنی میری طاقت جواب دینے لگی، جبریل امین نے پھر مجھے چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ، میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا، جبریل امین نے مجھے تیسری دفعہ بھینچا اور اس قدر شدت سے کہ مجھے لگا کہ اب میری جان نکل جائے گی، پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا: ''اقرأ باسم ربک الذی خلق'' (یہاں تک کہ ''ما لم یعلم'' تک) پڑھ کر سنایا۔

جب نبی کریم ﷺ یہ آیات سن کر گھر تشریف لائے تو آپ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، جب آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو فرمایا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، حتی کہ جب آپ ﷺ کا خوف کم ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے کیا ہوگیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے انہیں سارا قصہ سنایا اور فرمایا کہ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا تھا، جب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ کے لئے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ کو رسوا نہیں کریں گے، آپ رشتہ داری قائم رکھتے ہیں آپ صادق ہے، آپ ضعیفوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ اپنے مال سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق بجانب امور میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں، پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر ورقہ ابن نوفل کے پاس آئیں، یہ ان کے چچا زاد تھے جو جاہلیت میں نصرانی تھے اور یہ عربی زبان میں لکھا کرتے تھے اور انجیل کا ترجمہ عربی زبان میں کیا کرتے تھے اور اس وقت یہ بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا: اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو، ورقہ نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا بھتیجے کیا دیکھا تم نے؟ آپ ﷺ نے اسے سب کچھ بتا دیا، جب ورقہ نے سب سن لیا تو کہا یہ وہی راز داں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا، پھر ورقہ نے کہا کاش میں ایام دعوت میں جوان اور قوی ہوتا تو میں آپ کی پوری حمایت اور مدد کرتا، پھر کہا کہ اگرچہ میں نوجوان نہ ہوتا تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ میں اس زمانہ میں ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ ورقہ کا یہ جواب سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں (یہ سنت انبیاء ہے) آپ جو بات لے کر آئے ہیں اس جیسی بات جب بھی کوئی نبی لایا ہے اس کے ساتھ عداوت کی گئی ہے اور عداوت کا انجام دور تک پہنچتا ہے، آدمی کو اپنا وطن تک چھوڑنا پڑتا ہے، اگر تمہارا وہ دن مجھ کو مل گیا تو میں تمہاری زبردست مدد کروں گا، پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ورقہ کا انتقال ہوگیا اور وحی بھی کچھ عرصہ کے لئے موقوف ہوگئی۔ (کشف الباری)

وحی موقوف ہو جانے کی وجہ سے آپ ﷺ پر بڑا غم لاحق ہوا، آپ ﷺ بارہا گھر سے نکلے کہ کسی پہاڑ کی بلندی سے اپنے آپ کو گرا ڈالیں، آپ جب بھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے جاتے تو جبریل امین آپ ﷺ کے سامنے آجاتے اور فرماتے اے محمد! (ﷺ) آپ اللہ کے رسول ہیں آپ برحق ہیں، اس سے آپ کو اطمینان و قرار آجاتا، پھر جب کافی طوالت ہوگئی تو آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو جبریل امین پھر حاضر ہوئے اور آپ کو تسلی دی (جس سے آپ ﷺ کو اطمینان ہو گیا)۔ (بخاری، ج ۱ ص ۳۔ مسلم، ج ۱ ص ۳۷۹)

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال ایک ماہ غار حراء میں گزارا کرتے اور وہاں عبادت کیا کرتے تھے اور خاندان قریش کے لوگ بھی زمانہ جاہلیت میں وہاں جایا کرتے تھے، جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ غار حراء میں تشریف فرما تھے اور یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔

فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غار حراء میں وقت گزارتے تو اس اثناء میں اگر کوئی مسکین آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ اسے کھانا وغیرہ کھلاتے تھے،

جب آپ ﷺ غار حراء سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے کعبۃ اللہ جاتے اور سات چکر لگا کر طواف مکمل کرتے اور پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے، پھر جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو عہدہ نبوت سے سرفراز فرمایا یہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں آپ ﷺ مجاورت کے لئے غار حراء تشریف لے گئے تھے اور آپ کے اہل وعیال بھی ساتھ تھے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام اچانک آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں غار حرا میں سو رہا تھا کہ جبریل امین تشریف لائے اور ریشم کے کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک کتاب ان کے ہاتھ میں تھی، مجھ سے فرمایا ''اقراء''یعنی پڑھو! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے مجھے اس قدر سختی سے بھینچا کہ مجھے ایسا لگا جیسے میں مر جاؤں گا، پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا: پڑھ! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ میں جب بھی یہ کہتا تو جبریل مجھے سینے سے لگا کر بھینچتے، پھر جبریل امین نے فرمایا:

اَقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ○

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے معزز ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔ اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ان آیات کو پڑھا یہاں تک کہ آیات ختم ہو گئیں، اور جبریل امین واپس لوٹ گئے اور میں نیند سے بیدار ہو گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کتاب میرے دل میں لکھ دی گئی ہو۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں غار سے نکلا اور چلنا شروع کر دیا،

ابھی پہاڑ کے وسط میں تھا کہ آسمان سے میں نے ایک ندا سنی کہ اے محمد! (ﷺ) تم رسول ہو، اور میں جبریل ہوں، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں یہ غیبی آواز سن کر حیران کھڑا رہا نہ آگے ہو سکا اور نہ پیچھے ہٹ سکا، اور آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھا تو یہی آواز سنائی دی پھر میں جس طرف بھی دیکھتا مجھے یہی سنائی دیتا، میں اسی حالت میں حیران و پریشان کھڑا رہا اور گھر جانا بھی بھول گیا چنانچہ میرے گھر والوں نے میری تلاش میں آدمی بھیجا وہ مکہ میں تلاش کر کے چلا گیا مگر میں اسے نہ مل سکا اور ملتا بھی کیسے میں تو اسی پہاڑ کے وسط میں کھڑا تھا، پھر میں کافی دیر سے گھر پہنچا اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی رانوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھ سے پوچھا: ابوالقاسم! آپ کہاں تھے، میں نے خادم کو بھیجا وہ مکہ تک ہو کر آیا مگر آپ کہیں نہیں ملے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا حال سنایا تو خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے آپ کو بشارت ہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی کا آغاز ہوا تو آپ ﷺ کو خواب میں کچھ اشارے ملنے لگے، جو آپ ﷺ پر انتہائی شاق گزرے، آپ ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا، آپ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور فرمایا پریشان مت ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بہتری کا معاملہ فرمائیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میرا پیٹ چاک کر کے اندر سے سب کچھ نکال کر دھویا گیا اور پاک کیا گیا اور پھر اسی طرح رکھ دیا گیا جیسے پہلے تھا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بھی بھلائی کی بات ہے مبارک ہو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کا جنت میں گھر کی خوشخبری دینا

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دیجئے جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں ہر طرح کی آسائشیں موجود ہوں گی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک ہوا، اور حضور ﷺ نے مجھ سے اس وقت تک شادی نہ کی جب تک خدیجہ بقید حیات تھیں، رشک کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے انہیں جنت میں ایسے گھر کی بشارت دی تھی جو موتیوں کا بنا ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کوئی مشقت اور شور وشغب نہ ہوگا۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس قدر کثرت سے فرماتے کہ مجھے ان پر غیرت آنے لگی کہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے تین سال بعد مجھ سے شادی کی، اور اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں ہر طرح کا سکون واطمینان ہوگا۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کو جنت میں ایسے محل کی بشارت دوں جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں نہ کوئی شور وشغب ہوگا اور نہ کوئی مشقت ہوگی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جنت میں مقام

علامہ ابن سری رحمہ اللہ نے یونس بن ابی اسحاق رحمہ اللہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یارسول اللہ! (ﷺ) میری زندگی مجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی حتی کہ آپ میری والدہ کے متعلق جبریل امین سے دریافت فرمائیں کہ ان کا مقام کہاں ہے؟ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جبریل امین سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ خدیجہ جنت میں سارہ ومریم رضی اللہ عنہما کے درمیان ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بکثرت تعریف کرنا

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرماتے تو بہت ہی ان کی تعریف فرماتے، ایک دن مجھے غیرت آگئی اور میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کیوں اس لال باچھوں والی عورت کا تذکرہ بکثرت فرماتے ہیں جب کہ اللہ رب العزت نے آپ کو اس سے بہتر بیوی عنایت فرمادی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بیوی عطا نہیں فرمائی، خدیجہ کی شان تو یہ تھی کہ جب سب لوگوں نے مجھ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تو خدیجہ مجھ پر ایمان لائی اور جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو خدیجہ نے میری تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو خدیجہ نے اپنے مال سے میری مدد کی، اور جب ساری عورتوں کی اولاد نے مجھے محروم کیا تو اللہ نے خدیجہ کے ذریعے مجھے اولاد عطا کی۔ (رواہ احمد فی مسند)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری یہ بات سن کر شدید غضبناک ہوئے چنانچہ میں نے دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ آج کے بعد کبھی بھی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر برے انداز میں نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بکثرت یاد فرماتے تھے، میں نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ قریش کی اس لال باچھوں والی بوڑھی عورت کو کیوں اتنا یاد کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے اچھی بیوی عنایت فرما دی ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایسا رنگ نزول وحی کے وقت آپ کے چہرے کا ہوا کرتا تھا، جسے دیکھ کر گمان کیا جا سکتا تھا کہ یہ رحمت کی وجہ سے ہے یا عذاب کے خوف کی وجہ سے ہے۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے کرتے نہ تھکتے تھے، ایک دن آپ ﷺ نے اسی انداز میں دوبارہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو مجھے کچھ غیرت آگئی اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس بڑھیا سے بڑھ کر اچھی عورت آپ کے نکاح میں دے دی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر حضور ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ مجھے خود اپنی ذات پر ندامت ہونے لگی اور میں نے دل ہی دل میں یہ دعا کی اے اللہ! اگر آج تیرے رسول کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو میں تاحیات کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ برے انداز سے نہ چھیڑونگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ ﷺ نے میری ندامت کو دیکھا تو فرمایا عائشہ تم نے کس طرح یہ بات کہی ہے؟ تمہیں معلوم ہے جب سارے لوگ مجھ پر ایمان لانے سے منکر ہو گئے تو خدیجہ مجھ پر ایمان لائی، اور جب سارے لوگ مجھے چھوڑ گئے تو خدیجہ نے مجھے ٹھکانہ دے کر قریب کیا اور جب تمام لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہ نے میری تصدیق کی اور جب تم لوگوں نے مجھے اولاد سے محروم کیا تو خدیجہ نے مجھے اولاد سے مالا مال کیا، حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ مجھ سے ایک ماہ تک قریب نہ ہوئے۔

آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں سے حسنِ سلوک

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی اور آپ انہی کا تذکرہ بکثرت فرماتے تھے اور اگر کبھی کوئی بکری وغیرہ ذبح کرواتے تو اس کا گوشت آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی بھیجا کرتے تھے، یہ دیکھ کر آپ ﷺ سے میں کہا کرتی ایسا معلوم ہوتا ہے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے، آپ ﷺ فرمایا کرتے ''انها كانت و كانت ''یعنی وہ تو تھی اور تھی۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ جب کوئی بکری ذبح کی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ یہ گوشت کا تھوڑا سا حصہ خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دو، فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے آپ ﷺ کو غصہ دلا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی محبت عطا کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک دن خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انداز یاد آ گیا جس سے آپ کو بڑی راحت محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہالہ ہی ہو سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر سخت غیرت آئی میں نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ اس بوڑھی عورت کو کیوں یاد کرتے ہیں، جس کے دانت گر جانے کے بعد صرف مسوڑھے ہی باقی رہ گئے تھے اور اب ایک زمانہ گزر چکا وہ اس دنیا سے بھی چلی گئی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر اچھی عورت مرحمت فرما

دی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت ذکر کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ غیرت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں کھاتی تھی جب کہ میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ پایا بھی نہ تھا البتہ نبی کریم ﷺ بکثرت ان کا ذکر فرماتے اور جب کوئی گوشت وغیرہ کا موقع ہوتا تو آپ ﷺ ان کی سہیلیوں کو بھی بھیجا کرتے تھے۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی چیز بطور ہدیہ آتی تو آپ ﷺ فرماتے اس کو خدیجہ کی فلاں سہیلی کے گھر لے جاؤ کہ وہ خدیجہ سے بڑی محبت کرتی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی فضیلت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے اسلام کا نور چمکا اور ساری دنیا کو منور کر دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ گھر پھلدار، زرخیز اور مبارک جگہ قرار پائے۔

اس گھر کی ایک برکت تو یہ تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود اور ان کی صاحبزادیاں (بنات رسول ﷺ) سب سے پہلے اسلام لائیں، بلکہ ہر وہ شخص جو اس گھر کی چھت کے نیچے تھا اس نے اسلام لانے میں پہل کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دونوں پہلے اسلام لائے اور یہ آنحضرت ﷺ کے خاندان کے تحت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مبارک گھر میں قیام پذیر تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس گھر کو بڑی مبارک فضیلت اور مرتبہ حاصل ہے۔ محبّ طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ افضل جگہ تھی۔ واللہ اعلم (اور یہ بات غالباً اس لئے کہی گئی کہ آنحضرت ﷺ طویل عرصے اس میں مقیم رہے اور اس میں آپ ﷺ پر وحی

نازل ہوتی رہی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اس کو خرید لیا اور اسے مسجد بنا دیا جس میں نماز پڑھی جاتی ہے)۔(جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص۲۶ بحوالہ شفاء الغرام باخبار البلد الحرام، ج۱ ص۴۳۸)

سب سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ وہ نمازیں سب سے پہلے پڑھیں جو نماز خمسہ کے فرض ہونے سے پہلے تھیں یعنی دو رکعت صبح اور دو رکعت رات کو۔

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز آنحضرت ﷺ پر فرض ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضور ﷺ مکہ سے آگے کسی اونچی جگہ پر تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام انہیں پیچھے وادی میں لے گئے، وہاں سے ایک چشمہ جاری ہو گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ پڑھیں، پھر آپ ﷺ لوٹ آئے اور آپ ﷺ کی آنکھیں سرور سے اور دل خوشی سے لبریز تھا، آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ تھام کر اس چشمے تک لائے اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ دونوں نے پڑھیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چھپ کر نماز پڑھنے لگے۔(جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص۲۸)

حضور ﷺ کے تعلقات والوں سے محبت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تقریباً چوتھائی صدی (۲۴ سال اور چند ماہ) کے قریب عرصہ گزارا اور اپنی اس مبارک زندگی میں اپنے شوہر کی ہمدرد اور دل جو زوجہ ثابت ہوئیں، وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہر غم و خوشی میں شریک ہوئیں، اور آپ ﷺ کی خوشی اور رضا کا لحاظ رکھتیں اور جن سے آپ ﷺ کو انسیت ہوتی (جن لوگوں سے آپ ﷺ کو تعلق و محبت ہوتی) ان سے نیک سلوک روا

رکھتیں تاکہ آپ ﷺ کے دل میں ان کا رتبہ بڑھے، ان کے نیک سلوک اور کرم کی وہ ادائیں سامنے آئیں جنہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اونچے اور باعزت مرتبے پر فائز کردیا۔

ایک سال لوگوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا (یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ہونے کے بعد کی بات ہے) اسی سال حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ) آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں اور جب واپس لوٹیں تو ان کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا ایک اونٹ تھا، جس پر پانی لدا تھا اور چالیس بکریاں بھی ساتھ دیں۔

اور ان کا سلوک اس کے بعد بھی ظاہر ہوا کہ جب بھی آنحضرت ﷺ کی پہلی رضاعی والدہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو ان کا خوب اعزاز واکرام کرتیں حضور ﷺ سے تعلق کی بنا پر۔

(جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۲۷، ۲۸)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد کرنا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب عہدِ طفولیت سے سن بلوغت کو پہنچیں تو اکابرین قریش کی طرف سے نکاح کے پیغام آنا شروع ہوگئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اظہار فرمایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا اختیار قبضہ قدرت میں ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے ان کو بھی اسی طرح کا جواب دیا۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں تشریف فرما تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گفتگو فرما

رہے تھے، انہوں نے کہا کہ اکابرین قریش کی طرف سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھیجا جانے والا نکاح کا پیغام کسی کے لئے بھی قبول نہیں ہو، علی نے ابھی تک پیغام نہیں دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ علی کے سامنے رکاوٹ مال کی کمی ہے، خدا اور اس کا رسول ان کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کرنے پر راضی ہیں، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ ہم علی سے ملیں اور ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دینے کی ترغیب دیں۔ چنانچہ یہ تینوں اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! کوئی نیکی ایسی نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے جاتے ہوں اور پھر آپ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایسا مقام و مرتبہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کا اس میں شریک و دخل نہیں، آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے نکاح کا پیغام دیں چنانچہ ان کے ترغیب دلانے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پاس بٹھالیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سر جھکائے زمین کو دیکھے جارہے تھے جس طرح کہ کوئی شخص ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کرسکتا ہو، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی! میرا خیال ہے تم کسی چیز کے خواہش مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کررہے ہو، جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو، تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا مدعا بیان کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے علی! گھریلو ضروریات کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے جسے تم وسیلہ بناؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ایک تلوار، ایک اونٹ اور زرہ ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: تلوار کی تمہیں ضرورت ہے ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتے ہو، اور اونٹ تمہاری سواری کے لئے ہے وہ بھی ضروری ہے، میں تیری طرف سے زرہ پر اکتفا کرتا ہوں اور اے علی تجھے بھی بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا نکاح

آسمان میں باندھ دیا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر ڈھال مقرر ہوا، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر تشریف لے گئے اور نکاح کا اعلان فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ یہ ڈھال جا کر فروخت کردو اور اس کی قیمت لے آؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ڈھال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی جب انہوں نے ڈھال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور قیمت وصول کر لی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! آپ اس ڈھال کے زیادہ حق دار ہیں، میں یہ ڈھال آپ ہی کو ہبہ کرتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت اقدس میں ڈھال اور درہم لے جا کر پیش کر دیئے اور ساتھ ہی تمام واقعہ بھی بیان کر دیا۔

حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حق میں دعائے خیر فرمائی، پھر ان دراہم میں سے مٹھی بھر دراہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضروریات خانہ داری خریدنے کے لئے دیئے اور حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ کر دیا تاکہ اگر زیادہ وزن بن جائے تو اٹھا کر لے آئیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم باہر نکلے اور گنتی کی تو یہ تین سو ساٹھ درہم تھے، ان تمام سے میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے سامان خریدا، ایک مصری گدیلہ جو کہ پشم سے بھرا ہوا تھا، ایک چمڑے کا گدیلہ جس میں کھجور کے پتے تھے، ایک پردہ عباء خیبری اور چند مٹی کے برتن تھے، یہ تمام سامان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں لائے، حضور ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں نم آلود ہوگئیں اور آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ دعا

فرمائی، اے اللہ! اس قوم میں برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا وقت آیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پاس تمام ازواج مطہرات جمع تھیں، انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ حسرت آمیز باتیں شروع کر دیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا اور کہنے لگیں کہ اگر خدیجہ رضی اللہ عنہا آج زندہ ہوتیں تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہمیں کوئی پریشانی نہ ہوتی اور ہماری آنکھیں روشن ہوتیں۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: خدیجہ جیسا کوئی بھی نہیں ہے، اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب نے تکذیب کی، اپنے سارے مال کو مجھ پر خرچ کر دیا اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کیا، یہاں تک کہ میں نے اس کی زندگی میں ہی اسے جنت کی بشارت دی۔ (سیرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا)

محبت کا سلسلہ

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی نہایت خوشگوار تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد بھی ان سے محبت و اُنس کا سلسلہ جاری رہا، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے سیدنا رسول کریم ﷺ کی موجود ازواج مطہرات کے متعلق کبھی رقابت کے جذبات پیدا نہیں ہوئے لیکن مرحومہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں میرے دل میں بعض اوقات رقابت کا احساس پیدا ہونے لگتا تھا۔ (بخاری شریف)

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھتی تھیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی اور ان کی یاد آپ ﷺ کے دل کی گہرائیوں میں جگہ لئے ہوئے تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار دیکھ کر نبی کریم ﷺ کے آنسو بہ نکلے

حضرت زینب بن محمد ﷺ نے غزوہ بدر کے قیدی حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ (اپنے شوہر) کی رہائی کے لئے فدیہ میں اپنے والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وہ ہار بھیجا جو انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر تحفے میں دیا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اس نشانی کو دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ بے اختیار رو پڑے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی بہنوں میں سب سے بڑی تھیں، حضور نبی کریم ﷺ کے حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے پانچ برس بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی اس وقت عمر مبارک ۳۰ سال تھی، ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً دس برس کو پہنچ چکی تھی۔

حضرت زینب بن محمد ﷺ کا نکاح سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہالہ بنت خویلد کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا، ام المؤمنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم ﷺ سے گزارش کی کہ حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا جائے، آپ نے ان کا مشورہ قبول فرماتے ہوئے سیدہ کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا۔ وہ ایک متمول، امانت دار اور تجارت پیشہ آدمی تھے، طبیعت میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ (البدایہ و النہایہ)

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر دوسری اشیاء کے علاوہ عقیق کا ایک بیش بہا قیمت یمنی ہار بھی تحفہ میں دیا جو ماں کی ممتا کی ایک انمول نشانی تھی۔

غزوہ بدر کے موقع پر ۷۰ کفار قیدی بنا لئے گئے، ان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے خاوند حضرت ابوالعاص بن ربیع بھی شامل تھے، جب

قیدیوں سے فدیہ لے کر اُن کو رہا کیا جانے لگا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے شوہر کو چھڑانے کے لئے فدیہ میں وہی قیمتی ہار جوان کے والدہ نے انہیں شادی کے موقع پر تحفہ میں دیا تھا، بھیج دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا ہار دیکھا تو ۲۵ برس پہلے کا محبت انگیز واقعہ یاد آ گیا، اپنی اہلیہ محترمہ کا ہار دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بے اختیار رو پڑے اور آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔

رسول رحمت ﷺ نے صحابہ کرام سے ڈبڈباتی آنکھوں سے فرمایا ''اگر تمہاری اجازت ہو تو میں بیٹی کو ماں کی یادگار لوٹا دوں''۔ سب نے سر اطاعت خم کر دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے وہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔ (تاریخ طبری، ابو داؤد)

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا، اُن کا ذکر سن کر آپ ﷺ اُن کی یاد سے تڑپ اٹھے، آپ ﷺ کا دل بے قرار ہو گیا اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد متعدد بیویاں حضور نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئیں، لیکن آپ ساری زندگی حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو دل سے نہ بھلا سکے۔

حضور نبی کریم ﷺ اگر کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح کرتے تو رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گوشت بھیجتے تھے۔

(طبرانی، بخاری، کبیر)

کبھی کوئی خوشی یا غمی کا موقع آتا تو فرماتے: ''کاش آج خدیجہ زندہ ہوتی''۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اُن کی بہن ''ہالہ'' حضور نبی کریم ﷺ سے ملنے تشریف لائیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی (اُن کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی تھی) رسول اللہ ﷺ کے کانوں میں اس آواز کا پڑنا تھا کہ آپ کو

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''ہالہ ہوں گی'' حضرت صدیقہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس موقع پر موجود تھیں، انہیں بے حد رشک آیا، کہنے لگیں: آپ قریش کی بوڑھیوں میں سے اس بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جو مر چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے اچھی بیویاں دی ہیں۔ (البدایه و النهایه)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کفن طلب کرنے پر حضور ﷺ کا آنسو بہانا

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا رحمت کائنات ﷺ کے ساتھ ۲۵ سال کی رفاقت کے بعد رمضان المبارک یا شوال ۱۰ نبوی یعنی ہجرت سے تین سال پہلے اپنے شوہر نامدار کو داغ مفارقت دے گئیں، چند دنوں کے وقفے سے ابو طالب اور سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پر ملال ہوا۔ (صحیح بخاری)

ان دونوں کی رحلت سے حضور نبی کریم ﷺ کو سخت صدمہ پہنچا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سال اس بے پناہ صدمے سے مغموم رہنے لگے، جب سیدہ خدیجہ کی یاد آتی تو اکثر آپ کا دل بھر آتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

(بخاری، مسلم، ابن هشام)

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضور کریم ﷺ اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) سے تعبیر فرمایا کرتے تھے، حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی مثالی اور قابلِ رشک ازدواجی زندگی نے سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پر گہرے نقوش چھوڑے، آپ ﷺ اکثر سیدہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بڑے اچھے الفاظ اور محبت بھرے انداز سے فرماتے تھے، سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت تک چونکہ نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی لہٰذا سیدہ کو اسی طرح دفن کر دیا گیا، حضور نبی کریم ﷺ خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی غمگسار و جان نثار زوجہ مکرمہ کو قبر کی آغوش میں رکھا۔

(امهات المؤمنين تاليف مولانا محمد عبدالمعبود)

مشارق الانوار میں ہے کہ عذاب قبر کی کئی صورتیں ہیں: اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مردے کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے، ایک موقع پر حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کرایا کہ میرے مرنے کے بعد آپ ﷺ مجھے اپنے عمامے یا چادر میں کفن دیں گے؟ حضور نبی کریم ﷺ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا یہ سوال سن کر رونے لگے، اور ان کے پاس آ کر فرمایا:

لو اردت جلدی لاعطینک

اگر تم میری کھال مانگو تو بھی میں دوں گا۔

لیکن اس سے تم کیا فائدہ سمجھتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: تا کہ اس کی برکت سے عذاب قبر مجھ پر نہ ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے دے دی، اور کوئی وصیت کرو۔ عرض کیا کہ مجھے قبر میں رکھنے کے بعد آپ میرے حال کی تفتیش فرمالیں گے، ایسا نہ ہو کہ قبلہ کی طرف سے میرا منہ پھیر دیا جائے، آپ ﷺ پھر رونے لگے۔

حضور نبی کریم ﷺ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اُن کی قبر میں اترے تو دیکھا کہ وہ سیدھی لیٹی ہیں، آپ ﷺ پریشان ہو گئے اور اُن کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا، وہ پھر سیدھی ہو گئیں، آپ ﷺ پریشان ہو گئے، حکم ہوا: اے میرے حبیب! میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بیوی کا چہرہ گرد آلود ہو، اُن کو یونہی رہنے دو تا کہ وہ آرام سے سیدھی سویا کریں۔ آپ ﷺ خوش ہو گئے۔ (جلیس الناصحین)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

امام ابو حاتم و ابو عمرو دولابی رحمہم اللہ کی تصریح کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات قبل از ہجرت تین سال مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ساٹھ سال کی تھیں جب ماہ رمضان میں ''الحجون'' نامی جگہ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

صاحب الصفوۃ فرماتے ہیں کہ قبر میں اتارنے کے لئے نبی کریم ﷺ خود نیچے اترے، اس وقت تک میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی سنت مشروع نہیں ہوئی تھی۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کی وفات ایک ہی سال میں بعثت رسول ﷺ کے دس سال بعد ہوئی۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز فرض ہونے سے پہلے ہوئی، نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں میں نے خدیجہ کا گھر دیکھا جو موتیوں کا بنا ہوا تھا۔

ملا نے سیرت میں نقل کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ابوطالب کی وفات سے تین دن بعد ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

نبی کریم ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کی جو اولاد تھی اس کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے، البتہ آپ ﷺ سے قبل بھی ان کی کچھ اولادیں تھیں جس میں ایک بچی تھی جس کا نام ہند بن عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی نے اسلام قبول کیا اور ایک شخص سے ان کی شادی ہوئی جسے ہند کہا جاتا تھا اور انہیں ہالہ بھی کہا جاتا تھا اور اسی وجہ سے ان کی کنیت ابو ہالہ ٹھہری۔ (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ ہند سے صیفی بن امیہ بن عائذ نے نکاح کیا تھا جو ان کے چچازاد تھے، ان سے محمد بن صیفی پیدا ہوئے، انہی محمد کی اولاد کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے احترام کی وجہ سے "بنوالطاہرہ" کہا جاتا تھا)

ہند بن ہند کے احوال

علامہ ابن قتیبہ و ابوسعد و ابوعمر رحمہم اللہ کی تصریح کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہند بن ہند نبی کریم ﷺ کی تربیت میں رہے اور مسلمان بھی ہوئے اور واقعہ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اسی جنگ میں ان کی شہادت

ہوئی۔

اور یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ بصرہ میں وباء طاعون پھیلی جس میں ان کا انتقال ہوا، اور سب لوگوں نے دوسرے جنازے چھوڑ دیئے اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ربیب ہیں۔ (اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ ہند بن ہند بن ابی ہالہ مختار قتل کے دن حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے، یہ ۶۷ھ تھا، ایک قول یہ ہے کہ بصرہ میں طاعون کے دوران ان کی وفات ہوئی، یہی بات ابو عمرو نے بھی "الاستیعاب" میں لکھی ہے۔ (اسد الغابه، ج ٤ ص١٠٤٥))

یہ بڑے فصیح و بلیغ آدمی تھے، نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک انہوں نے ایسے جامع انداز میں بیان کیا کہ بعد کے لوگوں میں وہی متداول ٹھہرا جانے لگا اور فرمایا کرتے کہ میں خاندانی حسب ونسب میں سب سے زیادہ باعزت شخص ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ میرے والد محترم ہیں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا میری والدہ ہیں۔ اور میرے بھائی قاسم ہیں اور ہمشیرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (الاصابہ میں لکھا ہے: ہند بنت عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ دارقطنی نے اپنی کتاب الاخوۃ میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ اسلام لائیں اور ان کی شادی صیفی بن امیہ سے ہوئی، ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے)

صدیقہ کائنات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب

عائشہ بنت خلیفہ بلا فصل ابی بکر (رضی اللہ عنہ) ابن ابی قحافہ عثمان بن عارم بن عمرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت

آپ رضی اللہ عنہا کو بطور کنیت ام عبداللہ کہا جاتا تھا، ایک ضعیف روایت کے مطابق آپ کا حمل ساقط ہو گیا تھا، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے پڑی۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو میں ان کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ نے ان کے دہن میں اپنا لعاب مبارک ڈالا، اس طرح ان کے بطن میں سب سے پہلے داخل ہونے والی چیز نبی پاک ﷺ کا لعاب مبارک تھا، اور آپ ﷺ نے فرمایا ان کا نام عبداللہ ہے اور تم یعنی عائشہ ام عبداللہ ہو، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس وقت سے میری کنیت ام عبداللہ پکاری جانے لگی، البتہ میرا اپنا کوئی بچہ پیدا نہ ہوا، ایک دوسری روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ابن زبیر کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی اور میری کنیت ام عبداللہ رکھی۔

الصفوہ میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری کنیت وضع کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری کنیت

تمہارے بیٹے یعنی عبداللہ بن زبیر کے نام سے ہے۔

منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے اپنی تمام ازواج کی کنیت وضع فرمائی، میری بھی کنیت وضع کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری کنیت تمہاری ہمشیرہ کے بیٹے کے نام سے (ام عبداللہ) ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر کا رسول اکرم ﷺ کی پاس لایا جانا

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> اے عائشہ تم مجھے تین دفعہ خواب میں دکھائی گئی تھیں کہ جبرئیل امین تمہاری تصویر ریشم کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائے اور مجھ سے فرمایا یہ تمہاری بیوی ہے، میں وہ کپڑا کھول کر تمہارا چہرہ دیکھتا اور کہتا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گی۔(اسد الغابة، ج۷ ص۱۸۹۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث:۶۶۰۹۔ مسند احمد، ج۶ ص۴۱)

دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ ہونے کا اعزاز خداوندی

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ جبرئیل امین میری تصویر ریشم کے کپڑے میں رکھ کر نبی ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا یہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جبریل امین نبی ﷺ کے پاس میری تصویر سبز رنگ کے ریشم کے کپڑے میں رکھ کر لائے اور فرمایا یہ عورت دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔(ترمذی)

حافظ دمشقی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت

نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جبریل امین میری صورت نبی پاک ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا:

یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔(الاصابة، ج۸ ص ۱۹)

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میں چھوٹے بچوں والے کپڑے پہنتی تھی کہ میں عمر میں بہت کم تھی جب آپ نے مجھ سے شادی کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حیاء ڈال دی۔

نبی کریم ﷺ سے آسمانوں میں شادی ہونا

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جبریل امین میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شادی ابوبکر کی بیٹی سے کر دی ہے اور ان کے ہاتھ میں عائشہ کی تصویر تھی۔

نبی کریم ﷺ کا پیغام نکاح اور شادی

حضرت ابوالحمیمۃ الباہلی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو خولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے کروں؟ عرض کیا اگر چاہیں تو باکرہ لڑکی سے کرلیں اور چاہیں تو ثیبہ عورت سے کرلیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کون باکرہ ہے؟ اور کون ثیبہ ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر باکرہ لڑکی منظور ہو تو وہ اس آدمی کی بیٹی ہے جو ساری کائنات میں آپ کو بہت ہی محبوب ہے یعنی عائشہ بنت ابی بکر۔ اور اگر آپ کسی بیوہ عورت سے شادی کرنا چاہیں تو وہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر

ایمان لاچکی ہے اور آپ کی پیروکار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ان سے میرا تذکرہ کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سیدھی ام رومان (ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبدشمس۔ حیات نبوی ﷺ میں ان کی وفات ہوئی، ۶ ھ تھا، آپ ﷺ ان کی قبر میں اترے اور فرمایا جو کوئی جنت کی حورعین کو دیکھنا چاہتا ہو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔ الاستیعاب، ج ۱ ص ۱۹۳۵۔ اسد الغابہ، ج ۷ ص ۳۳۱) (یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں) کے پاس چلی گئی اور ان سے کہا کہ تمہارے لئے بڑی عظیم بشارت ہے، جس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں پنہاں ہیں اس نے کہا وہ کیا بشارت ہے؟ میں نے کہا نبی کریم ﷺ عائشہ کا ذکر فرمارہے تھے، اس نے کوئی حتمی جواب دینے کی بجائے کہا تھوڑا انتظار کرلو ابھی میرے شوہر ابوبکر آنے ہی والے ہیں، فرماتی ہیں کہ کچھ ہی دیر بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تشریف لے آئے تو میں نے ان سے اسی بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا یہ ان کے لئے صحیح ہے کیونکہ یہ ان کے بھائی (ابوبکر) کی بیٹی ہے؟ جب نبی ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا بھائی چارہ اسلامی بھائی چارہ ہے، کوئی خونی رشتہ نہیں، لہٰذا ابوبکر کی بیٹی میرے نکاح میں آسکتی ہے۔

مطعم بن عدی کا قضیہ

حضرت خولہ فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح قبول فرمالیا تو ام رومان نے کہا کہ مطعم بن عدی نے نکاح کا پیغام اپنے بیٹے کے لئے ہمارے ہاں بھیجا ہوا ہے ہم کیسے وعدہ خلافی کر سکتے ہیں؟ حضرت خولہ کا بیان ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطعم کے پاس گئے اور فرمایا آپ لوگوں نے ہماری بچی کا رشتہ مانگا تھا، اب آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ مطعم نے اپنی بیوی سے پوچھا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم اپنے بیٹے کا نکاح تمہاری بیٹی سے کریں تو وہ اسے اس کے آبائی دین سے نکال دے گی اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مطعم کی طرف التفات کر کے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا بات تو یہی ہے جو تم

نے سن لی ہے اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان دونوں میاں بیوی کی رائے سن کر تشریف لے آئے اور انہیں اب وعدہ خلافی کا کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ ان کا نظریہ ہی الگ تھا۔

انعقاد نکاح

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خولہ سے کہا نبی کریم ﷺ سے جا کر کہو، آپ ﷺ کا پیغام مجھے قبول ہے آپ ﷺ تشریف لے آئیے۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا، ابن اسحاق رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق آپ ﷺ نے چار سو درہم مہر مقرر فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ دو سال تک مکہ مکرمہ میں رہے پھر جب ہم مدینہ منورہ آئے تو موضع سخ میں دار بنی الحارث بن الخزرج میں ٹھہرے تو اس وقت میں بچوں کے جھولے میں جھول رہی تھی اور میری عمر نو برس تھی میری والدہ آئیں اور مجھے جھولے سے اتارا اور ساتھ لے کر چلیں یہاں تک کہ ہم ایک گھر کے دروازے پر رک گئے اتنا چلنے سے میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ میری والدہ نے پانی سے میرا چہرہ دھویا اور میرے سر کے بالوں کو ٹھیک کیا اور رسول اکرم ﷺ کے پاس لے کر آئیں اس وقت گھر میں بہت سی عورتیں اور مرد حضرات جمع تھے، میری والدہ نے کہا یہ سب تمہارے گھر والے ہیں، اللہ تمہیں بابرکت فرمائے۔

شادی کی سادہ تقریب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ تمام حضرات گھر سے چلے گئے جس کے بعد آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی، آپ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! میری شادی پر نہ اونٹ ذبح ہوئے اور نہ بکری ذبح کی گئی، البتہ ایک پیالہ تھا جس میں کچھ تھوڑا بہت کھانے پینے کو تھا اور وہ بھی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا میں یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سعد رضی اللہ عنہ نے ہی بھیجا ہے۔

رخصتی کے وقت عمر

اس بات پر کتب صحاح، تواریخ اور سیر میں وضاحت موجود ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ سال، اور رخصتی کے وقت نو سال تھی (اور رسول اللہ ﷺ کی عمر چون یا پچپن سال کے قریب تھی) لیکن کچھ جدت پسند لوگوں کو یہ بات تسلیم نہیں اور مختلف طریقوں سے گول مول کر کے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی عمر پر تبصرے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس پر مکمل تحقیقی رسالہ ہندوستان کے محقق عالم سید سلیمان ندوی کا دیکھا جا سکتا ہے جو ان کی کتاب ''سیرت عائشہ'' میں بطور ضمیمہ منسلک ہے، یہاں ہم اس موضوع کے لئے خلاصہ تفسیر القرآن حقوق نسواں جلد خامس کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

> مدینہ منورہ میں آ کر رخصتی ہوئی جب آپ کی عمر نو سال ہو چکی تھی، اس وقت آپ یقیناً بالغہ ہو چکی ہوں گی تب ہی والدین نے رخصت کیا ہو گا اور حضور ﷺ انہیں گھر میں لائے ہوں گے ورنہ ایک نابالغہ بچی سے ایسا ارتکاب سنگ دل والدین بھی برداشت نہیں کرتے، اور خصوصاً رحمۃ للعالمین ﷺ سے اس کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے، لہٰذا ان کے بالغہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، دراصل بلوغت کا دارومدار عمر پر نہیں علاقہ پر ہے، زیادہ گرم علاقوں میں گرم غذائیں کھانے سے بلوغت جلد واقع ہو جاتی ہے، آج کل بعض ممالک میں نو سال کی بچیوں سے ولادت کی خبریں اخبارات میں چھپ چکی ہیں، عرب کی گرمی مشہور ہے اور ان کی غذا بھی زیادہ تر کھجور ہی تھی اس لئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بالغہ ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں عقل کے اندھے اور کورے اس زمانے میں بھی آپ ﷺ کے سینکڑوں معجزات دیکھنے کے باوجود آپ ﷺ پر کاہن، مجنون، ساحر، مفتری وغیرہ کے الزامات لگاتے تھے آج بھی لگا رہے ہیں ایسے لوگوں کے جواب میں یہ کافی ہے:

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم چشم آفتاب راچہ گناہ

اگر دن میں چمگادڑ نہ دیکھ سکے تو سورج کا اس میں کیا گناہ ہے۔

(حقوق نسواں، ص ۸۰)

اور اس سے آگے جو حالات آرہے ہیں ان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر تھیں، ورنہ پندرہ سولہ سال کی لڑکی سے اس قسم کی باتیں ناممکن ہی رونما ہوتی ہیں اور اگر سیدہ رضی اللہ عنہا کے رخصتی کے واقعے کو بغور پڑھا جائے تو یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ لازماً رخصتی کے وقت کم سن ہی تھیں۔

ایک اور روایت اور عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرات شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میری عمر چھ سال تھی، جب مدینہ میں بنی الحارث بن الخزرج کے گھر پہنچے تو مجھے سخت بخار ہو گیا جس میں میرے سر کے بال اتر کر (کندھے تک) (روایت میں جمیمہ کے الفاظ ہیں یعنی بال اتر گئے لیکن اس وقت بھی کندھوں تک تھے جنہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھوٹے بالوں سے تعبیر فرمارہی ہیں) چھوٹے چھوٹے رہ گئے تھے، میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں تھی میری والدہ آئیں اور مجھے زور سے آواز دی تو میں اپنی والدہ کے پاس آگئی مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور چل دیں حتی کہ ہم ایک گھر کے دروازے پر رکے اس وقت میرا سانس بے قابو ہو رہا تھا ہم

کچھ دیر وہاں رکے تو میرا سانس بحال ہو گیا، پھر انہوں نے میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور میرے سر کے بالوں کو تھوڑا سنوار دیا اور مجھے اس گھر میں داخل کر دیا میں نے دیکھا کہ اس گھر میں انصار کی کچھ عورتیں بھی تھیں جنہوں نے مجھے دیکھتے ہی خیر و برکت کی دعائیں دیں، میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کیا تو انہوں نے بھی میری حالت تھوڑی بہت مزید سنواری اور پھر مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئیں آپ ﷺ کو دیکھتے ہی مجھ پر آپ ﷺ کا رعب طاری ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چڑھتے سورج کی کرنیں آپ ﷺ کے چہرے پر روشن ہو رہی ہوں۔ اس وقت میری عمر نو سال تھی یعنی چھ سال کی عمر میں شادی ہوئی اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔

نکاح اور رخصتی کا مہینہ

حضرت ابو عمر بن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ماہ شوال میں ہوا، اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کو پسند فرمایا کرتی تھیں کہ عورتوں کا نکاح بھی شوال میں ہو، اور رخصتی بھی شوال میں ہو، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں فرمایا اور رخصتی بھی شوال میں فرمائی، بھلا ایسی کونسی بیوی ہے جو آپ ﷺ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شوال ہی میں شادی پسند فرماتے تھے، ابن شہاب فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے ہوا اور رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور مدینہ ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ احمد بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے پانچ سال قبل ہوئی۔

رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ مدت قیام

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی اور جب آپ کی رخصتی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور نو سال ہی نبی ﷺ کے ساتھ رہیں۔

دنیا و آخرت میں زوجہ ہونے کا اعزاز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا میں تو نبی پاک ﷺ کی بیوی تھیں ہی البتہ آخرت میں بھی وہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہوں گی، اس معنی پر مشتمل کچھ روایات ماقبل میں مذکور ہو چکی ہیں اور مندرجہ ذیل ایک روایت امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! فاطمہ ہر چند کہ آپ کی بیٹی ہے اور آپ کو انتہائی محبوب ہے لیکن میرا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تم دنیا و آخرت میں میری بیوی رہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا مجھے اس پر خوشی ہے آپ نے فرمایا تو میری دنیا و آخرت میں بیوی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار و حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تھا کہ لوگوں کو جنگ کے لئے جمع کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں انہوں نے کہا اے لوگو! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ عائشہ دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی اہلیہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے تم امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی اتباع کرتے ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن زیاد الاسدی کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔

جنت میں زوجہ نبی ﷺ ہونے کا اعلان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی بیوی کون ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! تم انہیں میں سے ہو، آپ ﷺ فرماتے ہیں: اے عائشہ! جب سے مجھے معلوم ہوا جنت میں تم میری بیوی ہو موت کی سختی میرے لئے آسان ہوگئی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا گویا میں اب بھی عائشہ کے ہاتھوں کی سفیدی جنت میں دیکھ رہا ہوں، جس سے موت کی سختی میرے لئے آسان ہوگئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو (۹) خصوصیات

مفسر قرآن امام بغوی رحمہ اللہ، صاحب تفسیر مظہری رحمہ اللہ، مفسر قرطبی رحمہ اللہ اور بعض دیگر نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نو (۹) خصوصیات عطا فرمائیں،

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے میری تصویر حضور ﷺ کو میرے نکاح سے پہلے دکھا دی، چنانچہ خود حضور ﷺ نے بیان کیا ہے کہ عائشہ تیری تصویر مجھے جبرئیل علیہ السلام نے ریشم کے ٹکڑے پر خواب میں دکھائی تو میں نے اس خواب کی یہی تعبیر نکالی کہ ایسا ہو کر رہے گا، چنانچہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کا نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہوگیا جب کہ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی، البتہ رخصتی تین سال بعد مدینہ منورہ میں جا کر ہوئی، نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود کیا۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میری

دوسری خصوصیت یہ ہے حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف میں دوشیزہ ہوں، باقی سب پہلے سے ایک یا دو دفعہ شادی شدہ ہیں۔ فرمایا میری

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، یہ پھر انتہائی قرب کی علامت ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ بیان کی کہ حضور ﷺ کی قبر بھی میرے گھر میں بنی، اس گھر میں فرشتوں کا ہمیشہ ہجوم رہتا ہے، آپ ﷺ کے زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی۔ پھر فرمایا کہ

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ بسا اوقات حضور ﷺ پر ایسی حالت میں وحی نازل ہوتی کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی لحاف میں ہوتی، یہ خصوصیت بھی کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں ہوئی۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے خلیفہ اول اور آپ کے صدیق کی بیٹی ہوں۔ پھر فرمایا

ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ میری برأت میں اللہ نے پورے دو رکوع کی سولہ آیات نازل فرمائیں،

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے پاک پیدا کیا ہے اور پاک ہستی کے پاس ہی رکھا ہے، امہات المؤمنین کے متعلق قرآن کی عمومی شہادت بھی یہی ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

اللہ نے نبی کی تمام بیویوں کو ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک رکھا ہے، اور آخر میں

نویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے اس اتہام سے بری فرما کر مغفرت اور عزت والی روزی کا وعدہ فرمایا: لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ (معالم العرفان، ج ۱۳، ص ۷۴۲، ۷۴۳)

حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

رخصتی کے بعد امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا قیام کسی بلند و عالیشان محل میں نہ تھا، بلکہ ایک چھوٹا سا حجرہ جو پہلے مسکن عائشہ رضی اللہ عنہا تھا بعد میں اُسے روضہ رسول ﷺ کا نام ملا، اور کائنات کے تمام ذروں سے زیادہ افضلیت والا ٹکڑا بنا، حجرے کی دیواروں پر مٹی کا لیپ تھا، طول و عرض چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھا، کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے چھت تیار ہوئی تھی، چھت پر ایک کمبل ڈالا گیا تھا کہ بارش کے اثرات سے بچاؤ ہو سکے، چھت کی بلندی اتنی تھی کہ کھڑے ہو کر چھت کو ہاتھ لگانا کوئی مشکل نہ تھا، زمین کا فرش، کوئی قالین نہیں، دروازے کا ایک پٹ کواڑ کا تھا، ایک کمبل بطور پردے کے ڈالا گیا تھا۔

ویسے تو مسکن مبارک گو منبع انوار تھا لیکن راتوں کو چراغ جلانا بھی استطاعت سے باہر تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں، چالیس چالیس راتیں گزر جاتیں اور گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا، گھر کی کل کائنات ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک تکیہ، آٹا اور کھجور رکھنے کے لئے ایک دو برتن، پانی کا ایک برتن، پینے کے لئے ایک پیالہ۔

یہ خالق کائنات ﷺ کے بعد سب سے بڑی مقدس ہستی اور زمین و آسمان پر جس کی شادی پر جشن منایا گیا، جسے عرش سے جبریل امین سلامی دینے آئے، اس عظیم دلہن کا گھر تھا، مسجد کا صحن حجرہ کے بالکل سامنے تھا، حجرہ سے ہی مسجد و محراب کا نظارہ ہو سکتا تھا، محراب سے حجرہ کا فاصلہ سات یا نو ہاتھ یا سترہ گز تھا، جس ہستی کے خوبصورت و حسین چہرے کا نظارہ کرنے کے لئے لوگ میلوں کا سفر کر کے پہنچتے، جس کو ایک جھلک دیکھنے کے لئے لوگ رشک کرتے اور جس کے علو مرتبت اور شرف و مقام کو دیکھنے کی آرزو میں گردنیں تھک جاتیں، حسن و خوبصورتی کا وہ چاند حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زینت تھا، جب تک وہ چاند حجرہ میں رہتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں

اس پر لگی رہتیں اور جب، وہ چاند مسجد میں نمودار ہوتا تو حضرت عائشہ کی پیاسی نگاہیں اب حجرے سے منبر پر مرکوز ہو جاتیں، یوں امی عائشہ رضی اللہ عنہا دیدارِ رسول ﷺ کا شرف اور لذت حاصل کرتی رہتی تھیں۔

امور خانہ داری

گھر میں کل دو آدمی تھے، رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، بعد میں بریرہ نامی باندی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا، جب تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں تو ایک روز کے وقفے سے آپ سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے، بعد میں اور ازواج بھی آ گئیں تو پھر آمدِ رسول ﷺ باری کے حساب سے ہوتی تھی، گھر میں کھانا پکنے کی نوبت بہت کم آتی، فرماتی ہیں کبھی تین دن مسلسل ایسے نہیں گزرے کہ خاندانِ رسول ﷺ نے سیر ہو کر کھایا ہو، یہ بھی فرماتی ہیں کہ مہینوں مہینوں گھر میں آگ تک نہیں جلتی تھی، ایک جگہ ہے کہ کھجور اور پانی پر گزارہ تھا، کسی کی طرف سے کوئی ہدیہ، تحفہ آ گیا تو کھا لیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے اور اس دن ہدایا بھیجتے، اکثر ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے، پوچھتے: عائشہ! کچھ کھانے کو ہے؟ جواب دیتیں: یا رسول اللہ! کچھ بھی نہیں۔ بس پھر سب کا روزہ ہوتا۔

کبھی کبھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آٹا گوندھتیں، رکھ کر بے خبر ہو کر سو جاتیں، بکری آتی اور برتن صاف کر جاتی، ایک بار اپنے ہاتھ سے آٹا پیسا، اس کی ٹکیاں پکائیں اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگیں، رات کا وقت تھا، حضرت آئے تو نماز میں مشغول ہو گئے، ان کی آنکھ لگ گئی، پڑوس کی ایک بکری کی قسمت میں وہ ٹکیاں تھیں وہ آئی اور سب صفایا کر گئی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑیں کہ بکری کو ماریں، آپ ﷺ نے ٹوکا کہ عائشہ! ہمسایہ کو تکلیف نہ دو۔

محبوبانہ ادائیں

رسول اللہ ﷺ اپنی اس کم عمر زوجہ کا خوب خیال رکھتے، اس کے ناز و لاڈ کو برداشت کرتے، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم عائشہ کی ریس نہ کیا کرو کہ وہ تم سے خوبصورت ہیں اور آنحضرت کو پیاری ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ سنا تو مسکرا پڑے۔ (بخاری)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں، ایک دن دونوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا پکایا، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کھانا جلدی سے پکا لیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیا، اس وقت آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف رکھتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیالے پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ ٹوٹ کر گر پڑا، آنحضرت ﷺ نے پیالے کے ٹکڑوں کو چن چن کر یکجا کیا اور فرمایا ''غارت امکم'' کہ تمہاری ماں کو غصہ آ گیا (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو اضطراری فعل صادر ہوا آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عذر بیان کیا، کیونکہ کوئی عورت خواہ کتنے ہی اونچے مقام پر فائز کیوں نہ ہو، اپنی سوکن کے لئے رقیبانہ اور رشک آمیز جذبات سے عاری نہیں ہو سکتی، نہ ہی یہ کسی عورت کے بس کی بات ہے، آپ ﷺ نے یہ الفاظ اس لئے ارشاد فرمائے کہ کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل کو برائی پر محمول نہ کرے، یہ فعل بتقاضائے بشریت ہوا اس میں کسی مقصد، ارادے اور کسی برائی کا دخل نہ تھا) بعد میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو ندامت ہوئی، پوچھا: ازالہ کیسے ہو گا؟ حضرت نے فرمایا: نیا پیالہ اور کھانا، نیا پیالہ منگوا کر واپس کر دیا گیا۔

ایک بار فرمایا: عائشہ! تو جب مجھ سے ناراض ہوتی ہے میں سمجھ جاتا ہوں، بولیں: وہ کیسے؟ ارشاد ہوا: جب تو خوش رہتی ہے (اور کسی بات پر قسم کھاتی ہے) تو یوں کہتی ہے: محمد کے خدا کی قسم، اور جب ناراض ہو جاتی ہے تو کہتی ہے: ابراہیم کے

خدا کی قسم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔ یعنی غصے کی حالت میں مغلوب العقل ہو جاتی ہوں، اگرچہ زبان سے آپ کا نام نہیں لیتی مگر میرے دل میں پیار و محبت کا جو دریا موجزن ہے اس کے تلاطم میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی، بلکہ میرا دل آپ کی محبت میں جوں کا توں مستغرق رہتا ہے۔ (مظاہر حق)

مزاح و دل لگی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آٹا دودھ یا گھی ملا کر حضور ﷺ کے لئے حریرہ پکایا، خدمت میں پیش کیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں، میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ بھی کھالیں، انہوں نے انکار کیا، میں نے کہا یا تو آپ کھائیں ورنہ میں آپ کے منہ پر مل دوں گی، انہوں نے پھر بھی انکار کیا، میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کا چہرے پر لیپ دیا، اس پر حضور ﷺ ہنس پڑے، پھر حضور ﷺ نے ان کا ہاتھ حریرہ میں ڈال کر کہا تم عائشہ کے چہرے پر مل دو، چنانچہ انہوں نے میرے چہرے پر مل دیا، تو اس پر حضور ﷺ ہنسے...... اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا وہ کسی کو آواز دے رہے تھے، حضور ﷺ سمجھے کہ عمر اندر آئیں گے، فرمایا (عمر اندر آرہے ہیں) تم دونوں اٹھو اور منہ دھولو۔ (حیاة الصحابہ، ج ۲ ص ۸۵۸)

ہائے! میری دلہن

رسول اللہ ﷺ کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت محبوب تھیں، عام لوگ سمجھتے ہیں اس محبت کا سبب حسن و جمال تھا ایسی بات نہیں ہے، دوسری کئی ازواج ہیں جن کے محاسن ظاہری کی تعریف احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا۔ جو چیز یہاں مدنظر ہے دین کی خدمت واشاعت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہاد فکر اور حفظ احکام میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں اس بنا پر شوہر کی منظور نظر اور ان کی نظر میں سب سے زیادہ

محبوب تھیں، باطنی کمال میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد پھر حضرت ام سلمہ تھیں حالانکہ وہ عمر رسیدہ تھیں، حضرت خدیجہ ۶۵ برس کی ہو کر فوت ہوئیں لیکن ان کی محبت آنحضرت ﷺ کے دل میں اتنی شدت سے قائم رہی کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس پر رشک آیا۔

تو باطنی خوبیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں، کسی صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، مردوں میں؟ فرمایا: عائشہ کے والد۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ تم عائشہ کی ریس نہ کیا کرو کہ وہ تم سے خوبصورت ہے اور آنحضرت ﷺ کو پیاری ہے۔

ایک دفعہ ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا اونٹ بدک گیا، اور ان کو لے کر ایک طرف بھاگا، آنحضرت ﷺ اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا وا عروساہ "ہائے میری دلہن"۔ (مسند احمد، ج ٦ ص ٢٤٨)

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! جو چیز میرے بس میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین میں مساوات) وہ تو میں پورا کرتا ہوں لیکن اے اللہ! جو چیز میرے بس اور امکان میں نہیں (یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے اختیار محبت اور اس کی قدر و قیمت) اس کو معاف کرنا۔ (ابو داؤد)

ایک بار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے برہم ہو کر بلند آواز سے باتیں کر رہی ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ طیش میں آ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنا چاہا کہ تو رسول اللہ ﷺ سے چلا کر بولتی ہے، رسول اللہ ﷺ بیچ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہ آڑے آ گئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے باہر چلے گئے، آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیوں؟ کہو کس طرح تم کو بچا لیا؟ بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اب حالت بدل چکی تھی، اب رسول اللہ ﷺ اور حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا میں صلح ہو چکی تھی، ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جیسے آپ دونوں نے لڑائی میں مجھے شریک کیا تھا اب مجھے صلح میں بھی شریک کر لیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہم نے تمہیں شریک کر لیا، تمہیں شریک کر لیا۔ (حیات الصحابہ، سیرت النبی)

محبت والفت کے نرالے انداز

آپ ﷺ اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک دستر خوان بلکہ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے، کھانے میں محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چوستی تھیں، پیالے میں وہیں منہ رکھ کر پیتے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منہ لگاتی تھیں، راتوں کو چراغ نہیں جلتا تھا اس لئے کبھی کبھی دونوں کا ہاتھ ایک ہی بوٹی پر پڑ جاتا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا نے عمر کے کئی مرحلے طے کئے، جب تک زندہ رہیں اسی مزار اقدس کے ساتھ متعلق رہیں، قبر نبوی ﷺ کے پاس ہی سوتی تھیں، ایک بار آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا، اسی دن سے وہاں سونا چھوڑ دیا۔

ایک دفعہ ایک ایرانی پڑوسی نے آپ ﷺ کی دعوت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ بھی ہوں گی؟ اس نے کہا: نہیں، ارشاد ہوا کہ تو پھر میں بھی قبول نہیں کرتا، میزبان دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال و جواب ہوا اور وہ واپس چلا گیا، تیسری دفعہ پھر آیا آپ ﷺ نے پھر فرمایا: عائشہ کی بھی دعوت ہے؟ عرض کی: جی ہاں، اس کے بعد آپ ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے گھر گئے۔ (مسلم، ج ٤ ص ٧٢٠۔ بخاری)

محدثین بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تنہا دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز خانہ نبوی میں فاقہ تھا، آپ ﷺ نے مروت اور لطف واخلاق سے دور سمجھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر خود شکم سیر کریں، پڑوسی نے دو دفعہ اس لئے انکار کیا کہ اس کے ہاں سامان ایک ہی آدمی کے لئے تھا، تیسری دفعہ کچھ سامان کر کے

حاضر ہوا۔ (سیرت عائشہ)

شوہر کا خیال ووفاداری

رحمت عالم ﷺ اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانوں پر سر رکھے سو جاتے، آپ ﷺ اسی طرح ایک دن آرام فرما رہے تھے کہ ایک خاص سبب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصے میں اندر تشریف لائے اور بیٹی کے پہلو میں کونچا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں صرف اس خیال سے نہیں ہلی کہ آپ ﷺ کے خواب راحت میں خلل واقع ہوگا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑے شوق سے دروازے پر ایک مصور پردہ لٹکایا، آپ ﷺ نے اندر داخل ہونے کا قصد کیا تو پردہ پر نظر پڑی، فوراً تیوری پر بل پڑ گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر سہم گئیں، عرض کی یا رسول اللہ! قصور معاف، مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟ فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوں فرشتے داخل نہیں ہوتے، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً پردہ چاک کر ڈالا اور اس کو مصرف میں لے آئیں۔

وفات کے بعد بھی یہ پہلو مدنظر رہا، رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک حکم کی تعمیل بالکل اسی طرح کرتی تھیں جیسے زندگی میں، ایک بار ایک سائل آیا، اسے روٹی کا ٹکڑا دے دیا، اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا اسے بٹھا کر خوب کھانا کھلایا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: انزلوا الناس منازلهم (لوگوں کو ان کے درجے پر رکھو)

شوہر کی خدمت گزاری

گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں، آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتیں، آپ ﷺ قربانی

کے لئے جو اونٹ بھیجتے اس کے لئے خود قلادہ بنتی تھیں، آنحضرت ﷺ کے سر مبارک میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں، سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتیں، مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں، گھر میں کوئی مہمان آتا تو مہمانی کی خدمت خود انجام دیتیں۔

رسول اللہ ﷺ معتکف ہوتے سیدہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزاری میں اس وقت بھی کمی نہ آتی، چونکہ حجرہ مسجد سے بالکل متصل تھا اور حجرہ کی دیوار کے قریب ہی آپ ﷺ کا بستر ہوتا تھا (اس جگہ کا نام اب استوانہ سریر ہے) وہاں ایک کھڑکی تھی جہاں سے آپ ﷺ اپنے اعتکاف گاہ سے سر مبارک نکالتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سر دھوتیں، تیل لگاتیں۔

اپنے محبوب شوہر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور خواہشات کا اتنا احترام تھا کہ فرماتی ہیں جب تک رسول اللہ ﷺ زندہ رہے میں اپنے نسوانی مجبوری کے تحت قضا ہونے والے روزے پورے سال میں صرف شعبان میں رکھتی کیونکہ ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ روزے رکھا کرتے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا تو پھر سال بھر میں جب چاہتی میں روزے رکھ لیتی۔ (ترمذی)

یعنی سال کے باقی دنوں میں روزے اس وجہ سے نہیں رکھتی تھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے خواہش ہو اور روزے کی وجہ سے وہ خواہش پوری نہ ہو سکے۔ (ترمذی)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشک

ان صفات وخصوصیات کی حامل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں، مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی زوجہ پر ایسا رشک نہیں جیسا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر تھا، میں نے انہیں نہیں دیکھا لیکن حضور ﷺ کو میں نے اکثر ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا، بسا اوقات آپ ﷺ بکری ذبح کرتے پھر اس کے ٹکڑے کاٹ کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں

کو بھیجتے، ان کا ذکر فرماتے تو ان کے لئے تعریف، استغفار کرنے سے نہ تھکتے۔

ایک مرتبہ میں نے غیرت میں آکر کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بڑھیا کا نعم البدل دیا ہے، میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ سخت غصے میں آگئے، میں کانپ گئی، میں نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی اے اللہ! جب تو مجھ سے اپنے رسول ﷺ کی ناراضگی دور فرمادے گا تو میں کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر برائی سے نہیں کروں گی، رسول اللہ ﷺ نے جب میری یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: تو نے یہ کیسے کہہ دیا، بخدا وہ مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے میری تکذیب کی، اس نے مجھے ٹھکانہ دیا جب لوگوں نے چھوڑ دیا، اللہ نے مجھے ان سے اولاد مرحمت فرمائی اوروں سے نہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ آئیں رسول اللہ ﷺ بہت مسرور ہوئے کیوں؟ ان کی آواز سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آواز جیسی تھی، ایک بڑھیا آیا کرتی تھی، رسول اللہ ﷺ ان کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے، اس کا اکرام فرماتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اس بڑھیا کا جتنا خیال رکھتے ہیں کسی اور کا نہیں فرماتے، حضور ﷺ نے فرمایا: یہ خدیجہ کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھیں اور پرانے تعلقات کی رعایت کرنا ایمان میں سے ہے۔ (حیات الصحابہ، ترجمہ علموا اولادکم محبت آل بیت النبی ﷺ)

غروب نہ ہونے والا آفتاب

ہر امتی رسول اللہ ﷺ کا مداح اور ان کی توصیف بیان کرتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے تو صرف وہ رتبے میں رسول نہیں بلکہ ایک ذی قدر، محبوب اور قابل احترام شوہر بھی تھے، چنانچہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کے لئے جو تعریفی اور تحسینی کلمات نکلے ان کی مثل کوئی نہیں لاسکتا، سخت گرمیوں کا موسم تھا، سرکار دو عالم ﷺ گھر پر اپنی جوتیوں کی مرمت کر رہے تھے، آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا، یہ دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے کاش! عروہ

اس حالت میں آپ کو دیکھتے (ایک مشہور شاعر کا نام ہے) آپ ﷺ تو ان اشعار کا مصداق ہیں:

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده	لما بذلوا فی سوم یوسف فی نقد
لؤامی زلیخا رأین جبینه	لآثرن بقطع القلوب علی الایدی

اگر اہل مصر آپ ﷺ کے حسن کی شہرت سن لیتے تو یوسف علیہ السلام کی خریداری کے لئے اپنی پونجی خرچ نہ کرتے اور اگر زلیخا کی سہیلیاں آپ ﷺ کی پرنور پیشانی کا جلوہ دیکھ لیتیں تو ہاتھ کاٹنے کے بجائے دل کے ٹکڑے کر دینے کو ترجیح دیتیں۔

سیدہ رضی اللہ عنہا سے یہ اشعار بھی منقول ہیں:

لنا شمس و للأفاق شمس	و شمسی خیر من شمس السماء
فشمس الناس تطلع بعد الفجر	و شمسی تطلع بعد العشاء
لؤامی زلیخا رأین جبینه	لآثرن بقطع القلوب علی الایدی

ایک ہمارا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے مگر آسمان کے سورج سے میرا سورج بہتر ہے۔ لوگوں کا سورج تو فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے لیکن میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ زلیخا کی ملامت گر سہیلیاں (اگر یوسف علیہ السلام کے بجائے) حضور ﷺ کا ماہ جبیں دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دل کاٹ بیٹھتیں۔

ابو بکر ہذلی جاہلی شاعر نے اپنے سوتیلے بیٹے تابط شرا کی تعریف میں اشعار کہے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وہ اشعار پڑھے اور کہنے لگیں، یا رسول اللہ! ان دونوں شعروں کے زیادہ مستحق تو آپ ہیں آپ ﷺ یہ سن کر مسرور ہوئے:

و مبرء من کل غیر حیفة	و فساد مرضعة وداء مغیل
و اذا نظرت الی اسرة وجهه	برقت کبرق العارض المتهلل

وہ اپنی ماں کے تمام عوارض شکم سے اور دودھ پلانے والی دایہ کی تمام بیماریوں سے پاک ہے اور جب تم اس کے چہرہ کے لکیروں کو دیکھو تو وہ برستے بادل کی بجلیوں کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئے۔

دن کی ملاقات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعزاز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نمازِ عصر سے فارغ ہوتے تو باری باری اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس جاتے اور مجھ پر اختتام فرماتے، فرماتی ہیں کہ جب میرے پاس آتے تو گھٹنا مبارک میری ران پر رکھتے اور دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھتے اور منہ کے بل مجھ پر جھک جاتے۔

قرآن کریم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوتا تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام ازواج مطہرات پر مجھے چار چیزوں میں فخر حاصل تھا۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں شادی کی جب کہ میرے علاوہ کوئی بھی کنواری نہیں تھی، جب سے میں آپ کے عقد میں آئی قرآن میرے ہی گھر میں نازل ہوتا تھا کسی اور بیوی کے گھر میں نازل نہیں ہوتا تھا اور میرے معاملہ میں صفائی کے لئے قرآن کریم نازل ہوا جو تا قیامت تلاوت کیا جائے گا، اور میرے نکاح سے پہلے دومرتبہ جبریل امین میری تصویر لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

نبی کریم ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ایک دن میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ خوش ہیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، تو آپ نے فرمایا:

اللھم اغفر لعائشة ما تقدم من ذنبها و ما تأخر، و ما أسرت و ما أعلنت

اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمادے اور جو چھپے ہوں یا ظاہر ہوں ان کو بھی معاف فرمادے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوشی سے اس قدر شرمائیں اور ہنسیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کا سر اپنی گود تک جھک گیا، یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں میری دعا سے خوشی ہوئی ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ کی دعا سے خوشی کیوں نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لئے ہر نماز میں یہی دعا کرتا ہوں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں، فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ آپ اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی، آپ فرما رہے تھے ''اے اللہ عائشہ کی ایسی ظاہری و باطنی مغفرت فرما کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے اور آئندہ سے کوئی گناہ نہ ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! کیا تمہیں اس سے مسرت ہوئی؟ عرض کیا اس رب کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا، مجھے بہت خوشی ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا اس رب کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا اپنی امت کے مقابلے میں میں نے تمہیں کوئی خصوصیت نہیں دی، میں دن رات اپنی امت کے لئے یہی دعا کرتا رہتا ہوں ان کے لئے جو گزر گئے اور جو تا قیامت آئیں گے، میں دعا کرتا ہوں اور ملائکہ آمین کہتے ہیں (اس کے باوجود اس دعا میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خصوصیت دعا کے اعزاز سے نوازا، امت کے لے دعا عمومی ہوتی ہے)

روزے کی حالت میں نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیار

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں ہوتے اور میرے چہرے پر جہاں چاہتے بوسہ دیتے۔(صحیح بخاری، کتاب الصوم)

آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا کچھ دیر مسکرائیں پھر فرمایا ہاں بعض بیویوں کا بوسہ لیتے تھے (اور مراد خود ہی تھیں)۔(مسلم، کتاب الصوم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے اور فرماتی ہیں کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کو شہوت پر قابو تھا تم میں سے کس کو ہے؟۔(شرح مسلم نووی، ج۳ ص۱۶۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا ایک لمحہ خاموش رہیں پھر آپ رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں۔

(مسند احمد، ج٤ ص۲۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پسند نبی کریم ﷺ کی پسند بن جاتی

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کا تلبیہ کہتے ہوئے مکہ پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا تلبیہ کہا، فرماتے ہیں جب ہم سرف نامی جگہ پہنچے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماہواری شروع ہوگئی، آپ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ عائشہ رو رہی ہیں، آپ نے فرمایا: تم کیوں رو رہی ہو؟ آپ نے عرض کیا میری حالت تو یہ ہے کہ مجھے ماہواری آنا شروع ہوگئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بنات آدم کے

مقدر میں لکھ دیا ہے، تم غسل کرلو اور حج کا تلبیہ کہنا شروع کردو۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اور تمام مواقف ادا کئے اور جب پاک ہوگئیں تو کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ میں سعی کی، آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ اب تم حج وعمرہ دونوں سے پوری طرح فارغ ہوچکی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کوئی حرج محسوس ہورہا ہے کیونکہ میں نے دورانِ حج بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ آپ سہولت کو پسند فرماتے تھے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی طواف کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمالیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیج دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمرے سے واپسی کا نبی کریم ﷺ کو انتظار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے وادی محصب میں میرا انتظار کیا یہاں تک کہ تنعیم سے چل کر میں نے رات کے وقت اپنا عمرہ مکمل کیا، آپ ﷺ نے اعلان کروادیا کہ اب نکلو چنانچہ جب فجر سے کچھ قبل ہم بیت اللہ پہنچے تو طواف کیا۔

(بخاری، ج۲ ص۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص طور پر سفر میں گپ شپ

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سفر کے لئے تشریف لے جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ فرماتی ہیں اسی طرح ایک سفر کے موقع پر میرا اور حفصہ کا قرعہ نکلا تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل دیں، آپ ﷺ دورانِ سفر رات کے وقت میرے پاس تشریف لاتے اور مجھ سے گفتگو فرماتے اور چلتے رہتے۔

فرماتی ہیں ایک دن حفصہ نے مجھے کہا کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم میرے اونٹ پر آجاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاتی ہوں اور ایک دوسرے کے اونٹ کا سفر دیکھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے مان لیا اور حفصہ میرے اونٹ پر سوار ہو گئیں اور میں حفصہ کے اونٹ پر۔ نبی کریم ﷺ رات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے قریب تشریف لائے تو اس پر حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ نے سلام کیا اور ان کے ساتھ باتیں کرتے رہے، جب اس رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو نہ پایا تو انہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر بڑی غیرت آئی، جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہ گھاس میں پاؤں ڈال کر بیٹھ گئیں اور تمنا کرنے لگیں کہ اللہ کوئی بچھو یا سانپ بھیج دے جو مجھے ڈس لے، آپ ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں، میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ (مسلم، ج۵، ص۲۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹنی دینا اور نرمی کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ مجھے نبی پاک ﷺ نے ایک اونٹنی دی جو کالے رنگ کی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئلہ ہو، اس میں نکیل نہیں تھی اور بڑی ضدی تھی، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا کیونکہ نرمی جس چیز میں بھی پائی جائے وہ اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس سے نرمی نکل جائے اس کو معیوب بنا دیتی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت شریح ابن ہانی رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس اونٹ پر سوار ہوئیں تو وہ بدکنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہا نے بطور تادیب اس کو مارا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! اس کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ اللہ رب العزت بھی رفیق ہیں اور نرمی کو پسند بھی فرماتے ہیں، اور نرمی پر جس قدر عنایت فرماتے ہیں سختی پر عطا نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم، ج۵ ص۴۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نبی کریم ﷺ کا خاص احسان

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کسی ایسی وادی یعنی چراگاہ میں نزول فرمائیں کہ جہاں بعض درختوں سے جانور چر چکے ہوں اور بعض درخت ایسے ہوں جہاں ابھی تک جانور نہ چر سکے ہوں تو آپ کس جگہ اپنے اونٹ کو چرنے کے لئے چھوڑیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنا اونٹ اس جگہ چرنے کے لئے چھوڑوں گا جہاں جانور نہ چر سکے ہوں۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد کسی اور باکرہ لڑکی سے شادی نہیں کی۔ (صحیح مسلم، ج٥ ص٤٥٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سہیلیوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھیلنا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں میں چھوٹی بچیوں کے ساتھ آپ ﷺ کی موجودگی میں کھیلا کرتی وہ میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو وہ چھپ جایا کرتیں مگر آپ ان کو میرے پاس بھیج دیتے وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (مسلم، ج٥ ص٩٥)

گیارہ عورتوں کا قصہ

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ سہیلیوں نے آپس میں یہ معاہدہ اور اقرار کیا کہ وہ اپنے اپنے خاوندوں کی کوئی بات نہ چھپائیں گی اور پورا پورا حال سچ سچ بیان کریں گی۔

ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آیا ہے پھر ان کے ناموں میں اختلاف ہے اس لئے نام حذف کر دیئے گئے یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضرورت سے گئے ہوئے تھے یہ خالی تھیں تو دل بہلانے کے لئے بیٹھ گئیں اور باتیں شروع ہوگئیں، ہر ایک عورت نے اپنے اپنے شوہر کا حال بیان کر دیا۔

پہلی عورت:

پہلی عورت نے کہا: میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے جو ایک دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو نہ پہاڑ کا راستہ آسان ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ ہی وہ گوشت ایسا عمدہ ہے کہ تکلیف اٹھا کر لایا جائے۔

یعنی اس عورت کا خاوند بیکار آدمی ہے اس میں کوئی خوبی نہیں ہے برائے نام کسی کام کا ہو بھی تو بد خلق اور متکبر اتنا کہ اس تک رسائی مشکل ہے، نہ ملتے بن پڑے تو چھوڑے بن پڑے۔

دوسری عورت:

دوسری عورت نے کہا: میں اپنے خاوند کا حال نہیں بتا سکتی، میں ڈرتی ہوں کہ اگر اس کے عیوب بیان کرنے شروع کروں تو پورے نہ بتا سکوں گی کیونکہ اگر بتاؤں تو ظاہری اور باطنی سب عیوب بیان کروں۔

یعنی دوسری عورت نے اپنے شوہر کو سراپا عیب قرار دیتے ہوئے اجمالاً اس کے عیب بیان کر دیئے اور تفصیل سے معذرت کر لی۔

تیسری عورت:

تیسری عورت نے کہا: میرا خاوند لمبا ہے یعنی احمق بیوقوف ہے اگر میں کسی بات پر بول پڑوں تو فوراً طلاق اور اگر چپ رہوں تو لٹکی رہوں یعنی زبان سے کوئی ضرورت بیان کروں تو طلاق کا خدشہ ہے اور اگر خاموش رہوں تو اس کو میری پرواہ نہیں ہوتی، نہ

شوہر والیوں میں شمار نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں۔

چوتھی عورت:

چوتھی عورت نے کہا: میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح ہے یعنی معتدل المزاج ہے نہ گرم نہ ٹھنڈا، اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔

گویا اس عورت نے اپنے شوہر کی تعریف کی ہے کہ اس کا شوہر میانہ روی اور اعتدال کے راستے پر چلنے والا ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے اور نہ ہی بیزار رہتا ہے۔

پانچویں عورت:

پانچویں عورت نے کہا: میرا خاوند جب گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ مال و اسباب چھوڑ کر جاتا ہے اس کے بارے میں پوچھتا بھی نہیں ہے۔

اس عورت نے اپنے خاوند کی تعریف کی ہے کہ وہ گھر میں آکر بے خبر ہو جاتا ہے، نہ خفا ہوتا ہے، نہ کسی چیز میں دخل دیتا ہے اور گھر میں جو کھانے پینے کی اشیاء ہوں ان کے متعلق باز پرس نہیں کرتا۔

چھٹی عورت:

چھٹی عورت نے کہا: میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے اور لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لیٹ جاتا ہے میری طرف اپنا ہاتھ تک نہیں بڑھاتا تاکہ میرا دکھ درد جان سکے۔

اس عورت نے اپنے خاوند کی مذمت بیان کی ہے کہ اس کو بیل کی طرح کھانے پینے کے سوا کوئی کام نہیں آتا اور نہ عورت کی خبر گیری کی فکر کرتا ہے۔

ساتویں عورت:

ساتویں عورت نے کہا: میرا خاوند صحبت سے عاجز اور نامرد ہے اور اتنا ناسمجھ

ہے کہ بات بھی نہیں کرسکتا، ہر بیماری اس میں موجود ہے اور ظالم بھی ایسا ہے کہ میرا سر پھوڑ دے یا جسم زخمی کردے یا دونوں ہی کر گزرے۔

اس عورت نے اپنے خاوند کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ حقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے بات کریں تو گالی دے مذاق کریں تو سر پھوڑ دے ناراض ہو تو اعضاء توڑ ڈالے یا سب ظلم ہی کر ڈالے۔

آٹھویں عورت:

آٹھویں عورت نے کہا: میرا شوہر خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہے اور چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے۔

اس عورت نے اپنے شوہر کی مدح سرائی کی ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن دونوں اچھے ہیں، نرم مزاج ہے کہ نام کو غصہ نہیں، نازک بدن اور خوشبودار جسم والا ہے کہ لپٹنے کو دل چاہے۔

نویں عورت:

نویں عورت نے کہا: میرا خاوند اونچے محل والا، اونچے قد والا، اور بڑی راکھ والا ہے اور اس کا مکان دارالمشورہ کے قریب ہے۔

اس عورت نے اپنے شوہر کی اچھائی بیان کی ہے کہ وہ بڑا رئیس اور سخی آدمی ہے ہر وقت اس کا باورچی خانہ گرم رہتا ہے، اس لئے راکھ بھی بہت نکلتی ہے معتدل قد و قامت والا، سمجھدار انسان ہے اس لئے اس سے مشورہ کرنے میں رجوع کیا جاتا ہے گویا اس کا گھر ہی دارالمشورہ بن گیا ہے۔

دسویں عورت:

دسویں عورت نے کہا: میرے خاوند کا نام مالک ہے اور مالک کیا خوب ہے، مالک میری تمام تعریفوں سے افضل ہے، اس کے اونٹوں کے بہت شتر خانے ہیں اور کم چراگاہیں ہیں، جب اونٹ باجے کی آواز سنتے ہیں تو اپنے ذبح ہونے کا یقین کر

لیتے ہیں۔

اس عورت کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ اس کا خاوند نہایت سخی ہے، مہمانداری کی وجہ سے اونٹ چرنے کا موقع ہی نہیں پاتے اور گھر میں کھڑے کھڑے ہی ذبح کر دیئے جاتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

گیارہویں عورت:

گیارہویں عورت نے کہا: میرے خاوند کا نام ابوزرع ہے، اور کیا خوب ابوزرع ہے اس نے زیورات سے میرے کان جھکا دیئے ہیں اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو بھر دیئے ہیں اور مجھ کو بہت خوش کیا چنانچہ میری جان بہت مسرور اور پرمسرت ہے۔

اس نے مجھے بھیڑ بکری والوں میں پایا جو پہاڑ کے کنارے رہتے تھے اور تنگی سے گزر بسر کرتے تھے سو اس نے مجھے گھوڑے، اونٹ، کھیت اور خرمن کا مالک بنا دیا یعنی ذلیل ومحتاج تھی اس نے مجھ کو باعزت اور مالدار کر دیا اور اس پر مزید خوش خلقی یہ ہے کہ میں اس سے بات کرتی ہوں تو وہ مجھ کو برا نہیں کہتا، سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں یعنی کچھ کام نہیں کرنا پڑتا، پیتی ہوں تو سیراب ہو جاتی ہوں۔

ابوزرع کی ماں! سو کیا خوب ہے ابوزرع کی ماں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرے رہتے ہیں اس کا مکان نہایت وسیع ہے یعنی وہ بڑی مالدار اور بڑی فراخدل خاتون ہے۔

ابوزرع کا بیٹا! سو کیا خوب ہے ابوزرع کا بیٹا اس کی خوابگاہ سُتی ہوئی تلوار کی طرح باریک ہے، بکری کے بچہ کا ایک دست اس کو آسودہ کر دیتا ہے، یعنی بہادر ہے، سپاہیانہ زندگی گزارتا ہے کہ ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ جاتا ہے، اسی طرح کھانے میں بھی اس کی غذا مختصر اور قلیل ہے۔

ابوزرع کی بیٹی! بھلا اس کی کیا بات ہے وہ باپ کی تابعدار، ماں کی

فرمانبردار، اپنے لباس کو بھرنے والی یعنی صحتمند اور موٹی تازی ہے، اور اپنی سوکن کی جان ہے یعنی اپنے خاوند کی پیاری ہے اس واسطے اس کی سوکن اس سے جلتی اور کڑھتی رہتی ہے۔

ابوزرع کی باندی کا کیا کمال بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہیں کہتی کھانے تک کی چیز بھی بلا اجازت خرچ نہیں کرتی اور ہمارا گھر کوڑے سے آلودہ نہیں کرتی، یعنی مکان کو صاف وشفاف رکھتی ہے۔

یہ ہماری حالت تھی مزے سے دن گزر رہے تھے ایک روز صبح کے وقت جب کہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے کہ ابوزرع گھر سے نکلا تو راستہ میں وہ ایک عورت سے ملا جس کے ساتھ چیتے جیسے دو بچے تھے جو اس کی گود میں دو اناروں سے کھیل رہے تھے، پس وہ ابوزرع کو کچھ ایسی پسند آئی کہ اس نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا۔

ابوزرع کے مجھے طلاق دینے کے بعد میں نے ایک شریف سردار مرد سے نکاح کیا جو عمدہ گھوڑے کے شہسوار سپہ گر اور نیزہ باز ہیں اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ، گائے، بکری وغیرہ میں سے ایک ایک جوڑا مجھ کو دیا اور یہ بھی کہا، ام زرع! خود بھی کھا اور اپنے میکے والوں کو بھی جو چاہے بھیج دے۔

لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں جو دوسرے خاوند نے دیا تو وہ سب ابوزرع کے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہ ہوں، یعنی دوسرے خاوند کا احسان پہلے خاوند کے احسان سے نہایت کم ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنا چکیں تو حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے ام زرع کے لئے ابوزرع تھا یعنی میں ویسے ہی تیری خاطر کرتا ہوں، مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضور! میرے ماں باپ آپ پر

قربان! ابوزرع کی کیا حیثیت ہے؟ آپ میرے لئے اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔

(مسلم، ج ۲۔ بخاری، ج ۲۔ ترمذی، طبرانی و فی الشمائل، باب ما جاء فی کلام رسول الله ﷺ، ص ۱۷)

البتہ طبرانی کی معجم کبیر کی روایت کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ بھی زائد ہے یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ تو میرے لئے ابوزرع سے بھی (ہزار ہا ہزار درجہ) بہتر ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی نہایت تاکید فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

استوصوا بالنساء خیرا

عورتوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی سے پیش آتے رہنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی بدخلقی سے اپنے اہل کو رنج اور ایذا پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ (زواجر ابن حجر)

آپ ﷺ بھی اپنی ازواج کے ساتھ مثالی برتاؤ فرماتے تھے اس حدیث ام زرع کے آخر میں جس عورت کا بیان ہے اسی کا نام ام زرع تھا، اپنے شوہر ابوزرع کی بہت تعریف بیان کی کہ میں (ام زرع) بکریوں والے غریب گھرانے کی بیٹی نہایت عسرت و مشقت میں تھی لیکن ابوزرع (شوہر) نے مجھ کو اونٹوں والی، گھوڑوں والی، محلوں والی بنا دیا، زیوروں سے مجھے لاد دیا اور وہ وہ کھانے اور غذائیں کھلائیں کہ چربی سے میرے بازو بھر گئے مجھ کو بہت خوش کیا میں بھی اس سے بہت خوش ہوگئی، میں اتراتی ہوں، بکتی ہوں مگر وہ برا نہیں مانتا اور نہ کبھی برا کہتا ہے، میں اپنے گھر بار کی مختار ہوں جس طرح چاہتی ہوں تصرف کرتی ہوں اس میں ذرا روک ٹوک نہیں کرتا، لونڈیاں ہر وقت میری خدمت گزاری میں لگی رہتی ہیں، میں بالکل بے فکر رہتی ہوں اور ابوزرع نے فرمایا ہے کہ اے ام زرع خوب کھا اور اپنے اہل کو کھلا، حضور ﷺ نے یہ قصہ سن کر فرمایا: میں اپنی زواج کے حق میں ایسا ہی ہوں جیسے ام زرع کے لئے (ان

کا شوہر) ابو زرع لیکن اس میں یہ عیب تھا کہ وہ طالق (طلاق دینے والا) تھا میں طالق نہیں ہوں ۔ (بخاری، کنز العمال)

شمائل کبریٰ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ بحوالہ طبرانی یہ راویت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر فرمایا: حضرت! ابو زرع کی کیا حقیقت، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں ۔ حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان میاں بیوی کو حضور اقدس ﷺ کے ان تمام اوصاف میں اتباع کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین

حالت حیض میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں کنگھی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مسجد میں اعتکاف فرمایا کرتے تو مسجد میں ہوتے ہوئے سر مبارک میرے حجرے میں داخل کرتے اور میں آپ ﷺ کے کنگھی کیا کرتی اور آپ ﷺ گھر میں قضاء حاجت کے لئے ہی تشریف لاتے ۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ میں حیض میں ہوتی تھی ۔

(بخاری، ج۲ ص۶۳۔ مسلم، ج۱ ص۵۹۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ کو حل وحرم میں خوشبو لگائی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو احرام پہنتے وقت ایک عمدہ قسم کی خوشبو لگائی ۔ (مسلم، ج۳ ص۲۶۹)

ایک برتن سے غسل کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور سرور کونین ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے، کبھی آپ ﷺ کا ہاتھ سبقت کر جاتا اور میں کہتی میرے لئے چھوڑو، میرے لئے چھوڑو، فرماتی ہیں کہ ہم دونوں غسل جنابت کر رہے ہوتے تھے ۔ (مسلم، ج۱ ص۶۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر نماز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اس بستر پر بھی نماز پڑھا کرتے جس پر ہم سویا کرتے تھے اور میں سامنے لیٹی ہوتی تھی یعنی قبلہ اور آپ ﷺ کے درمیان ہوتی تھی۔

حالت حیض میں ایک لحاف میں سونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ لحاف میں سویا کرتی جب کہ میں حالت حیض میں ہوتی۔ (مسلم، ج ۲ ص ۱٤٦) اور ایک کپڑا لپیٹے ہوئے سوئی رہتی تھی۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ لگانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں سبقت لے گئی، پھر جب کچھ عرصہ بعد میرا جسم بھاری ہو گیا تو دوبارہ ہمارے درمیان مقابلہ ہوا جس میں آپ ﷺ سبقت لے گئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس جیت کے بدلے میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھی، اس وقت میں ایک لڑکی تھی میرا جسم بھی ہلکا تھا، آپ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا آگے نکل جاؤ، جب صحابہ آگے نکل گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: چلو عائشہ میں تم سے دوڑ کا مقابلہ کرتا ہوں، فرماتی ہیں میں دوڑ میں آپ ﷺ پر سبقت لے گئی، آپ خاموش ﷺ ہو گئے۔ فرماتی ہیں پھر جب میرا جسم بھاری ہو گیا اور میں بھول بھی گئی کہ میرا آپ ﷺ سے دوڑ کا مقابلہ ہوا تھا، ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھی، آپ ﷺ نے صحابہ کو آگے بھیج دیا اور مجھے فرمایا: اب مقابلہ کرتے ہیں، اس دفعہ آپ ﷺ جیت گئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: یہ اس کے مقابلے

میں ہے۔(سیرت ملا)

نمازِ فجر سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمانا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رات کی عبادت کے بعد جب فجر کی دو رکعتوں سے فارغ ہوتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو آپ ﷺ مجھ سے گفتگو فرماتے تھے، اگر میں سو رہی ہوتی تو آپ ﷺ فجر کی اذان تک آرام فرما لیتے اور ایک دوسری روایت کے مطابق اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔

حضور ﷺ کی تین پسندیدہ چیزیں

عن انس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ حبب الی من الدنیا: النساء، و الطیب، و جعل قرة عینی فی الصلاة (النسائی، باب حب النساء، ج۲ ص۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں سے مجھے عورت اور خوشبو پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

عن انس، قال: لم یکن شیٔ احب الی رسول الله ﷺ بعد النساء من الخیل (النسائی، باب حب النساء، ج۲ ص۹٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبت عورتوں کے بعد (جنگی) گھوڑوں سے تھی۔

حدیث انہی الفاظ کے ساتھ نسائی شریف میں مذکور ہے لیکن ترمذی اور مسند احمد میں ''من الدنیا'' کا لفظ نہیں بلکہ ''حبب الی الطیب و النساء الخ'' مذکور ہے یہی الفاظ زیادہ صحیح ہیں نیز بعض حضرات یہاں ''من الدنیا'' کے ساتھ

''الثلاث'' کا لفظ نقل کرتے ہیں، لیکن بقول علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے کتب حدیث میں لفظ الثلاث کہیں منقول نہیں ہے، چنانچہ ''من الدنیا الثلاث'' حدیث کے الفاظ ہونے سے اشکال ہوگا کہ نماز تو دنیوی چیز نہیں ہے پھر اس پر ''من الدنیا'' کا اطلاق کیونکر ہوگا؟ لیکن علامہ عسقلانی کے قول کے مطابق اگر یہ الفاظ حدیث کے نہیں ہیں تو پھر کوئی اشکال نہ ہوگا، بہر حال حدیث مذکور میں جن تین چیزوں پر آپ ﷺ نے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ان میں ایک خوشبو ہے، سابق انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ ﷺ کو بھی مسواک اور خوشبو بہت پسند تھی اور خوشبو آپ ﷺ کو پسند کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی تمام خوشبوؤں کا مجموعہ تھی آپ ﷺ کی باتوں میں پھولوں جیسی مہک، آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس میں عنبر جیسی خوشبو، آپ ﷺ کے بدن کے مساموں میں مشک کی خوشبو، آپ ﷺ کے قدموں کی دھول میں چنبیلی جیسی خوشبو، آپ ﷺ کے پسینے میں گلاب جیسی خوشبو تھی پھر آپ ﷺ کو خوشبو کیوں پسند نہ ہوتی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم آپ ﷺ کے پسینے کو جمع کرتی تھیں جب آپ ﷺ قیلولہ فرماتے، آپ ﷺ نے ام سلیم سے پوچھا یہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ بہتر ہے۔ (مسلم، ج۲ ص ۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے کپڑوں اور بدن پر عمدہ سے عمدہ خوشبو لگانے کا اہتمام فرماتی تھیں۔ (بخاری، ص۸۷۸)

خواتین کو بھی چاہئے کہ خود بھی اپنے شوہروں کے لئے خوشبو لگائیں اور اپنے سرتاج کے کپڑوں پر بھی خوشبو لگانے کا اہتمام کریں، گھر سے باہر بازاروں میں نکلتے وقت عورتوں کا خوشبو لگا کر نکلنا حرام ہے، حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔

عورت: اس حدیث میں آپ ﷺ نے خوشبو کے ساتھ عورت کا ذکر فرمایا یہ بتانے کے لئے کہ جس طرح ایک سلیم الفطرت انسان کو خوشبو سے محبت ہوتی ہے اسی طرح ایک سلیم الطبع انسان کو عورت سے بھی محبت ہوتی ہے پھر رسول کریم ﷺ جن کی بعثت ہی معاشرہ کے مظلوم اور کمزور طبقوں کی دادرسی تھی کیوں نہ اس مظلوم عورت سے

محبت وشفقت فرماتے جو زمانہ جاہلیت ہی سے ظلم وستم کا شکار تھی اور پیدائشی طور پر اکثر بیماریوں، ماہواری، زچگی، رضاعت کا ہدف بنتی رہتی اس لئے مرد کی بنسبت زیادہ توجہ وشفقت کی مستحق تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس مظلوم عورت کو اپنی محبت وشفقت کے ذریعہ عزت واحترام کا اونچا مقام عطا کیا ماں، بیٹی، بہن ہر حیثیت سے عورت کو اس کا اصل مقام اور اس کے حقوق دیئے، نیز عورت کو بیوی کی حیثیت سے وہ محبت دی کہ اسلام کے علاوہ دنیا میں شاید اس کی مثال ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہے آپ ﷺ نے اپنی ازواج کے ساتھ بے مثال حسن معاشرت قائم فرمایا، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

> تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی آل واولاد کے لئے بہتر ہے اور خود میں اپنی آل واولاد کے لئے بہتر ہوں۔ (مشکوٰۃ، ص ۲۸۳)

آپ ﷺ کو اپنی بیویوں سے کس قدر محبت تھی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی آپ ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سنئے، فرماتی ہیں:

> مجھے جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک ہوتا تھا وہ آپ ﷺ کی کسی اور بیوی پر نہیں حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں، مگر رسول اللہ ﷺ بہت کثرت سے ان کو یاد کرتے تھے، ان کے ساتھ انس ومحبت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تو آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آجاتیں اور گوشت کا ایک حصہ ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرمادیتے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اکثر آپ ﷺ سے میں کہا کرتی تھی کہ کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ یہ بات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کثرتِ یاد کی بنا پر کہتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی رنگ میں رنگ گئے تھے اپنی بیویوں سے بڑی مخلصانہ محبت تھی، واقعات نقل کر کے طوالت مقصود نہیں ورنہ حضرت بریرہ اور مغیث کی محبت وعشق کا واقعہ کتب حدیث میں مشہور ہے اور دلچسپ بھی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

کی اپنی بیوی سے محبت کا واقعہ بھی مشہور ہے، الغرض آپ ﷺ نے عورتوں سے اپنی محبت کے ذریعہ ان کو عزت کا بلند مقام عطا کیا۔

حدیث مذکور سے آنحضرت ﷺ کا مقصد جہاں مظلوم عورتوں کی عظمت بڑھانا ہے وہاں ایسے لوگوں کی شادی کی طرف ترغیب وتنبیہ بھی مقصود ہے جو فخریہ انداز میں عورتوں سے علیحدہ رہ کر راہبانہ زندگی گزارنے کو بہتر سمجھتے ہیں، آپ ﷺ سے زہد وتقویٰ میں بڑھ کر ہونے کا بھلا کون دعویٰ کرسکتا ہے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس قدر کثرت سے نکاح فرمائے، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا: "نہیں" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تزوج فان خير هذه الامة اكثرهم نساء

(بخاري، ج۲ ص۷۵۸)

شادی کرو کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر شخص وہ ہیں جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

اس حدیث کے فتح الباری میں دو مطلب بیان ہوئے ہیں:

۱۔ اس امت میں جس کی بھی زیادہ بیویاں ہوں وہ بہتر شخص ہے۔

۲۔ اس امت کے سب سے بہتر شخص یعنی آنحضرت ﷺ بیویوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے یہی مفہوم راجح ہے۔ (فتح الباری، ج۹ ص۱۴۳)

آنحضرت ﷺ نے نکاح سے (بلا عذر شرعی) کنارہ کشی کرنے والوں کو کس قدر سخت تنبیہ فرمائی اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے کہ حضرت عکاف بن بشر تمیمی سے آپ ﷺ نے پوچھا اے عکاف! تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، آنحضرت ﷺ نے پوچھا: صلاحیت رکھتے ہو اور خوش حال بھی ہو پھر بھی شادی سے گریز کیا:

اذا انت من اخوان الشياطين

تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کی شادی کرادی۔ (جمع الفوائد، النکاح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہم لوگوں کو شادی سے کنارہ کشی اختیار کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔ (بلوغ المرام، النکاح)

حدیث مذکور میں ''حبب'' صیغہ مجہول لایا گیا کہ میرے دل میں عورت کی محبت ڈالی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ از خود عورت سے محبت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی محبت کا حکم ہوا ہے۔

نماز: حدیث مذکور میں آپ ﷺ نے تیسری چیز نماز کو بیان فرمایا، نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک بہترین روحانی رابطہ پیدا کرتی ہے اور اس رابطہ سے روح انسانی کو حقیقی سکون و مسرت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ اس حقیقت سے کس کو انکار ہے کہ دنیا میں ہر شاہ و گدا مرد و زن کو راحت و مسرت اور قلبی سکون کی طلب و خواہش ہے اور اس قلبی اطمینان و سکون کا واحد ذریعہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (الرعد:۲۸)

سنو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

اور نماز ہی اس ذکر الٰہی کی بہترین شکل ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ

نماز پڑھو میری یاد کے واسطے۔

اور جب ایک مسلمان عورت نماز کا اہتمام کرتی ہے تو قدرت کی طرف سے اس کے لئے شوہر اور اولاد بھی سکون و اطمینان اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنتے ہیں ورنہ نمازیں ضائع کرنے والی عورت کم از کم قلبی سکون سے تو محروم ہوتی ہے۔

قرآن و حدیث میں نماز نہ پڑھنے والوں پر شدید وعید اور عذاب کا بیان ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ

(الماعون: ٤، ٥)

ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے بے پروا ہیں۔

یعنی بے فکری میں کبھی پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں پڑھتے یا وقت سے ٹال کر پڑھتے ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق آنحضرت ﷺ سے پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو وقت سے ٹال کر نماز پڑھتے ہیں، ان کے لئے ویل کا عذاب ہے، ویل جہنم میں ایک وادی ہے۔

(الکبائر للذهبی، ص ١٤)

اے خواتین اسلام! اس سے اندازہ لگاؤ کہ نمازیں ضائع کرنا کس قدر شدید گناہ ہے حالانکہ تم معمولی عذر سے بھی نمازیں ضائع کر دیتی ہو بچہ روئے تو ضائع، کچن کی مصروفیات بڑھ جائیں تو نماز ضائع، اور شادی بیاہ میں تو نماز کا خیال ہی نہیں آتا۔ حالانکہ بے ہوشی اور ناپاکی کے علاوہ کسی بھی حالت میں عورت کو نماز معاف نہیں ہے نہ قضا کرنے کی گنجائش ہے، حنفی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت کا بچہ ہو رہا ہو تو اگر بچہ کا سر باہر آ گیا ہے اور نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہے اس حالت میں بھی عورت پر یہ لازم ہے کہ نماز پڑھے وضو نہیں کر سکتی تو تیمم کرے، رکوع سجدہ نہ کر سکتی ہو تو اونچی جگہ بیٹھ جائے ہنڈیا جیسی کوئی چیز نیچے رکھ دے جس میں بچہ کا سر محفوظ ہو جائے اور بیٹھے بیٹھے اشارہ سے نماز پڑھے قضا نہ کرے۔ (نفع المفتی و السائل)

اے خواتین اسلام! رسول کریم ﷺ نے تمہیں کس قدر محبت و عظمت بخشی لیکن کیا تم بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین و شریعت کے ساتھ محبت رکھتی ہو؟ غور کرنے کا مقام ہے۔

چند بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ میلان

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: من كان له امراتان يميل لاحدهما على الاخرى، جاء يوم القيامة احد شقيه مائل (ابو داؤد، النكاح، باب القسم بين النساء، ج ۱ ص ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے نکاح میں دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں میں سے کسی ایک بیوی کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ جھکا ہوا ہوگا۔

عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ يقسم بين نسائه، فيعدل ثم يقول: اللهم هذا فعلی فيما املك فلا تلمنی فيما تملك و لا املك قال ابو عبدالرحمن: ارسله حماد بن زيد (سنن ابی داؤد، ج ۱ ص ۲۹۷، باب القسم بين النساء)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں باری مقرر فرمانے میں برابری اور عدل کا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور ساتھ ہی بارگاہ الٰہی جل شانہ میں عرض کیا کرتے تھے: اے اللہ! یہ میری منصفانہ تقسیم اور مساوات اس چیز میں ہے جو میرے اختیار میں ہے اس لئے جو چیز آپ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں یعنی قلبی میلان ورجحان اس میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمایئے۔

خوشگوار و پائیدار ازدواجی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ تمام قسم کے ازدواجی حقوق میں عورتوں سے کسی قسم کی کوئی حق تلفی نہ کی جائے اسی لئے قرآن کریم میں سورۃ

النساء کی آیت (۱۲۹) میں ایک سے زائد (چار تک) بیویوں میں عدل و برابری کو شوہر کے ذمہ فرض قرار دیا گیا اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے بیویوں میں عدل و برابری کو نہایت تاکیدی حکم قرار دیا اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر سخت وعید سنائی، آپ ﷺ نے بیویوں کے حقوق میں برابری قائم نہ رکھنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ، ص ۲۷۸)

البتہ مساوات و برابری ان امور میں ضروری ہے جو انسانی اختیار میں ہیں مثلاً نان نفقہ جائے رہائش اور شب باشی وغیرہ میں برابری، رہے وہ امور جو انسانی اختیار میں نہیں مثلاً محبت و قلبی میلان تو اس میں کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا بشرطیکہ اس قلبی میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے، قرآن کریم کی اس آیت کریمہ:

وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْآ اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَة

تم ہرگز نہیں رکھ سکو گے عورتوں کو (قلبی میلان میں) اگرچہ تم اس کی حرص کرو، سو بالکل ہی پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو جیسے ادھر میں لٹکتی۔ (معارف القرآن، ج ۲ ص ۵۵۸)

میں اسی کا بیان ہے کہ قلبی میلان میں تم برابری نہیں رکھ سکو گے لیکن ایسا بھی نہ کرو کہ اس قلبی میلان کی وجہ سے اختیاری معاملات میں اسی ایک بیوی کو ترجیح دینے لگو کہ جس سے بیچاری دوسری لٹکتی ہی رہ جائے اگر ایک سے زائد بیویوں کے درمیان اختیاری معاملات میں عدل و برابری قائم نہ رکھ سکو تو صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا حکم ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء:۳)

آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان اختیاری معاملات میں پوری مساوات قائم فرمائی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان اوپر کی حدیث

میں گزرا، لیکن اس کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے:

اللهم هذا قسمی فيما املک

یعنی چند بیویوں کی صورت میں کسی ایک کی طرف خصوصی میلان قلب اور محبت ہونا ایک غیر اختیاری فعل ہے جس میں برابری کرنا انسان کے بس میں نہیں، پس اے اللہ! ایسے غیر اختیاری معاملہ میں ہمارا مواخذہ نہ فرما، کیونکہ آنحضرت ﷺ کو بھی تمام بیویوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت تھی جیسا کہ اگلی حدیث میں اسی کا بیان ہے:

ان عائشة قالت: ارسل ازواج النبی ﷺ فاطمة بنت رسول الله ﷺ فاستأذن عليه، و هو مضطجع معی فی مرطی، فأذن لها، فقالت: يا رسول الله ان ازواجک ارسلنی اليک، يسألنک العدل فی ابنة أبی قحافة، و أنا ساكتة، فقال لها رسول الله ﷺ ای بنية، ألست تحبين ما احب؟ قالت: بلی، قال: فاحبی هذه فقامت فاطمة حين سمعت ذلک من رسول الله ﷺ فرجعت الی ازواج النبی ﷺ فاخبرتهن بالذی قالت، و الذی قال لها، فقلن لها: ما نراک اغنيت عنا من شیء، فارجعی الی رسول الله ﷺ فقولی له: ان ازواجک ينشدنک العدل فی ابنة ابی قحافة، قال فاطمة: لا والله لا اكلمه فيها ابدا، قالت عائشة: فارسل ازواج النبی ﷺ زينب بنت جحش الی رسول الله ﷺ و هی التی كانت تسامينی من ازواج النبی ﷺ فی المنزلة عند رسول الله ﷺ و لم ار امراة قط

خیرا فی الدین من زینب و اتقی اللہ و اصدق حدیثاً، و اوصل للرحم، و اعظم صدقة، و اشد ابتذالا لنفسها فی العمل الذی تصدق به، و تقرب به الی اللہ عز وجل ما عد اسورة من حد کانت فیھا، تسرع فیھا الفیئة، فاستاذنت علی رسول اللہ ﷺ و رسول اللہ ﷺ مع عائشة مرطھا، علی الحال التی کانت دخلت فاطمة علیھا، فاذن لھا رسول اللہ ﷺ فقالت: یا رسول اللہ! ان ازواجک ارسلتنی الیک، یسألنک العدل فی ابنة ابی قحافة، و وقعت بی فاستطالت، و انا ارقب رسول اللہ ﷺ و ارقب طرفه، ھل یاذن لی فیھا، فلم تبرح زینب حتی عرفت ان رسول اللہ ﷺ لا یکرہ ان انتصر، فلما وقعت بھا، لم انشبھا حتی انحیت، فقال رسول اللہ ﷺ: انھا ابنة ابی بکر

(بخاری، الھبة۔ مسلم، فضائل الصحابة، ج۲ ص۲۸۵، ایچ ایم سعید کمپنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ امہات المؤمنین نے جناب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا نے باریابی (حاضر ہونے) کی اجازت طلب کی، سرکار دو عالم ﷺ اس وقت میری چادر اوڑھے میرے پاس ہی لیٹے تھے، جناب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے اجازت دی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیویوں نے مجھے خدمت عالی میں

بھیجا ہے وہ چاہتی ہیں کہ آپ ابو قحافہ کی بیٹی (یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ (دلی محبت میں) سب سے برابری کیجئے (حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ) میں خاموش (سن رہی) تھی، حضور ﷺ نے فرمایا بیٹی کیا جس کو میں چاہتا ہوں تجھے اس کی چاہت (ومحبت) نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سے (یعنی حضرت صدیقہ سے) محبت کر، حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا تو اٹھ کر چلی گئیں اور واپس جا کر امہات المؤمنین کے سامنے وہ سوال و جواب ظاہر کر دیئے جو رسول اللہ ﷺ سے ہوئے تھے، امہات المؤمنین نے کہا ہمارے خیال میں آپ نے ہمارا کوئی کام نہیں کیا، آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ عرض کیجئے کہ بیویاں آپ کو قسم دے کر (محبت میں) برابری اور مساوات کرانے کی خواستگار ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں اب خدا کی قسم اس (یعنی عائشہ) کے معاملے میں میں کبھی حضور ﷺ سے بات نہیں کروں گی، بالآخر امہات المؤمنین نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کی نظر میں زینب ہی میری ہم پلہ تھیں، میں نے کوئی عورت کبھی زینب سے زیادہ دیندار، خدا ترس، راست گو، کنبہ پرور، کارِ خیر اور قربِ الٰہی کے کام میں تن من دھن سے زیادہ مشغول ہو جانے والی نہیں دیکھی، صرف ان میں حدت طبع کی وجہ سے کچھ تیز مزاجی تھی مگر وہ تیز مزاجی فوراً ہی جاتی بھی رہتی تھی، غرض زینب رضی اللہ عنہا نے خدمت گرامی ﷺ میں

باریابی کی اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ میرے پاس میری چادر اوڑھے اسی حالت میں لیٹے تھے جس حالت پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کے وقت تھے، حضور ﷺ نے اجازت دے دی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے بیویوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ چاہتی ہیں کہ آپ ابو قحافہ کی بیٹی کے ساتھ (محبت میں) ان (بیویوں) کی بھی برابری کریں، یہ کہنے کے بعد زینب رضی اللہ عنہا مجھ پر پل پڑیں اور غصہ کرنے لگیں، میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی نظر کی منتظر تھی تا کہ آپ ﷺ مجھے زینب رضی اللہ عنہا کو جواب دینے کی اجازت دے دیں، بالآخر میں نے دیکھا کہ زینب رضی اللہ عنہا کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا اور میرا انتقامی کاروائی کرنا حضور ﷺ کو بھی ناگوار نہ ہوگا تو بس میں بھی ان پر برس پڑی پھر تو میں نے ان کو (کچھ کہنے کی) مہلت ہی نہ دی اور ان کو لاچار کر دیا (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا آخر یہ بھی ابوبکر کی بیٹی ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور یہ تمام صحابہ کو معلوم تھا چنانچہ لوگ قصداً ہدیے اور تحفے اس روز بھیجتے تھے جس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کی باری ہوتی۔ (بخاری، فضل عائشہ) اور ازواج مطہرات کو یہ سخت ناگوار تھا لیکن کہنے کی ہمت کوئی نہیں کرتا تھا آخر سب نے مل کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی سفارش کے لئے آمادہ کیا وہ پیام لے کر خدمت اقدس ﷺ میں آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: لخت جگر جس کو میں چاہوں اس کو تم نہیں چاہوگی، سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لئے اتنا ہی کافی تھا چنانچہ وہ واپس چلی آئیں جیسا کہ حدیث بالا میں تفصیل گزر چکی ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت حسن و جمال کی بنا پر تھی حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے، ازواج مطہرات میں حضرت زینب، حضرت صفیہ، حضرت جویریہ بھی حسین تھیں جیسا کہ ان کے محاسن ظاہری کی تعریف احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں بکثرت موجود ہے لیکن حسن و جمال کی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ایک دو موقع کے سوا ایک حرف بھی مذکور نہیں، اس لئے اصل بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہادِ فکر اور حفظ احکام جسے فضائل و کمالات میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں، اس بناء پر آنحضرت ﷺ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

کمل من الرجال کثیر و لم یکمل من النساء غیر مریم بنت عمران و آسیہ امراۃ فرعون و ان فضل عائشہ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام

(بخاری، ص۳۲۔ مسلم، ج۲ ص ۱۲۰)

مردوں میں تو بہت کامل گزرے لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔

حدیث مذکور سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس محبت اور قدر و منزلت کی وجہ کوئی ظاہری حسن و جمال نہیں بلکہ وہ ظاہری و باطنی کمالات ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھے، اسی خاص تعلق و محبت کی وجہ سے مرض الموت میں بھی آپ ﷺ بار بار دریافت فرماتے تھے کہ آج کونسا دن ہے لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہے۔ (بخاری، ص۱۸۶، ما جاء فی قبر النبی ﷺ)

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیگر ازواج مطہرات سے اس کے لئے اجازت لی اور پھر آپ ﷺ کو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں لے گئے اور آپ تا وفات وہیں مقیم رہے اور وہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے ہوئے

وفات پائی۔(بخاری، باب مرض النبی ﷺ، ص ٦٤٠)

اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی غایت درجہ کی محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس کے علاوہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت سی ایسی امتیازی خصوصیات حاصل تھیں جن میں امت میں ان کو کوئی سہیم و شریک نہیں، چنانچہ وہ خود فرماتی تھیں:

۱۔ فرشتہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری تصویر لے کر حاضر ہوا۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا جب میں چھ برس کی ہوئی۔

۳۔ میں نو برس کی عمر میں آپ ﷺ کے حرم میں داخل ہوئی۔

۴۔ کنواری خواتین میں مجھ سے شادی ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی۔

۵۔ رسالت مآب ﷺ جب میرے ساتھ استراحت فرماتے تو میرے لحاف میں وحی آتی تھی۔

۶۔ میں خواتین اور ازواج مطہرات میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔

۷۔ میری وجہ سے امت کو تیمم کی رخصت ملی۔

۸۔ جبریل امین کو میں نے دیکھا۔

۹۔ میری پاکدامنی و برأت میں قرآنی آیات اتریں۔

(مستدرک حاکم، ج٤ ص ١٠)

۱۰۔ مجھے اپنی باری میں دو دن ملے تھے اس لئے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن بھی مجھے دے دیا۔

۱۱۔ رسالت مآب ﷺ نے انتقال کے وقت مسواک کرنا چاہی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسے چبا کر نرم کر کے سرورِ کائنات ﷺ کے دہن مبارک میں رکھا اس طرح رحلت فرماتے وقت آپ ﷺ کے لعاب دہن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لعاب دہن یکجا ہوا۔(البدایہ و النہایہ، ج٨ ص ٩٢)

۱۲۔ رسالت مآب (ﷺ) کی وفات بھی میری باری کے دن میں ہوئی تھی۔

۱۳۔ میرے ہی حجرہ میں آنحضور ﷺ کی تدفین ہوئی۔

۱۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر رسالت مآب ﷺ کی وفات کے دن فرشتوں سے معمور تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ذھبی، ص۱٤۲)

الغرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ان بے شمار اور گوناگوں فضل و کمالات کی بناء پر دیگر ازواج مطہرات پر فوقیت رکھتی تھیں، وہ محرم اسرار نبوت تھیں، فقیہ مجتہدہ تھیں، اسرار شریعت اور مصالح دین جو نہایت دقیق علم ہے اس پر بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دستگاہ حاصل تھی، خطیبانہ و ناصحانہ بلاغت و فصاحت میں مشہور تھیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واللہ ما رایت خطیبا قط ابلغ و لا افصح و لا افطن من عائشة (مجمع الزوائد، ھیثمی، ج۹ ص۲٤۳)

بخدا میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاصرین میں ان سے زیادہ ذہین و فطین خطیب نہیں دیکھا۔

چنانچہ جلیل القدر مجتہدین صحابہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مسائل کی تحقیق کے لئے حاضر ہوتے تھے، امام زہری تابعی کا بیان ہے:

کانت عائشة اعلم الناس یسئلها الاکابر من اصحاب رسول اللہ ﷺ (طبقات ابن سعد، ج۲ ص۲٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک چوتھائی حصہ احکام اسلام مروی ہیں۔

(فتح الباری، ج۲ ص٤۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کل مسندات (احادیث مرفوعہ) دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) مروی ہیں، جن میں بیشتر بخاری و مسلم میں بھی مذکور ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۳ ص٤۳۷)

آنحضرت ﷺ سے عمرو بن العاص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: عائشہ سے، پوچھا مردوں میں؟ فرمایا ان کے

والد حضرت صدیق اکبر سے۔ (سیر اعلام النبلاء، ذھبی، ج۳ ص۴۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان ظاہری و باطنی کمالات کی بناء پر آپ ﷺ ان کو بہت چاہتے تھے، اسی لئے آپ ﷺ نے ان کے خلاف ہر قسم کی سفارتی سرگرمی کو یوں کہہ کر ردّ فرمایا:

لا تؤذینی فی عائشة

یعنی عائشہ کے معاملے میں مجھے کوئی تکلیف نہ دو۔

جیسا کہ حدیث میں آپ نے پڑھا، رضی اللہ عنہا وعنہن اجمعین۔

عن ابی موسیٰ رضی الله عنه، عن النبی ﷺ قال: فضل عائشة علی النساء، کفضل الثرید علی سائر الطعام (نسائی، عشرة النساء، ج۲ ص۹۶۔ مسلم، ج۲ ص۴۸۴، ایچ ایم سعید کمپنی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت و برتری دوسری تمام عورتوں پر اسی طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ (ثرید اہل عرب کا مرغوب کھانا ہے جو روٹی گوشت اور شوربے کو ملا کر بنایا جاتا ہے)

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ یا ام سلمة لا تؤذینی فی عائشة فانه والله ما اتانی الوحی فی لحاف امرأة منکن الا ھی (نسائی، عشرة النساء، باب حب الرجل لبعض نسائه، ج۲ ص۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ مجھے عائشہ کے معاملے میں ایذاء (تکلیف) نہ دو کیونکہ واللہ مجھ پر سوائے عائشہ کے تم میں سے اور کسی کے

لحاف میں ہوتے ہوئے وحی نازل نہیں ہوئی۔

عن ام سلمة ان نساء النبی ﷺ کلمنها ان تکلم النبی ﷺ ان الناس کانوا یتحرون بهدایاهم یوم عائشة، و تقول له: انا نحب الخیر، کما تحب عائشه فکلمته فلم یجبها، فلما دار علیها کلمته، ایضاً فلم یجبها و قلن: ما رد علیک؟ قالت: لم یجبنی، قلن: لا تدعینه حتی یرد علیک، أو تنظرین ما یقول، فلما دار علیها الثالثة کلمته، فقال: لا تؤذینی فی عائشة فانه لم ینزل علی الوحی، و انا فی لحاف امراة منکن، الا فی لحاف عائشه (نسائی، ج۲ ص۹۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ازواج مطہرات نے مجھے کہا کہ حضور ﷺ سے جا کر عرض کروں کہ لوگ ہدیہ بھیجنے کے واسطے عائشہ کے دن کا انتظار کرتے ہیں حالانکہ ہم بھی مال کی خواہش رکھتی ہیں جیسا کہ عائشہ خواہش رکھتی ہے (اس لئے آپ ﷺ لوگوں کو حکم کریں کہ میں جہاں بھی ہوا کروں ہدیہ بھیج دیا کریں عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں) چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اس معاملہ میں (بڑی متانت و سنجیدگی کے ساتھ) گفتگو کی لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، ازواج مطہرات نے (ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا کہ حضور ﷺ نے آپ کو کیا جواب دیا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کوئی جواب نہیں دیا، ازواج مطہرات نے کہا حضور ﷺ جب تک کوئی جواب نہ دیں پیچھا نہ چھوڑنا، چنانچہ جب آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو تیسری

بار انہوں نے پھر تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیونکہ مجھ پر سوائے عائشہ کے اور کسی کے لحاف میں ہوتے ہوئے وحی نازل نہیں ہوتی۔

آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی اس لئے لوگ انہی کی باری میں ہدیئے تحفے بھیجنے کا اہتمام فرماتے تھے اس سے مقصود حضور ﷺ کو خوش کرنا ہوتا تھا، بخاری میں ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے ایک میں عائشہ، حفصہ، صفیہ، سودہ رضی اللہ عنہن تھیں، دوسرے میں ام سلمہ اور باقی ازواج رضی اللہ عنہن تھیں، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جماعت نے حضور کی خدمت میں ام سلمہ ہی کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حضور ﷺ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بات کریں، آپ ﷺ نے ام سلمہ کو جواب دیا کہ عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دیں جیسا کہ اوپر حدیث میں گزر گیا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہدیہ قبول کرنا اور دینا سنت ہے حضور ﷺ لوگوں کے ہدایا قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی عنایت فرماتے۔ (بخاری، ج۱ ص۳۰۲)

آپ ﷺ نے امت کو بھی تعلیم فرمائی کہ ہدیہ لیا دیا کرو یہ محبت کو بڑھاتا ہے اور سینہ کے کینے کو دور کرتا ہے۔ (جامع صغیر، ص۱۰۳)

جو کوئی ہدیہ دے اگر شرعی عذر نہ ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہئے کیونکہ ہدیہ اللہ کا رزق ہے اس کو قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول کرتا ہے اور رد کرنے والا اللہ تعالیٰ کا رزق رد کرتا ہے۔ (کنز العمال، ج٦ ص١١٦)

آپ ﷺ نے عورتوں کو بھی بطور خاص حکم فرمایا کہ آپس میں ہدیہ دیا لیا کرو اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو، یہ محبت بڑھاتا ہے کینہ کو دور کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد، ج۲ ص۱٤۲)

لیکن عورتوں کو چاہئے کہ اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر صدقہ یا ہدیہ ان کے مال میں سے نہ کیا کریں ورنہ ثواب کے بجائے الٹا گناہ ہوگا، حضرت کعب بن

مالک کی بیوی خیرہ نے اپنے زیور لا کر رسول اللہ ﷺ کو صدقہ کے لئے دے دیئے، آپ ﷺ نے پوچھا کعب نے اجازت دی، عورت نے کہا: ہاں، پھر کعب کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کیا، جب تصدیق ہوئی تو قبول فرمایا۔ (ابن ماجہ، ص۷۹۸)

قبول ہدیہ میں دیکھنا چاہئے کہ حرام یا مشتبہ مال کا تو نہیں ورنہ قطعاً قبول نہ کرے، حدیث میں ہے کہ قرض لینے والا کوئی ہدیہ دے تو قبول نہ کرو۔ (مشکوٰۃ، ص٤٤٦)

کیونکہ یہ سود ہے جو کہ حرام ہے بقول ملا علی قاری رحمہ اللہ کے ایسا ہدیہ قبول کرنا (جو قرض لینے کی بنا پر ہو) حرام ہے، حدیث میں ہے کہ امیر یا قاضی کا (یا کسی اونچے منصب والے کا) ہدیہ قبول کرنا رشوت ہے جو حرام ہے البتہ اگر خلوص کا ہدیہ ہو تو قبول کرنا سنت ہے، عطر اور دودھ وغیرہ کا ہدیہ واپس نہیں کرنا چاہئے، اے خواتین آپس میں ہدیہ دیا لیا کرو جیسا کہ ازواج مطہرات آپس میں ہدیہ دیا کرتی تھیں۔

عن عائشة قالت: اوحی الی النبی ﷺ و انا معه، فقمت، فأجفت الباب بینی و بینه فلما رفه عنه، قال لی: یا عائشة ان جبریل یقرئک السلام

(نسائی، باب عشرة النساء، ج۲ ص۹٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی تو میں اٹھی اور دروازے کی آڑ میں ہوگئی، جب آپ ﷺ کو شدت وحی سے آرام ہوا (یعنی وحی کا سلسلہ موقوف ہو گیا) تو مجھ سے فرمانے لگے اے عائشہ! یہ جبرئیل آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔

عن عائشة: ان النبی ﷺ قال لها: ان جبریل یقرأ علیک السلام قلت: و علیه السلام و رحمة الله و برکاته، تری ما لا نری (نسائی، ج۲ ص۹٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ جبریل آپ کو سلام کہہ رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جواب میں ''وعلیه السلام و رحمة الله و بركاته'' کہہ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ (یعنی آپ فرشتوں کو بالمشافہ دیکھتے ہیں ہم نہیں دیکھ سکتے)۔

غیرت کا بیان

قال انس كان النبي ﷺ عند احدى امهات المؤمنين فارسلت اخرى بقصعة فيها طعام، فضربت يد الرسول، فسقطت القصعة فانكسرت فاخذ النبي ﷺ الكسرتين، فضم احداهما الى الاخرى، فجعل يجمع الطعام و يقول: غارت امكم! كلوا فاكلوا فامر حتى جاء ت بقصعتها التي في بيتها، فدفع القصعة الصحيحة الى الرسول و ترك المكسورة في بيت التي كسرتها (ابو داؤد، كتاب البيوع. نسائی، ج۲ ص۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی بیوی (یعنی حضرت عائشہ کما فی الترمذی) کے پاس تھے (حضرت عائشہ کی باری میں) ان کی کسی دوسری سوکن (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے اپنی باندی کے ہاتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کچھ کھانا ہدیہ بھیجا (حضرت عائشہ کو بمقتضائے بشریت غیرت آئی ہوگی کہ میرے گھر میں اور

میری باری میں دوسری بیوی نے کھانا کیوں بھیجا؟ اس لئے) انہوں نے ہدیہ لانے والی باندی کے ہاتھ پر دے مارا، پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور جو کچھ پیالے میں تھا وہ بھی گر گیا، آنحضرت ﷺ نے پیالہ لے کر دونوں ٹکڑوں کو اٹھا کر ایک دوسرے سے ملایا اور گرا ہوا کھانا اس میں جمع کرنے لگے اور پھر فرمایا کہ تمہاری ماں (یعنی عائشہ) کو غیرت آ گئی، تم لوگ کھاؤ، چنانچہ سب نے کھایا، پھر آپ ﷺ نے پیالہ کا تاوان دینے کا حکم دیا تو گھر میں جو (صحیح) پیالہ تھا وہ لا کر باندی کو دیا گیا اور ٹوٹا ہوا اپنے گھر میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے) رکھا۔

فائدہ: کسی کی چیز ضائع ہو جائے اور وہ اس کے مثل برتن کا مطالبہ کرے تو ضائع شدہ چیز کے مثل اگر بازار میں مل سکتی ہے تو وہی چیز خرید کر دینا لازم ہے، اور اس کے مثل اگر نہ مل سکے تو ضائع شدہ چیز کی بازاری قیمت دینا لازم ہے، آج کل ہر نوع کے برتن یکساں مشینوں سے بننے کی بنا پر برتن کے بدلے برتن دینا درست ہے۔

غیرت: کے معنی حمیت، رشک کرنا، اپنی کسی مخصوص چیز میں غیر کی شرکت سے طبیعت میں غصے اور ہیجانی کیفیت پیدا ہونا۔ (عمدة القاری، ج ١٤ ص ١٩٥)

پس غیرت کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی اس بات کو ناپسند کرے اور اس پر ناراض ہو کہ کوئی اس کی ملکیت میں تصرف کرے۔ (مظاهر حق، ج ٣ ص ٤١٨)

جس کا زیادہ ظہور میاں بیوی کے مابین ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص غیر کی بیوی کی طرف غلط نظر سے دیکھے یا شوہر کسی غیر مرد کے ساتھ بیوی کے آزادانہ ہنسی مذاق کرتے دیکھے یا شوہر کسی غیر مرد کے ساتھ بیوی کے آزادانہ ہنسی مذاق کرتے دیکھے تو شوہر کو اس پر سخت غیرت یعنی غصہ آتا ہے۔ (مظاهر حق، ج ٣ ص ٤١٨)

یہ بندوں کے حق میں غیرت کے معنی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اللہ اس شخص پر غصہ کرے جو گناہ کا مرتکب ہو، چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

نے جب کہا کہ اگر میں کسی غیر مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو دھاری دار تلوار سے اس کا خاتمہ کروں اور حضور ﷺ کو سعد رضی اللہ عنہ کی یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تمہیں سعد کی غیرت پر کیوں تعجب ہے؟ خدا کی قسم! میں یقیناً ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت ہی کی وجہ سے تمام گناہوں کو حرام کیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

و من غیرته حرم الفواحش

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

غیرة الله ان لا یأتی المؤمن ما حرم الله علیه

(عمده، ج١٤ ص١٩٦)

اللہ تعالیٰ غیرت مند ہیں اور اللہ کی غیرت کا تقاضا ہے کہ مؤمن وہ کام نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض غیرت اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور بعض غیرت اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اللہ تعالیٰ کو جو غیرت پسند ہے وہ شک وشبہ کی جگہ پیدا ہونے والی غیرت ہے مثلاً اپنی بیوی غیر مردوں کے سامنے آتی ہو یا ان سے ہنسی مذاق کرتی ہو اس پر تو شوہر کو جو غیرت محسوس ہو اس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور جس غیرت کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں وہ غیرت ہے جو کسی شک وشبہ کے بغیر ہی پیدا ہو مثلاً بلا وجہ ہی خاوند کے دل میں بیوی کے چال چلن و کردار کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو، اس پر شوہر کو غیرت محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت ناپسند فرماتے ہیں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مظاهر، ج٣ ص٤٢٤)

اسی طرح سوکنوں کو بھی ایک دوسرے پر غیرت آتی ہے بلکہ عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے:

ان الله کتب الغیرة علی النساء فمن صبر منهن کان لها اجر شهید (فتح الباری، ج١٠ ص٤٠٨۔ مجمع الزوائد، ج٤ ص٥٨٨)

اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر غیرت لکھ دی ہے پس جو عورت صبر سے
کام لے اس کے لئے شہید کے برابر ثواب ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

الغيرة من الايمان و المذاء ة من النفاق قلت ما المذاء قال الذى لا يغار (مجمع الزوائد، ج٤ ص٦٠٠)

غیرت ایمانی کا تقاضا ہے اور مذاءت نفاق میں سے ہے میں نے پوچھا مذاء کیا ہے فرمایا بے غیرتی۔

غیرت سے متعلق دیگر احادیث کا بیان

عن ام سلمة رضى الله عنها اتت بطعام فى صحفة لها الى النبى ﷺ و اصحابه فجاء ت عائشة مئتزرة بكساء و معها فهر ففلقت به الصحفة فجمع النبى ﷺ بين فلقتيى الصحفه، و يقول: كلوا غارت امكم! مرتين ثم اخذ رسول الله ﷺ صحفة فبعث بها الى ام سلمة و اعطى صحفة ام سلمة لعائشة (نسائى، كتاب عشرة النساء، باب الغيرة، ج٢ ص٩٦)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ اپنے ایک پیالہ میں کھانا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ بھی موجود تھے، اتنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چادر اوڑھے ہوئے آئیں ان کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا جس سے انہوں نے پیالہ توڑ دیا، آپ ﷺ نے ٹکڑوں کو یکجا کیا اور فرمایا: کھاؤ ''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی'' دو مرتبہ یہی فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کا پیالہ لے کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیج دیا اور ان کا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

عن عائشة قالت: ما رايت صانعة طعام مثل صفية، اهدت الى النبي ﷺ اناء فيه طعام فما ملكتُ نفسي ان كسرته فسالت النبي عن كفارته؟ فقال: اناء كاناء و طعام كطعام (ابو داؤد، كتاب الاجاره، باب فيمن افسد شيئاً يغرم مثله، ج ٢ ص ١٤٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے صفیہ سے بہتر کھانا بنانے والا نہیں دیکھا، انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں برتن میں کچھ کھانا ہدیۃً بھیجا جو مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے برتن پر ہاتھ دے مارا تو برتن گر کر ٹوٹ گیا، میں نے حضور ﷺ سے اس کے کفارے کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: برتن کے مانند (تاوان میں) برتن اور کھانے کی مانند کھانا۔

سمعت عائشة رضى الله عنها تزعم ان النبي ﷺ كان يمكث عند زينب بنت جحش فيشرب عندها عسلا فتواصيت انا و حفصة ان ايتنا دخل عليها النبي ﷺ فلتقل: انى اجد منك ريح مغافير، اكلت مغافير؟ فدخل على احداهما فقالت ذلك له فقال لا بل شربت عسلا عند زينب بنت جحش و لن اعود له، فنزلت يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله لك تبتغى مرضات ازواجك ان تتوبا الى الله ، لعائشة و حفصة و اذا اسر النبي الى بعض ازواجه حديثاً لقوله: بل

شربت عسلاً (بخاری، کتاب التفسیر، ج۲ ص۷۲۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس (عصر کے بعد کچھ دیر تک) ٹھہرتے تھے اور وہاں شہد کا شربت پیتے تھے، ایک روز میں نے اور حفصہ نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہہ دے کہ آپ نے مغافیر گوند کھایا ہے، مغافیر کی بو آپ ﷺ کے منہ سے آرہی ہے، چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک کے پاس حضور ﷺ تشریف لائے تو اس نے یہی بات کہہ دی، حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو زینب کے پاس شہد کا شربت پیا ہے اب میں آئندہ ہرگز دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اس پر آیت کریمہ **یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الی قولہ ان تتوبا الی اللہ** میرے اور حفصہ کے متعلق نازل ہوئی اور **و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا** حضور ﷺ کے اس قول کے متعلق نازل ہوئی کہ میں نے شہد کا شربت پیا تھا۔

عن انس رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ ﷺ کانت لہ امۃ یطاھا فلم تزل بہ عائشۃ و حفصۃ رضی اللہ عنھما حتی حرمھا علی نفسہ فانزل اللہ تعالیٰ: یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الی آخر الایۃ (نسائی، ج۲ ص۹۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک باندی تھی جس سے آپ ﷺ صحبت کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں آپ ﷺ کے پیچھے لگی رہتیں یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس سے اپنے اوپر حرام کیا اور یہ آیت

نازل ہوئی: یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک (الایة)

ان عائشة رضی اللہ عنھا قلت: التمست رسول اللہ ﷺ فادخلت یدی فی شعرہ، فقال: قد جاءک شیطانک! فقلت: أما لک شیطان؟ قال: بلی، و لکن اللہ اعاننی علیه فاسلم (نسائی، ج۲ ص۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (بستر پر) تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ کے زلفوں پر پڑ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے پاس تیرا شیطان آ گیا، میں نے کہا کیا آپ کے پاس نہیں آیا یعنی آپ کے ساتھ نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی تو وہ میرا تابع ہو گیا۔

عن عائشة رضی اللہ عنه قالت: فقدت رسول اللہ ﷺ ذات لیلة فظننت انه ذھب الی بعض نسائه فتحسسته فاذا ھو راکع او ساجد یقول: سبحانک و بحمدک، لا اله الا انت فقالت: بابی و امی، انک لفی شان و انی لفی آخر (مسلم، ج۱ ص۱۹۳۔ نسائی، باب الغیرة، ج۲ ص۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو (بستر پر) نہ پایا تو سمجھی کہ آپ ﷺ کسی دوسری بیوی کے پاس گئے ہوں گے پھر (بستر پر ہاتھ سے ٹٹولا تو) مجھے محسوس ہوا کہ آپ ﷺ رکوع یا سجدے میں ہیں اور یہ دعا پڑھ رہے ہیں سبحانک و بحمدک لا اله الا انت

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ کسی اور شغل میں ہیں اور میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔

محمد بن قيس يقول سمعت عائشة رضى الله عنها تقول: الا احدثكم عن رسول الله ﷺ وعنى؟ قلنا: بلى، قالت: لما كانت ليلتى انقلب فوضع نعليه عند رجليه و وضع رداء ه و بسط طرف ازاره على فراشه، و لم يلبث الا ريثما ظن انى قد رقدت ثم انتعل رويدا و اخذ رداء ه رويدا، ثم فتح الباب رويدا فخرج و اجافه رويدا، فجعلت درعى فى راسى و اختمرت و تقنعت ازارى، و انطلقت فى اثره، حتى جاء البقيع فرفع يديه ثلاث مرات و اطال القيام ثم انحرف و انحرفت فاسرع فاسرعت فهرول فهرولت و احضر واحضرت و سبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل، فقال: مالك يا عائشة رابية قال سليمان: حسبته قال: حشيا؟ قلت لا شى قال لتخبرينى او ليخبرنى اللطيف الخبير قلت يا رسول الله فاخبرته الخبر قال انت السواد الذى رايت امامى؟ قلت: نعم، قالت: فلهدنى لهدة فى صدرى اوجعنى قال: اظننت ان يحيف الله عليک و رسوله قالت: مهما يكتم الناس فقد علمه الله قال: نعم فان جبريل اتانى حين رائيت و لم يكن يدخل عليک و قد وضعت ثيابک فنادانيى و اخفى منک واجبته فاخفيته منک و

ظننت ان قد رقدت فكرهت ان اوقظك و خشيت ان تستوحشي فامرني ان آتيي اهل البقيع فاستغفر لهم (مسلم، کتاب الجنائز، ج ۱ ص ۳۱۳)

محمد بن قیس تابعی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہم سے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا (رات کو قبرستان جانے کا) اور اپنا قصہ بیان نہ کروں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں، فرمانے لگیں ایک مرتبہ جب میری باری کی رات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے چادر اتار کر رکھی اور جوتیاں اتار کر پاؤں کے پاس ہی رکھ دیں پھر تہبند کا ایک حصہ بستر پر بچھا کر لیٹ گئے اور اتنی دیر لیٹے رہے کہ حضور پاک ﷺ کے خیال میں میں سوگئی اس کے بعد (اٹھ کر آپ ﷺ نے) آہستہ سے چادر لی جوتیاں پہنیں، آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر گئے اور آہستہ سے بند کر دیا، میں بھی فوراً اوڑھنی سر پر اوڑھ کر اور تہبند لپیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل دی، آنحضرت ﷺ بقیع قبرستان تشریف لے گئے جا کر وہاں کھڑے ہو گئے اور دیر تک کھڑے رہے تین بار (دعا کرنے کے لئے) دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اس کے بعد واپس ہو گئے میں بھی لوٹ آئی، حضور ﷺ تیز تیز آنے لگے میں بھی تیز تیز آنے لگی، حضور ﷺ لپکنے لگے میں بھی لپک کر چلنے لگی، حضور ﷺ دوڑنے لگے میں بھی دوڑنے لگی، بالآخر رسول اللہ ﷺ سے پہلے میں (گھر کے) اندر آ گئی ابھی میں لیٹی ہی تھی کہ حضور ﷺ بھی تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عائشہ کیا بات ہے تمہارا سانس چڑھ رہا ہے اور سینہ پھولا ہوا ہے میں نے جواب دیا کچھ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا بیان

کرتی ہوتو کرو ورنہ خدا لطیف خبیر مجھے اطلاع دے دے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان (ایسا ایسا واقعہ ہوا) میں نے پورا واقعہ بیان کر دیا، حضور ﷺ نے فرمایا میرے آگے جو سایہ نظر آ رہا تھا وہ تم ہی تھیں، میں نے عرض کیا جی ہاں حضور ﷺ نے میرے سینے پر ایک مکا مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی اور ارشاد فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ خدا اور خدا کا رسول تمہاری حق تلفی کریں گے، میں نے کہا اس میں شبہ نہیں کہ جو بات آدمی چھپاتا ہے اس کو خدا جانتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جس وقت تم نے دیکھا تھا تو اسی وقت میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور مجھے آواز دی اور تم سے (اپنے آپ کو) انہوں نے مخفی رکھا تھا میں نے بھی اسی بات کو پسند کیا اور تمہارے سامنے نہ آنا ہی بہتر خیال کیا کیونکہ تم اس وقت کپڑے (پردے کی چادر) اتارے ہوئے تھیں اس لئے وہ اندر نہ آئے، میرا خیال ہوا تم سوگئی ہو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا یہ بھی اندیشہ تھا کہ تم گھبرا جاؤ گی، جبرئیل نے مجھ سے کہا خدا تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جا کر بقیع والوں کے واسطے دعا مغفرت کریں۔ (چنانچہ قبرستان جا کر میں نے اہل قبور کے لئے دعا کی)

سمعت عائشة تحدث قالت: الا احدكم عني و عن النبي ﷺ قلنا: بلى قالت: لما كانت ليلتي التي هو عندي تعيني النبي ﷺ انقلب فوضع نعليه على رجليه و وضع رداء ه و بسط طرف ازاره على فراشه فلم يلبث الا ريثما ظن اني قد رقدت ثم انتعل رويداً و اخذ رداء ه رويدا ثم فتح الباب رويدا و خرج فاجافه

رویدا فجعت درعی فی راسی و اختمرت و تقنعت ازاری و انطلقت فی اثرہ فجاء البقیع فرفع یدیه ثلاث مرات و اطال القیام ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت وهرول فهرولت،فاحضر فاحضرت، و سبقته فدخلت فلیس الا ان اضطجعت فدخل، مالک یا عائشة حشیا رابیة؟ قالت لا قال: لتخبرنی او لیخبرنی اللطیف الخبیر، قلت یا رسول الله بابی انت و امی فاخبرته الخبر، قال: فانت السواد الذی رایت امامی؟ قالت: نعم، فلهدنیی فی صدری لهدة اوجعتنی، ثم قال اظننت ان یحیف الله علیک و رسوله قلت: مهما یکتم الناس فقد علمه الله قال: نعم فان جبرئیل اتانی حین رایت و لم یکن یدخل علیک و قد وضعت ثیابک فنادانی فاخفی منک فاجبته فاخفیت منک، و ظننت ان قد رقدت، و خشیت ان تستوحشی، فامرنی ان آتی اهل البقیع فاستغفرلهم، قال ابو عبدالرحمن روایة عاصم عن عبدالله بن عامر ابن ربیعة عن عائشة علی غیر هذا اللفظ قالت: فقدته من اللیل فتبعته فاذا هو بالقیع قال: سلام علیکم دار قوم مؤمنین، انتم لنا فرط، و انا لاحقون، اللهم لا تحرمنا اجرهم، و لا تفتنا بعدهم، قالت: ثم التفت الی فقال: ویحها! لو تستطیع ما فعلت (نسائی، کتاب الجنائز، باب الامر بالاستغفار للمؤمنین، ج۱ ص۲۸۶)

اس روایت میں بھی سابق مضمون ہی ہے اتنا زیادہ ہے کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری باری کے رات کو ایک دفعہ میں نے حضور ﷺ کو نہیں پایا میں آپ ﷺ کے پیچھے تلاش کے لئے نکلی تو آپ ﷺ کو بقیع قبرستان میں اہل قبور کے لئے دعا کرتے پایا: **سلام علیکم دار قوم مؤمنین انتم لنافرط و انا لاحقون اللهم لا تحرمنا اجرهم و لا تفتنا بعدهم**

عن عائشة قالت: ما غرت على امراة، ما غرت على خديجة من كثرة ذكر رسول الله ﷺ لها، قالت: و تزوجني بعدها بثلاث سنين (صحيح بخارى، كتاب المناقب، باب تزويج النبى خديجة و فضلها، ج١ ص٥٣٨۔ صحيح مسلم، باب فضائل خديجه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا خدیجہ پر آیا وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کو بہت یاد کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے انتقال کے تین سال بعد آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔

فائدہ: ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بالاجماع آپ کی پہلی بیوی اور پہلی مسلمان خاتون ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش سے تھیں، والد کا نام خویلد اور والدہ کا نام فاطمہ تھا چونکہ خدیجہ زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج سے پاک تھیں، حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی مریم تھی اس لئے مریم کی طرح **و طهرک و اصطفاک علی نساء المؤمنین** سے خاص حصہ ملا، اور طاہر و مطہر نبی کی زوجیت میں آنے کا شرف ملا اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور آنحضرت ﷺ کی عمر پچیس سال تھی، انہی کے بطن سے آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن اور لڑکے قاسم اور عبداللہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں اس وقت تک آپ ﷺ نے دوسرا عقد نہیں کیا، دس نبوی میں ہجرت سے تین سال پیشتر مکہ میں انتقال ہوا، پچیس سال آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں اور پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے لئے بخاری و مسلم کی یہ روایت کافی ہے کہ ایک مرتبہ (جب آپ ﷺ شعب ابی طالب میں محصور تھے) جبرئیل امین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ خدیجہ آپ کے لئے کھانا لے آ رہی ہیں جب آپ کے پاس آئیں تو ان کے پروردگار کی طرف سے اور پھر میری طرف سے ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان کو جنت میں ایک محل کی بشارت دیجئے جو ایک ہی موتی کا بنا ہوا ہوگا اور اس محل میں کوئی شور و غل نہ ہوگا نہ کسی قسم کی مشقت و تکلیف ہوگی۔ (بخاری، ج ۱ ص ۵۳۸)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا کسی کو سلام کہلا کر بھیجنا یہ وہ فضیلت و منقبت ہے کہ جس میں حضرت خدیجہ کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

(زاد المعاد، ج ۳ ص ۳۱)

علماء کا اتفاق ہے کہ اس وقت کی عورتوں میں سب سے افضل یہ تین عورتیں ہیں حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن۔

چنانچہ حضرت مریم علیہ السلام کے بعد خواتین عالم میں افضل ترین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

انها سيدة نساء العالمين الا مريم

(فتح الباری، ج ۷ ص ۴۷۷)

مریم کے سوا دنیا جہاں کی عورتوں کی سردار فاطمہ ہی ہیں۔

نیز فرمایا مرض وفات کے دوران سرگوشی میں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

انت سيدة نساء اهل الجنة ا لا مريم فضحكت (ایضاً)

تو جنتی عورتوں کی بھی سردار ہے سوائے مریم بنت عمران کے، یہ

سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوشی سے مسکرائیں۔

حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد افضل ترین خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لقد فضلت خديجة على نساء امتى كما فضلت مريم على نساء العلمين (فتح الباری، ج۷ ص ۵۱۴)

میری امت کی خواتین میں خدیجہ کا مقام و مرتبۂ فضیلت وہی ہے جو مریم کا ہے تمام دنیا کی عورتوں پر۔

حضرت خدیجہ کو بے شمار ایسے کمالات و خصوصیات بھی حاصل ہیں جو دوسروں کو نہیں مثلاً:

۱۔ بالاتفاق عورتوں میں سب سے پہلی مسلمان خاتون ہیں۔

۲۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اپنی پاکیزگی کی بنا پر طاہرہ اور آپ کی پہلے شوہروں سے اولاد بنو طاہرہ کے نام سے مشہور تھی۔

۳۔ آپ ﷺ کی حرمت نکاح میں آنے والی سب سے پہلی خاتون ہیں۔

۴۔ ان کے نکاح میں ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی حتی کہ بعد کے مدنی دور میں بھی آپ ﷺ کثرت سے ان کو یاد کرتے اور سب بیویوں کے سامنے ان کی خوب تعریف کرتے، اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر مجھے جو رشک اور غیرت ہے وہ کسی اور پر نہیں۔(سیر اعلام النبلاء، ج۲ ص ۴۲۰)

۵۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد آپ ﷺ ۳۸ سال حیات رہے ان میں پچیس سال صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزارے جو تیس سال مکمل ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے وفات کے تین سال بعد ہی آپ نے شادی فرمائی۔

۲۔ آپ ﷺ کی بیشتر اولاد بھی انہی سے ہے۔ (دیکھئے فتح الباری، ج ۳ ص ۵۱٤۔ شرح زرقانی، ج ۲ ص ۳۷٦۔ سیر ذھبی، ج ۳ ص ٤۲۰)

اپنی سوکن سے بدلہ لینا

عن عائشة قالت ما علمت حتى دخلت علي زينب بغير اذن و هي غضبى ثم قالت: يا رسول الله حسبک اذا قلبت لک ابنة ابی بکر ذريعتيها، ثم اقبلت علی فاعرضت عنها حتى قال النبي ﷺ دونک فانتصری فاقبلت عليها حتى رايتها قد يبست ريقها في فيها ما ترد علي شيئا فرأيت النبي ﷺ يتهلل وجهه (ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء، ج ۱ ص ۱٤۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بے خبری میں زینب میرے ہاں (حجرہ میں) بلا اجازت کے داخل ہوئی وہ سخت غصے میں تھی آنحضرت ﷺ سے کہنے لگی یارسول اللہ! آپ کوتو یہ کافی ہے کہ ابوقحافہ کی بیٹی (یعنی عائشہ) اپنی چھوٹی بانہیں الٹ دے (یعنی آپ ﷺ تو اس کی محبت میں سرشار ہیں دوسری بیویوں کی پرواہ نہیں کرتے، یہ کہہ کر) پھر زینب نے میری طرف رخ کیا (اور مجھے کوسنے لگی) لیکن میں نے ان سے منہ پھیر کر دوسری طرف رخ کیا، حضور ﷺ نے فرمایا: آپ بھی بدلہ لے لو، پھر جو میں ان پر برس پڑی تو دیکھا کہ ان کے منہ کا تھوک خشک ہوگیا (یعنی غصہ میں گلہ بھی خشک ہوگیا) اس کے بعد وہ کچھ نہ بولیں، میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ چمکنے دمکنے لگا۔

قالت عائشة زارتنا سودة يوما فجلس رسول الله ﷺ

بینی و بینھا احدی رجلیه فی حجری و الاخری فی حجرھا فعملت لھا حریرة او قال: خزیرة فقلت کلی فابت فقلت لتاکلی او لالطخن وجھک فابت فاخذت من القصعة شیئا فلطخت به وجھھا، فرفع رسول الله ﷺ رجله من حجرھا، تسقید منی فاخذت من القصعة شیئا فلطخت به وجھی، و رسول الله ﷺ یضحک، فاذا عمر یقول یا عبدالله بن عمر، یا عبد الله بن عمر، فقال لنا رسول الله ﷺ: قوما فاغسلا وجوھکما فلا احسب عمر الا داخلا (ابن ماجه، باب حسن معاشرة النساء، ایضاً)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ایک دن میری زیارت کے لئے آئیں حضور ﷺ ہم دونوں کے درمیان اس طرح بیٹھ گئے کہ ایک گھٹنہ میری گود میں اور دوسرا گھٹنہ سودہ کی گود میں، میں نے اٹھ کر سودہ کے لئے کچھ حریرہ پکایا پھر سامنے لا کر رکھا میں نے کہا حریرہ کھاؤ، سودہ نے کھانے سے انکار کیا، میں نے سختی سے کہا کھاؤ ورنہ چہرے پر حریرہ مل دوں گی پھر بھی انہوں نے نہ کھایا تو میں نے پیالہ میں سے تھوڑا حریرہ لے کر چہرے پر لتھیڑا، حضور ﷺ نے سودہ کی گود سے اپنا گھٹنہ میری طرف بطور انتقام کے ہٹالیا، سودہ نے پیالہ میں کچھ حریرہ لے کر میرے چہرہ پر مل دیا یہ (کھیل) دیکھ کر حضور ﷺ ہنس رہے تھے اچانک باہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز آئی، عمر کہہ رہے تھے (اپنے بیٹے سے) آؤ عبداللہ بن عمر، آؤ

عبداللہ بن عمر، حضور ﷺ نے ہم دونوں سے کہا: دونوں اٹھ جاؤ اپنے چہروں کو دھولو ہوسکتا ہے عمر اندر آنے والے ہوں۔

فوائد حدیث:

ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان مذکورہ حدیثوں سے زیادتی کا بدلہ لینے کا جواز معلوم ہوا جیسا کہ اس بارے میں قرآن میں اصول بیان ہوا ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ (النحل:۱۲۶)

اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے اور اگر صبر کرلو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

جسمانی تکلیف یا مالی نقصان میں سب مسلمانوں کے لئے عام قانون یہی ہے کہ برابر کا بدلہ لینا جائز ہے مگر صبر کرنا افضل ہے۔ (معارف القرآن، ج ۵ ص ۴۲۳)

چنانچہ یہاں حدیث میں آپ نے دیکھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے سامنے جو کوسنا شروع کردیا اس پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بدلہ لینے کی اجازت دی اور پھر انہوں نے اچھا بدلہ لیا، دوسری حدیث میں بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بدلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر حریرہ مل دیا۔

۲۔ دوسری بات ان احادیث اور آگے آنے والی احادیث میں سوکنوں کی حیثیت سے ازواج مطہرات کے مابین ہونے والی چند اتفاقی اور وقتی جذباتی تلخیوں کا جو ذکر ہے اس سے قطعاً یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان ازواج مطہرات کے باہم دل صاف نہیں تھے کیونکہ درحقیقت ایک صالح مرد کی زوجیت میں چند عورتیں جمع ہوجائیں تو ہر سوکن کی فطری طبعی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کو اپنے مرد کی پوری پوری محبت و توجہ حاصل رہے دوسری اس میں شریک نہ رہے پھر یہ سوکنیں جب ایک نبی کی زوجیت

میں ہوں تو یہ فطری چاہت اور بڑھ جاتی ہے چنانچہ یہاں ازواج مطہرات میں بھی اسی حیثیت سے کبھی کبھی کوئی وقتی جذباتی واقعہ پیش آجاتا تھا کتب صحاح میں اس قسم کے واقعات بکثرت موجود ہیں جیسا کہ آپ پیچھے احادیث میں ملاحظہ کر چکے لیکن اول میں تو ان میں سے بیشتر کی اسنادی حیثیت کمزور ہے، ثانیاً ان میں سے بہت سے واقعات واقدی جیسے کمزور سیرت نگار اور ہشام بن محمد کلبی جیسے رافضی کے باطل مزخرفات میں سے ہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے: سیرت عائشہ، سید سلیمان ندوی، ص ۷۷)

اس کے علاوہ کسی عورت کے لئے دنیا کی سب سے تلخ چیز ایک سوکن کا وجود ہے اور جہاں اس قدر سوکنیں جمع ہوں وہاں کبھی کبھار اتفاقی ناگواری کا پیدا ہونا عورت کی فطرت ہے کیونکہ فیض صحبت تو انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے لیکن اس کی فطرت کو نہیں بدلتا اس لئے ان چند معمولی جذباتی امور کا پیش آنا فطری تھا پھر ان چند معمولی واقعات کو چھوڑ کر ان تمام ازواج مطہرات میں آپس میں دوامی محبت وقدر شناسی، عزت واحترام اور لطف ومدارات کی بہترین مثالیں قائم تھیں۔

اسی قسم کے عزت واحترام اور الفت ومحبت کی مثالیں دیگر ازواج میں بھی تھیں اس لئے گزشتہ کے ان جزوی تلخیوں سے غلط نتیجہ نہیں اخذ کرنا چاہئے جیسا کہ بعض بدباطن کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے سوء ظن سے حفاظت فرمائے اور ان نبوی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مثالی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رسول اللہ ﷺ کا زندگی کے آخری ایّام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ نے ہشام کے طریق سے روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ آخر عمر میں بیمار ہو گئے ہر زوجہ مطہرہ کی باری کے اعتبار سے ان کے ہاں ٹھہرتے اور پوچھتے رہتے کہ میں کل کہاں ہو

گا؟ (آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا اشتیاق تھا) چنانچہ جب آپ ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو مطمئن ہو گئے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مرض الموت کے دنوں میں تھے تو بار بار پوچھتے کہ کل میں کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ کا مقصد تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن کب آئے گا جب ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کی رغبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھی تو سب نے متفقہ طور پر عرض کی کہ آپ جہاں رہنا پسند کریں وہیں رہیں گے تو آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے وہیں رہے حتیٰ کہ وفات بھی وہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس دن باری میری ہی تھی، آپ ﷺ کی روح اس حال میں قبض ہوئی کہ آپ ﷺ میرے سینے اور گلے کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اس دن نبی کریم ﷺ کے لعاب میں میرا لعاب بھی مل گیا تھا۔

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو بلا کر فرمایا کہ اب میں بیماری کی وجہ سے تم میں سے ہر ایک کے پاس نہیں جا سکتا اگر تم چاہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہی میں رہوں، اس پر تمام ازواج نے اجازت دے دی۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ جنت البقیع سے تشریف لائے تو مجھے سر میں درد محسوس ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی: ''وا رأساہ'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! درد تو میرے سر میں بھی ہو رہا ہے، پھر فرمانے لگے: اے عائشہ کیا ہوا؟ اگر تم میری زندگی میں مر جاؤ گی تو میں تمہارے لئے اہتمام کروں گا تمہیں کفن پہناؤں گا اور تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا اور تمہیں دفن کروں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے تو ایسا لگتا

ہے کہ اگر میرے ساتھ ایسا ہو گیا تو آپ واپس آ کر کسی زوجہ کے پاس رات گزار لیں گے، یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ مسکرانے لگے اور پھر آپ ﷺ کا سر درد بڑھنے لگا جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے تو شدت سے تکلیف محسوس ہونے لگی تو آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو بلوا کر میرے گھر میں بیماری کے ایام گزارنے کی اجازت چاہی تو تمام ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے لعاب کا جمع ہونا

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے گھر میں میری باری میں میری گود میں سر رکھے وفات پائی، آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما گھر میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے مسواک ان سے لی اور اسے اچھی طرح چبا کر نرم کیا اور پھر آپ ﷺ کو پیش کر دی، آپ ﷺ نے اچھی طرح مسواک کی، پھر آپ ﷺ کا لعاب مبارک زمین پر گرا تو میں نے وہ دعا پڑھنا شروع کر دی جو نبی اکرم ﷺ بیماری کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے البتہ موجودہ بیماری میں آپ نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی، کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمانے لگے "الرفیق الاعلیٰ" اس کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے نکلنی شروع ہو گئی، تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لئے ہیں جس نے نبی ﷺ کے آخری دن میرے اور آپ ﷺ کے لعاب کو جمع فرما دیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے شمائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت ذکر کی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے سینے سے یا فرمایا میری گود سے ٹیک لگا رکھی تھی، پھر آپ ﷺ کو پیشاب کا تقاضا ہوا، آپ ﷺ نے برتن منگوایا

اور فراغت حاصل کی، اس کے بعد آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات بروز منگل سترہ رمضان ۵۸ اٹھاون ہجری میں ہوئی اور بعض حضرات نے ستاون (۵۷) ہجری نقل کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی کہ مجھے اپنی مصاحبات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی، ان دنوں خلیفہ مروان مدینہ میں والی تھا اور حضرت معاویہ کی خلافت تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی لحد مبارک میں چار افراد اترے تھے، عبداللہ وعروہ یہ دونوں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹے تھے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر وعبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم، اور آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے فرمائی تھی۔

علامہ ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہوگی جو بہت زیادہ بالوں والے اونٹ پر سوار ہوگی اور اس کے آس پاس بہت سے لوگ قتل کیے جائیں گے اور وہ موت سے بچ جائے گی؟ ابوعمر یہ حدیث لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حدیث علامات نبوت میں سے ہے اور اس کی اسناد مشہور ہیں۔

ابو سعید نے ''شرف نبوت'' میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے میری ساتھیوں (ازواج مطہرات) کے ہمراہ جنت البقیع میں دفن کیا جائے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا بقیع میں مدفون ہوئیں۔ (بخاری)

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ان کا نام حفصہ بنت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھا، ان کی نسبت قریشیہ عدویہ ہے، اور ان کی والدہ زینب بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی، حضور اکرم ﷺ کی زوجیت سے قبل حضرت حفصہ خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں انہی کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی اور مدینہ میں کچھ عرصہ بعد حضرت خنیس رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے، جب آنحضرت ﷺ غزوہ بدر سے تشریف لائے تو ان سے نکاح فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میری بیٹی حفصہ کا شوہر اصحاب رسول اللہ میں سے بدری صحابی تھا (دراصل جو حضرات صحابہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے ان کی مغفرت فرمادی گئی، لہٰذا یہ ایک بڑی عظیم منقبت ہے، اس لئے جن صحابہ نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی ان کے نام کا جب بھی صحابہ میں تذکرہ چلا کرتا تو بطور خاص یہ بھی ذکر کیا جاتا کہ ''وکان ممن شھد بدراً ''یعنی انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی) ان کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خنیس کی وفات کے بعد میں نے عثمان

(رضی اللہ عنہ) سے ملاقات کی اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، انہوں نے مجھے کہا کہ مجھے اس معاملہ میں تھوڑا سوچ لینے دو پھر وہ ایک دن مجھ سے ملے اور کہا کہ میں شادی نہیں کر سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے اس معاملہ میں بات کی تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو مجھے بڑا رنج ہوا کہ میں انہیں (یعنی عثمان اور ابوبکر کو) اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کے لئے کہہ رہا ہوں اور عثمان (رضی اللہ عنہ) نے تو انکار کر دیا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کوئی جواب ہی نہ دیا، فرماتے ہیں کہ ابھی میں سوچ بچار میں تھا کہ کچھ دن بعد حضور اکرم ﷺ نے میری بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو میں نے بلا تاخیر کے اپنی بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا۔

پیغام نکاح کی ایک اور روایت

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ وفات پا گئیں اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئیں تو ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عثمان! کیا تم حفصہ سے نکاح کرنے کو تیار ہو؟ جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں اس سے بہتر رشتہ مل جائے تو کیسا ہے؟ فرمایا کہ تمہاری بیٹی حفصہ سے میں نکاح کر لوں اور عثمان کا میں اپنی بیٹی یعنی ام کلثوم سے کر دیتا ہوں جو اس سے بہتر ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ربعی بن حراش کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی بیٹی سے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے انکار کر دیا یہ بات حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا میں تمہیں ایسے داماد کے متعلق نہ بتاؤں جو تمہارے لئے عثمان سے بھی زیادہ بہتر ہو اور عثمان کو ایسے سسر بتادوں جو اس کے لئے تم سے بہتر ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور بتایئے یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ حفصہ کا نکاح مجھ سے کر دیا جائے اور میری بیٹی عثمان کے نکاح میں آجائے۔ (طبقات ابن سعد، ج۸ ص۹۲)

مذکورہ تینوں احادیث میں بظاہر تعارض سا نظر آتا ہے (جب احادیث میں کہیں تعارض ہو تو حضرات محدثین اسے رفع کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار فرماتے ہیں جیسے تطبیق، ترجیح، ناسخ، منسوخ، تعارض کو رفع کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ تطبیق بین الاحادیث ہے یعنی تمام متعارض احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی جائے، اس سے تمام احادیث کو معمول بہا بنانا آسان ہو جاتا ہے) لہٰذا یہاں بھی مذکورہ بالا تینوں احادیث میں جمع و تطبیق ممکن ہے، بایں ہمہ کے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ آپ ﷺ نے ارادہ ترک فرما دیا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود رد فرما دیا پھر جب یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی پہلی حالت کا دکھڑا سنانے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سارا ماجرا سن کر ان کی تسلی کے لئے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم حضرات فرماتے

ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہجرت کے تین سال بعد ہوا اور حضرت ابوعبیدہ نے دوسرا سال ذکر کیا ہے۔

جنت میں اہلیہ ہونے کا اعزاز

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن زید رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی جب ان کے دونوں ماموں (قدامہ وعثمان) ان کے پاس آئے تو انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے کسی عداوت یا کسی عیب اور نقص کی وجہ سے طلاق نہیں دی، اسی وقت آپ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کرلیا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل امین نے حکم دیا ہے کہ میں حفصہ سے رجوع کرلوں اور فرمایا کہ یہ انتہائی عبادت گزار اور بکثرت روزے رکھنے والی ہے اور جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوں گی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اسے طلاق مت دو اس لئے کہ یہ انتہائی زہد وتقویٰ اور قائم بامر اللہ صفات کی حامل ہے اور جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوگی۔

ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے طلاق نہ دی ہو بلکہ صرف ارادہ ہی فرمایا اور معاملہ کی خطرناک صورتحال دیکھ کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے حضرات نے یہ سمجھ لیا ہو کہ آپ ﷺ نے طلاق دے دی، جیسا کہ پہلی روایت میں مذکور ہوا، اور جبریل علیہ السلام نے آکر اس ارادے سے باز رہنے کا حکم منجانب اللہ سنایا ہو جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ کو مراجعت کا حکم دیا گیا، یا یہ کہ اس پر مراجعت کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ مراجعت کہتے ہی واپس لوٹنے کو ہیں

چاہے وہ قول کے اعتبار سے ہو یا مکان کے اعتبار سے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شفقت تھی

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو اس کی خبر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے اپنے سر پر مٹی ڈالی اور فرمایا کہ آج کے بعد عمر اور اس کی بیٹی کی بھی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں رہی، دوسرے دن ہی حضرت جبرئیل آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ حفصہ سے مراجعت کیجئے تاکہ عمر پر گراں نہ گزرے۔ (ابن کثیر، ج۸ ص۱۸۶)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور خلافت شیخین کی بشارت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا (التحریم: ۳۰)

اور جب کہ پیغمبر نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی۔

حضرات مفسرین فرماتے ہیں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور اس گھر میں آپ کی ایک کنیز حضرت ماریہ قبطیہ بھی تھیں، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں۔

آپ ﷺ نے اپنی کنیز سے ملاقات کی اور جب حفصہ رضی اللہ عنہا گھر تشریف لائیں تو معلوم ہونے پر بہت روئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری باری میں اور میرے گھر میں یہ صرف اور صرف میرے ساتھ آپ نے ایسا کیا میں سمجھتی ہوں کہ تمام ازوج میں مجھے ہی آپ کمتر خیال کرتے ہیں اس لئے آپ نے ایسا کیا۔

نبیر حمت ﷺ نے جب دیکھا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ دلبر داشتہ ہیں تو آپ نے فرمایا: حفصہ میں تمہیں بھی ضرور بضرور خوش کروں گا، اور فرمایا: آج میں تمہیں ایک ایسا راز بتاتا ہوں کہ اس وقت پوری کرہ ارض میں یہ راز کسی کے پاس نہیں البتہ تم اسے ہرگز ہرگز افشانہ کروگی اور جہاں تک تم اس کنیز کے مسئلہ میں دلبر داشتہ ہو تو میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ باندی آج کے بعد مجھ پر حرام ہے اور تمہارے لئے خوشخبری یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر خلیفۃ المسلمین ہوں گے اور ان کے بعد تمہارے والدمحترم خلیفۃ المسلمین بنیں گے۔(ابن کثیر، ج۸ ص۱۸۶)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ واقدی کی تصریح کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۵ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر ساٹھ برس تھی۔ دوسرا قول ۴۱ھ کا ہے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ تیسرا قول ۲۷ھ کا ہے یہ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔

آپ نے اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام وصیت کی جیسا کہ ان کے والدمحترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ وغیرہ کی وصیت کی تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ازواجی زندگی

ان کا نسب اس طرح ہے ''ہند بنت ابی امیہ''، علامہ ابن عبدالبر کی تصریح کے مطابق ابوامیہ کا نام حذیفہ ہے، اور حافظ عبدالغنی المقدس نے بصیغہ تمریض مسمی سہیل کا بھی ذکر کیا ہے بہر حال یہ امیر المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں اور یہ قبیلہ قریش کے انتہائی سخی و جواد قسم کے شخص تھے، انتہا یہ کہ یہ مشہور ہی ''زادالراکب'' کے لقب سے تھے۔

پہلا نکاح اور ہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے قبل ابوسلمہ بن عبدالمطلب رضی للہ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیت آپ کی نام پر غائب رہی، ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ ہے، ان سے حضرات ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چار بچے ہوے، سلمہ، عمر، رقیہ، زینب رضی اللہ عنہم وعنہن۔ اسلام کی سب سے پہلی ہجرت جو ارض حبشہ کی طرف ہوئی تھی یہ دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف کی، اس طرح آپ کو دونوں فضیلتیں حاصل ہوگئیں، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو عورت مہاجرہ بن کر پالکی میں سوار ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئی وہ یہی تھیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہجرت کے چار سال بعد ہوا۔

سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تو وہاں ہمیں بہت ہی اچھا حسن سلوک ملا اور ہم اپنے دین کے معاملہ میں بالکل پر امن تھے وہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے

تھے، غرض ہمیں ہر طرح سے اطمینان تھا، جب قریش مکہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہیں بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنا ایک آدمی بھیجیں۔

چنانچہ انہوں نے کچھ سامان وغیرہ جمع کیا جو بطور ہدیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا، پھر انہوں نے مال ومتاع دے کر عبداللہ بن ربیعہ المخزومی اور عمرو بن العاص (یہ دونوں اس وقت تک حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے) کو بھیجا، انہوں نے جا کر بادشاہ کی خدمت میں وہ تحائف پیش کئے اور بتایا کہ ہم قریش مکہ کے سفیر ہیں، ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ہمارے خاندان کے کچھ لوگ آئے ہیں اور انہوں نے آپ کی پناہ لے رکھی ہے، آپ مہربانی فرما کر انہیں ہمارے حوالے کر دیں، بادشاہ حقیقت میں خدا ترس اور سلیم الفطرت انسان تھا، اور انتہائی زیرک شخص تھا فوراً معاملہ کی سنگینی کو بھانپ گیا اور صاف انکار کر دیا۔

مدینہ منورہ کی جانب ہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کا تہیہ کر لیا تو انہوں نے اپنا اونٹ تیار کر کے مجھے اس پر بٹھایا اور میری گود میں میرے بیٹے سلمہ کو بھی بٹھایا اور سفر کا آغاز کر دیا، جب قبیلہ بنو المغیرہ بن عبداللہ مخزوم کے لوگوں نے ہمیں دیکھا تو وہ راستہ میں آگئے اور کہا کہ ابو سلمہ یہ تمہاری طرف سے زیادتی ہے اور تم ہم لوگوں پر خواہ مخواہ حاوی ہو رہے ہو، آپ خود غور کرو کہ ہم تمہیں کس طرح چھوڑ دیں جب کہ ہماری بیٹی بھی تمہارے ساتھ ہے یہ کیسے اتنے دور دراز سفر کو طے کرے گی؟ اور ابو سلمہ کے ہاتھ سے اس اونٹ کی نکیل بھی چھین لی اور مجھے بھی ان سے لے لیا۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ لوگ بھی بہت غصہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان لوگوں نے ابو سلمہ سے اس کی بیوی جدا کی ہے تو ہم ان

کے پاس اپنا بیٹا نہیں چھوڑیں گے، فرماتی ہیں کہ انہوں نے میرا بیٹا مجھ سے لے لیا اور بنو عبدالاسد کے چند لوگ آئے اور میرے بیٹے کو لے کر چلے گئے، اب صورتحال یہ ہو گئی کہ مجھے میرے قبیلہ والوں نے روک لیا تھا اور ابو سلمہ اکیلے ہی مدینہ منورہ تشریف لے گئے، نہ میرا بیٹا نہ میرا شوہر۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس طرح میرے بیٹے اور شوہر نیز میرے درمیان ہمارے قبیلے کے لوگوں نے جدائی ڈال دی تھی، میں روزانہ صبح کے وقت بستی سے باہر نکل جاتی اور دور ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی، ایک دن میرا ایک چچا زاد میرے قریب سے گزرا تو اس نے میری یہ بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر خاندان والوں سے بات کی اور کہا تم لوگوں نے کیوں اس بے چاری کو شوہر سے جدا کر رکھا ہے؟ تم لوگوں کو رحم کیوں نہیں آتا؟ اس پر میرے قبیلہ کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اپنے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو، فرماتی ہیں کہ انہیں دنوں قبیلہ عبدالاسد کے لوگوں نے میرا بیٹا بھی مجھے واپس لوٹا دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنا اونٹ تیار کیا اور بچے کو گود میں لیا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے مدینہ منورہ کا سفر شروع کر دیا اور میں تنہا جا رہی تھی میرے قبیلہ والوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ کسی کو میرے ساتھ کر دیتے، میں نے یہی خیال کیا کہ راستے میں جہاں کوئی قافلہ ملے گا تو مدینہ تک ساتھ ہو جاؤں گی، ابھی میں مقام تنعیم تک ہی پہنچی تھی کہ مجھے قبیلہ بنی عبدالدار کا آدمی عثمان بن ابی طلحہ مل گیا، اس نے کہا: اے بنت ابی امیہ کہاں جا رہی ہو؟ میں نے کہا مدینہ منورہ اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں، اس نے کہا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ میں نے کہا بخدا! اللہ کے سوا میرے ساتھ کوئی نہیں اور یہ میرا بیٹا ساتھ ہے، جب اسے تصدیق ہو گئی کہ میں اکیلی ہی ہوں تو اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چلنا شروع کر دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخدا! پورے عرب میں میں نے اس جیسا کریم النفس آدمی نہیں پایا، جب ہم کسی منزل پر پہنچتے تو وہ اونٹ کو بٹھا دیتا اور پھر دور

ہو کر کھڑا ہو جاتا جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو اونٹ کو تھوڑا سا دور کر کے اس سے کجاوہ وغیرہ اتارتا اور اس کو کسی درخت سے باندھ دیتا پھر دور جا کر کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتا، اور جب ہم دوبارہ سفر کا ارادہ کرتے تو وہ اونٹ کو میرے پاس لا کر بٹھا دیتا اور تھوڑا دور ہو کر کھڑا ہو جاتا اور مجھے کہتا اب سوار ہو جاؤ جب میں اچھی طرح سنبھل کر بیٹھ جاتی تو آ کر اونٹ کی نکیل پکڑ کر اسے اٹھاتا اور آگے آگے چلنا شروع کر دیتا، پورے راستے میں وہ اسی طرح حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا رہا حتی کہ اس نے مجھے مدینہ منورہ پہنچا دیا، جب قبیلہ عمرو بن عوف کے مکانات نظر آئے تو اس نے مجھے کہا تمہارا شوہر اسی گاؤں میں ہے، اس نے مجھے ابوسلمہ کے پاس چھوڑا اور پھر مکہ مکرمہ واپس چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بخدا ابوسلمہ کے اہل خانہ پر جتنے مصائب ٹوٹے شاید ہی اسلام میں کسی پر اتنے مشکل حالات آئے ہوں اور فرمایا کہ عثمان بن ابی طلحہ جیسا کریم آدمی میں نے کبھی نہ دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جب بھی کسی ایمان والے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ ایسا طریقہ اختیار کرے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے یعنی صبر و رضا اختیار کرے اور ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' پڑھے اور یوں دعا کرے:

اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیراً منھا

اے اللہ! مجھے مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کے بدلے مجھے اس کا بہترین نعم البدل عطا فرما۔

تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو مجھے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی یاد آیا، میں نے دل میں سوچا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون

ہوسکتا ہے؟ جب کہ ابوسلمہ اصحاب رسول میں سے تھے اور انہوں نے سب سے پہلے ہجرت بھی کی لیکن میں نے ارشاد نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ بالا دعا پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی صورت میں عظیم الشان بدل عطا فرما دیا۔

فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا میں نے عرض کیا کہ میرے تو بچے بھی ہیں، دوسرا میں ایک غیرت مند عورت بھی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں بچوں سے مستغنی کرے اور ان سے غیرت بھی رفع کر دے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوسلمہ کے انتقال پر میں نے کہا ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ وہ تو صحابی بھی تھے پھر اللہ نے مجھے صبر دے دیں اور میں نے دعا کی تو نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح ہوگیا۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آج میں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے بہت ہی بھلی لگی، معلوم نہیں میں اس پر پورا اتر سکوں گا یا نہیں؟ پھر فرمایا کہ ارشاد ہے:

> جس کسی مومن کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ انا للّٰہ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر و ثواب عطا فرما اور اس کا بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر و ثواب عطا فرما دیتے ہیں اور بہت لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل بھی عطا فرما دیں۔

جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہیں وہ حدیث مبارکہ یاد آ گئی جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سن رکھی تھی البتہ دلی طور پر رنج و غم کی وجہ سے بڑا اضطراب تھا لیکن یہ دعا کی اے اللہ مجھے ابوسلمہ سے بہتر بدل عطا فرما۔ پھر کہا ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ کوئی نہیں؟ کوئی نہیں؟ فرماتی ہیں میں نے فرمان نبوی

ﷺ کی تعمیل کے لئے دعا پڑھ لی۔

جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کر دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا آپ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو فرمایا:

مرحباً برسول اللہ ﷺ

اور فرمایا میرے اندر تین عادتیں ایسی ہیں کہ شاید آپ انہیں پسند نہ فرمائیں، ایک تو یہ کہ میں غیرت مند ہوں، دوسرا یہ کہ میرے بچے بھی ہیں، تیسرا یہ کہ میری کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جو شادی کرا سکے۔

اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہوئے اور آ کر فرمایا تم نے آپ ﷺ کے پیغام کو کیوں رد کیا؟ انہوں نے عرض کیا: اے ابن خطاب میرے ساتھ یہ مسئلہ ہے، پھر آپ ﷺ خود تشریف لائے اور فرمایا تم نے جو غیرت کا ذکر کیا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تم سے اس چیز کو ختم کر دے اور بچوں کے معاملے کی فکر مت کرو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کفایت فرمائیں گے اور جو تم نے یہ کہا کہ یہاں تمہارا کوئی رشتہ دار نہیں تو بات ایسی ہے کہ درحقیقت تمہارے رشتہ داروں میں یہاں کوئی ایسا نہیں کہ جو مجھے ناپسند کرے پھر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے میرا نکاح کرا دو، لہٰذا بیٹے نے نکاح کرا دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے جو کچھ فلاں بیوی کو دیا۔ تمہیں بھی اس سے کم نہیں دوں گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کے بیٹے سے پوچھا آپ ﷺ نے فلاں عورت کو کیا دیا تھا؟ اس نے کہا اسے دو مٹکے دیئے تھے جن سے وہ اپنی ضروریات پوری کرتی اور ایک چکی اور ایک تکیہ جو کہ چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔

پھر جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ام سلمہ نے شرم کے مارے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کو گود میں لے لیا، جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو واپس تشریف لے

گئے، دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا، پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس بچی کو اٹھا کر لے گئے اور کہا مجھے دے دو اس کی وجہ سے آپ ﷺ گھر سے باہر ہیں۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے تو وہ بچی ان کے پاس نہیں تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: ''زناب'' یعنی زینب کہاں ہے؟ عرض کیا اسے عمار اپنے ساتھ لے گئے ہیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔ (طبقات الکبریٰ، ج۸ ص ۱۰۱)

آپ ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ جس طرح عام طور پر عورتوں میں غیرت ہوتی ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بالکل ختم ہو گئی تھی، یہ اسی دعا کا اثر تھا جس کا سابقاً ذکر ہوا۔

بیٹا اپنی والدہ کے نکاح میں ولی بن سکتا ہے

علامہ محب الدین طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا والدہ کا نکاح کرا سکتا ہے، اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ان کا وہ بیٹا نکاح کرانے کا اہل اس لئے ٹھہرا کہ وہ عصبہ تھا اور بیٹا عصبہ اس طرح بن سکا تھا کہ حضرت ابوسلمہ اور ام سلمہ یہ دونوں آپس میں چچازاد تھے اور وہ بیٹا گویا کہ ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا تھا اور اس وقت ان کی عصبات میں سے اس بیٹے کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا۔ (النسائی، ج۶ ص ۸۱)

نکاح کا سال

حضرت ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، شوال میں نکاح ہوا اور رخصتی بھی شوال ہی میں ہوئی۔

روزانہ کی ملاقات کی ابتداء ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز عصر سے

فارغ ہوتے تو اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے، اور ابتداء ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے فرماتے کہ وہ عمر میں بڑی تھیں اور اختتام میرے گھر پر فرماتے۔

ماہواری کی حالت میں فراش رسول میں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ بستر میں سو رہی تھی کہ مجھے حیض آ گیا آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہیں حیض آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا: اپنی حالت صحیح کرو اور پھر لوٹ آؤ، فرماتی ہیں میں نے لباس تبدیل کیا اور پھر آ کر آپ ﷺ کے پاس سو گئی۔

(بخاری، ج۱ ص۸۳۔ مسند احمد، ج٦ ص ۲۰۰)

ایک برتن سے غسل

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے تھے۔ (مسلم:۲٦۱)

عطا میں خصوصیت

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو فرمایا: اے سلمہ! میں نے بادشاہ نجاشی کے لئے کچھ کپڑے اور چند اوقیہ مشک بطور ہدیہ بھیجے ہیں، اور مجھے سخت خدشہ ہے کہ میرے تحائف پہنچنے سے پہلے ہی وہ آدمی وفات پا چکا ہوگا اور وہ مال میرے پاس لوٹ آئے گا، پس اگر ایسا ہوا تو وہ مال تمہارا ہوگا۔

فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا خدشہ حقیقت میں ظاہر ہو گیا اور وہ بھیجے گئے

تحائف آپ ﷺ کے پاس لوٹ آئے، آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کو ایک ایک اوقیہ خوشبو عنایت فرمادی اور باقی ماندہ کپڑے اور خوشبو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۰ھ یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں ہوئی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۹ھ رمضان یا شوال اور صحابی جلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وصیت فرمائی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور آپ کی قبر میں آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمر اور سلمہ جو کہ ابو سلمہ سے تھے داخل ہوئے، نیز عبداللہ بن ابی امیہ اور عبداللہ بن وہب بن زمعہ بھی قبر میں اترے اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا، انتقال کے وقت چوراسی سال عمر تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تین بچے تھے (۱) سلمہ رضی اللہ عنہ جو سب سے بڑے تھے، (۲) عمر رضی اللہ عنہ، (۳) زینب رضی اللہ عنہا جو سب سے چھوٹی تھیں، اور خوش قسمتی سے تینوں حضور اکرم ﷺ ہی کی گود میں پلے بڑھے تھے۔

البتہ نبی کریم ﷺ سے کس بچے نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح کرایا تھا اس میں روایات مختلف ہیں۔ امام نسائی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی تصریح کے مطابق عمر نامی بیٹے نے نکاح کرایا تھا۔

اور علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے سلمہ کا ذکر کیا اور اکثر اہل علم اور حضرات محققین کی رائے بھی یہی ہے اور انہی کے نکاح میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ کو دیا تھا اور خلافت عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک

زندہ رہے، البتہ حضرات محدثین فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے ان کی کوئی روایت محفوظ نہ ہوسکی۔

ان کے بیٹے عمر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایات موجود ہیں، جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت نو سال تھی، ان کی پیدائش حبشہ ہی میں ہجرت کے دوسرے سال ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحرین اور فارس کا حاکم انہیں بنایا تھا۔ ۸۳ھ مدینہ منورہ میں خلافت عبدالملک میں ان کی وفات ہوئی۔ (اسد الغابہ، ج٤ ص١٨٣)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا یہ بھی حبشہ ہی میں پیدا ہوئیں اور واپسی پر بھی ساتھ تھیں ان کا پیدائشی نام برہ تھا، نبی کریم ﷺ نے تبدیل کر کے زینب نام رکھا۔

ان کے متعلق منقول ہے کہ آپ ﷺ ایک دفعہ غسل فرما رہے تھے کہ یہ بچی تھی اور آپ ﷺ کے قریب چلی گئی، آپ نے پانی کے چند چھینٹے ان کے چہرے پر مار دیئے، کہا جاتا ہے کہ یہ بوڑھی ہوگئیں تھیں لیکن جوانی کی رونق جب بھی ان کے چہرے پر بحال تھی، ان کی شادی عبداللہ بن زمعہ بن الاسود سے ہوئی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے کی ''افقہ النساء'' خاتون تھیں۔ (الاستیعاب، ج٤ ص١٨٥٥)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی ازدواجی زندگی

ابتدائی حالات

آپ کا اصل نام رملہ تھا، کنیت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص، آپ کے والد کا نام ابوسفیان بن امیہ جو سن ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے، اور قریشی از خاندان بنوامیہ ہے۔

حضور ﷺ سے پہلے آپ کا نکاح یعنی پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا۔

سن ٦ ہجری میں حضور ﷺ کی عمر تقریباً ۵۸ برس اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳٦ سال تھیں کہ حضور ﷺ سے آپ کا نکاح کیا گیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں تقریباً ۵ برس رہیں۔

نبی کریم ﷺ کے عقد میں آنے سے قبل ان کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا، حبشہ کی طرف جب دوسری دفعہ مسلمانوں نے ہجرت کی تو یہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں، لیکن بدقسمتی سے وہاں جا کر ان کے شوہر مرتد ہو کر نصرانی بن گئے اور اسی ارتداد کی حالت میں انتقال ہو گیا اور یہ دین اسلام پر ثابت قدم رہیں، بعد میں آپ ﷺ سے نکاح ہوا۔ (مسند امام احمد، ج٦ ص ٤٧٢)

رسول اللہ ﷺ کا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات میں نے خواب میں اپنے شوہر کو بہت بری حالت میں دیکھا اور اس کی صورت بہت بھیانک دکھائی دی، مجھے بہت خوف لاحق ہوا میں نے دل میں سوچا بخدا اس کی یہ حالت بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے، کیا دیکھتی ہوں کہ صبح میرا شوہر کہتا ہے اے ام حبیبہ! میں نے دین کے معاملہ

میں بہت غور وفکر کیا، مجھے نصرانیت سے بڑھ کر کوئی دین بھلا نہ معلوم ہوا، جب کہ میں پہلے نصرانی ہی تھا۔ پھر میں نے اسلام قبول کرلیا لیکن اب دوبارہ نصرانیت کی طرف لوٹ چکا ہوں، میں نے کہا ہرگز ہرگز یہ تمہارے لئے بہتر نہیں، پھر میں نے اسے وہ خواب سنایا جو میں نے دیکھا تھا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور لاپرواہ ہوگیا اور شراب پیتا رہا اور اسی حال میں اس کو موت نے آلیا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار پھر خواب دیکھا کہ مجھے کوئی ''ام المؤمنین'' کہہ کر پکار رہا ہے، میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کی نبی کریم ﷺ مجھ سے شادی کریں گے، میری عدت پورے ہوتے ہی میرے پاس نجاشی کا پیامبر آیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی، دیکھا تو وہ ایک باندی تھی جسے ''ابرھہ'' کہا جاتا تھا وہ بادشاہ کی خصوصی خدمتگار تھی، اس نے اندر آکر مجھے کہا بادشاہ سلامت کا پیغام ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خط میرے پاس آیا کہ میں تمہاری شادی ان سے کرادوں میں نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں خوشیاں نصیب کرے، تم نے بہت بڑی خوشخبری دی ہے مزید اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے کہ تو اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کرو جو تمہاری طرف سے عقد نکاح میں شریک ہو سکے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی طرف سے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا، مجھے اتنی خوشی تھی کہ میں پھولے نہ سما رہی تھی میں نے اپنے ہاتھوں میں پہنے ہوئے دونوں کنگن اور پاؤں کے کڑے اور چاندی کی جتنی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں سب اتار کر اس کو دے دیں۔

جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام اہل اسلام کو جمع کیا اور ایک بڑا ہی جاندار خطبہ دیتے ہوئے توحید و شہادت بیان کی جس کے الفاظ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار، اشهد أن لا اله الا الله، و اشهد ان

محمداً رسول اللہ، أرسلہ بالھدیٰ و دین الحق

لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون

خطبہ دینے کے بعد نجاشی نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد و مطالبہ کو قبول کیا اور میں اس کا مہر چار سو دینار مقرر کرتا ہوں، پھر اس نے وہ چار سو دینار اسی وقت مجلس میں لوگوں کے سامنے رکھ دیئے، اس کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں میں اس سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی سے استغفار کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس میں کوئی شریک نہیں اور نبی ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت و دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو ہر چند کے مشرکین کو یہ پسند نہیں، اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کے پیغام نکاح کو قبول کرلیا اور میں ام حبیبہ کا نکاح آپ ﷺ سے کراتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لئے یہ نکاح بابرکت بنائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے دینار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیئے، پھر جب نکاح ہونے کے بعد لوگ اٹھ کر جانے لگے تو بادشاہ نے کہا بیٹھ جایئے اور کہا کہ انبیاء کرام کی سنت ہے جب شادی کرتے ہیں تو اس موقعہ پر مہمانوں کو کھانا پیش کیا کرتے ہیں پھر بادشاہ نے کھانا منگوایا جسے تمام اہل مجلس نے کھایا اس طرح یہ تقریب سعید اپنے منتہی کو پہنچی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے مہر کی رقم میرے پاس پہنچی تو میں نے ''ابرھہ'' کو دوبارہ بلایا اور اس سے کہا کہ اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا بس وہ تو ایسا وقت تھا کہ میں خود بھی خالی ہاتھ تھی میرے پاس کچھ نہ تھا یہ پچاس مثقال سونا ہے اسے لے لو اور اپنی ضرورت پوری کرلو، اس نے انکار کرتے ہوئے ایک تھیلی نکال کر میرے سامنے رکھ دی جس میں وہ سب کچھ موجود تھا جو میں نے اسے دیا تھا اور کہا کہ بادشاہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں آپ سے کچھ بھی نہ لوں کیونکہ میں خود بھی بادشاہ ہی کی خدمتگار ہوں، البتہ اتنی بات ضرور بتاتی ہوں کہ میں نے دین

محمد (ﷺ) کی اتباع کررکھی ہے اور اللہ کے لئے اسلام قبول کیا اور بادشاہ نے اپنی تمام ازواج کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جو بھی خوشبو ہو تمہارے پاس ضرور بھیجیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگلے دن وہ باندی بہت ساری قسم قسم کی خوشبویات اور مختلف تحفے تحائف لے کر حاضر ہوئی پھر جب میں مدینہ آئی تو وہ سب کچھ میرے پاس تھا، آپ ﷺ وہ تمام چیزیں دیکھتے اور کوئی ناگواری نہ فرماتے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابرھہ نے مجھے کہا کہ میں تم سے ایک ضروری بات کہتی ہوں وہ یہ کہ نبی پاک ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور بتانا کہ میں نے آپ کے ہی دین کی اتباع کررکھی ہے، فرماتی ہیں کہ اس نے مجھے اچھی طرح تیار کیا، اس دوران جب بھی وہ میرے پاس آتی تو کہتی "میری ضرورت کو مت بھولنا" آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچی تو میں نے آپ ﷺ کو وہاں کے تمام حالات بتائے اور پھر خطبہ کا تذکرہ بھی کیا اور خصوصی طور پر ابرھہ کی بات بھی ذکر کی اور اس کا سلام بھی پہنچایا، آپ ﷺ نے کچھ دیر تبسم فرمایا اور پھر جواب دیتے ہوئے "وعليها السلام و رحمة الله و بركاته" فرمایا۔ (اسد الغابه ابن اثیر، ج ۷ ص ۱۱٦۔ جلاء الافهام فی ابن القيم، ص ۱۹۰، ۱۹۱)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی رسول اکرم ﷺ کو اپنی بہن سے شادی کی پیشکش

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری ہمشیرہ سے بھی شادی کرلیں، آپ ﷺ کیا یہ تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نہیں چاہتی کہ میں اکیلی ہی آپ کی مالک بن جاؤں بلکہ میں چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی اس خیر و برکت میں شریک رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے لئے حلال نہیں (یعنی ایک بہن پہلے سے نکاح میں ہو اور پھر دوسری بھی ساتھ ہی نکاح میں آ

جائے) فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ آپ ﷺ ابو سلمہ کی بیٹی سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میری پرورش میں نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لئے جائز نہ تھی کہ وہ میری رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، مجھے اور اس کے والد کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا تم مجھے اپنی بیٹیاں اور بہنیں مت پیش کرو۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۷۳ سال کی عمر میں اپنی بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۴۴ ہجری کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا، ابن حبان نے ۴۲ ہجری اور ابن خیثمہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال سے ایک سال قبل یعنی ۵۹ ہجری لکھا ہے لیکن اکثریت ۴۴ ہجری پر متفق ہے۔(الاستیعاب، ج٤ ص١٨٤٥۔ اسد الغابہ، ج٧ ص١١٦۔ صفة الصفوة، ج٢ ص٤٦۔ الاصابہ، ج٧ ص٦٥٤۔ التهذيب فى النووى، ج٢ ص٣٥٩۔ مستدرك حاكم، ج٤ ص٢٠۔ اسد الغابہ، ج٧ ص٣١٦)

حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو وہاں سے ایک کتبہ برآمد ہوا جس پر لکھا تھا ''هذا قبر رملة بنت صخر ''یعنی یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے، چنانچہ میں نے وہ کتبہ وہیں پر رکھ دیا۔(الاستیعاب، ج٢ ص٧٥٠)

اس روایت سے یہ ظاہر ہوا کہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی قبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی، سوائے ابن عساکر کے تمام اس پر متفق ہیں لیکن ابن عساکر کی روایات کے مطابق ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملنے دمشق گئیں اور وہیں آپ کا وصال ہو گیا اور دمشق میں ہی دفن کی گئیں۔ واللہ اعلم

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا خوفِ آخرت

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ام حبیبہ کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اے عائشہ میرے اور تمہارے درمیان کبھی اونچ نیچ ہوگئی ہوگی جیسا کہ عموماً سوکنوں میں ہوتا ہے میں معافی چاہتی ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں بھی معاف فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کامل مغفرت فرمادے اور اگر کوئی غلطی ہو بھی تو اس کو نظر انداز فرمادے اور تمہاری بخشش فرمادے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے مجھے خوش کردیا، اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوشیاں نصیب فرمائے، اور پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان سے بھی اسی طرح معافی مانگی۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبدالشمس القرشیہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ان کی والدہ ام الشموس بنت قیس بن زید بن عمر تھیں، حضرت سودہ نبی کریم ﷺ سے قبل اپنے ایک چچازاد بھائی کے نکاح میں تھیں، جسے سکران بن عمرو کہا جاتا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج۸ ص۵۷)

اوران کا بھائی سہیل بن عمرو تھا، بنی عامر بن لؤی سے ان کا تعلق تھا، ان کے شوہر نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا اور پھر دونوں حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے، پھر جب حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو ان کے شوہر کا انتقال مکہ مکرمہ ہی میں ہوا، پھر آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی، امام زہری رحمہ اللہ سے ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح سے پہلے ان سے مکہ ہی میں نکاح کیا، یہی قول امام قتادہ اور ابوعبیدہ رحمہما اللہ کا بھی ہے اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے صرف یہی قول نقل کیا ہے اور امام زہری رحمہ اللہ کی دوسری روایت جسے عبداللہ بن محمد بن عقیل نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد ان سے نکاح کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہو گیا تو خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ

چاہیں تو باکرہ سے شادی کرلیں اور چاہیں تو کسی بیوہ سے نکاح کرلیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: باکرہ کون لڑکی ہے؟ اور بیوہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا باکرہ لڑکی تو آپ کے محبوب خلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ ہے، اور اگر بیوہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو وہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر ایمان بھی لائی ہے، آپ کی پیروکار بھی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ان سے میرا تذکرہ کرو تو انہوں اس پیغام کو قبول کرلیا اور نکاح کے لئے رضامند ہوگئیں۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں اس کے بعد سودہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئی ان کے والد بہت بوڑھے تھے اور گھر میں ہی رہتے تھے ان پر ضعف طاری ہو چکا تھا، میں نے انہیں زمانہ جاہلیت کے مطابق تحیۃ وسلام کیا اور ''انعم صباحا'' (دراصل زمانہ جاہلیت میں استقبالیہ کلمات مختلف انداز میں کہے جاتے تھے اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے تھے مثلاً صبح کے وقت انعم صباحا ،عم صباحا ،صباح الخیر اور شام کے وقت انعم مساء ،عم مساء ،مساء الخیر وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح کے کلمات ہمارے ہاں بھی بعض لوگ کہتے ہیں جیسے شب بخیر وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں جاہلیت کے زمرے میں آتی ہیں، اسلام کی جامعیت دیکھئے کہ ایسی تعلیم ارشاد فرمائی جس سے ہمیشہ کے لئے سلامتی کی دعا ملتی ہے یعنی ''السلام علیکم'' لہٰذا تمام طریقے ترک کر کے ہمیں اسلام کا بتایا ہوا طریقہ اختیار کرنا چاہئے) تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ جب انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں حکیم کی بیٹی خولہ ہوں، تو انہوں نے بڑی اپنائیت سے استقبال کیا اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (یعنی حضور اکرم ﷺ) سودہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا وہ تو بڑے اچھے آدمی ہیں، تم نے اپنی سہیلی (سودہ) سے پوچھا: وہ کیا کہتی ہے؟ میں نے عرض کیا اسے یہ رشتہ پسند ہے، انہوں نے کہا جا کر نبی ﷺ سے کہو کہ آپ تشریف لے آیئے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا ردِّ عمل

فرماتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے سودہ کا نکاح کرا دیا، جب عبد بن زمعہ جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں گھر تشریف لائے تو انہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے سودہ کا نکاح ہو گیا ہے چونکہ وہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے، انہوں نے اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کر دی کہ یہ وہ آدمی جس سے ہم دور بھاگ رہے ہیں وہ گھر کا فرد بن بیٹھا ہے اور جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو فرمایا کرتے کہ میں اس وقت بیوقوف تھا کہ اپنے سر میں مٹی ڈال رہا تھا کہ سودہ کا نکاح آپ ﷺ سے کیوں ہوا؟ جب کہ یہی عین خوش قسمتی کی بات تھی، اس روایت کے دوسرے حضرات نے بھی اختصار سے نقل کیا ہے۔ (مسند احمد، ج ٦ ص ٢١١)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کرنا

ام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب سودہ (رضی اللہ عنہا) بوڑھی اور ضعیف ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مقرر کر دیا اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! جس دن آپ میرے پاس تشریف لاتے ہیں وہ میں نے عائشہ کے نام کر دیا اس کے بعد آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو دن ٹھہرتے یعنی ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کیلئے ایک دن ایک رات مقرر فرما رکھی تھی، البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کر دیا تھا تا کہ آپ ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سودہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جس سے آپ ﷺ نے میرے نکاح کے بعد شادی کی۔

(بخاری، ج۷ ص ٤٧)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ سودہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی، میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسی کے رنگ میں رنگی جاؤں، جب وہ بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن بھی مجھے دے دیا۔ (مسلم)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نزول آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا اَوْ اِعْرَاضاً

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال ناراضگی بے پرواہی کا ہو۔

علامہ ابوعمر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی، مشہور یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ مطلق ہے کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یہ اس عورت کے بارے میں ہے جو ایسے خاوند کے نکاح میں ہو جو اسے ناپسند کرتا ہو اور اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہو تو وہ عورت اپنے شوہر سے کہے تو دوسری شادی کرلے اور مجھے طلاق نہ دے اور تجھے میری طرف سے مکمل آزادی ہے، یہی مفہوم مندرجہ ذیل آیت کا ہے:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا

سو دونوں کو کوئی گناہ نہیں کہ باہم ایک دوسرے سے خاص طور پر صلح کرلیں۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت ایسے آدمی کے بارے میں ہے جو اپنی پہلی بیوی کے بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے جدائی اختیار کر کے دوسری شادی کرنا چاہتا ہو، اور عورت کہے کہ تو مجھے اپنے پاس رکھ لے اور جس طرح چاہے میرے لئے تقسیم کر دے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر دونوں باہم راضی ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (بخاری، ج٦ ص٦٢. مسلم، ج٨ ص٢٤٠)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بکثرت صدقہ کرنا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ کے پاس تمام ازواج مطہرات جمع تھیں، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے آپ کی ملاقات کس بیوی سے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا ہاتھ زیادہ لمبا ہوگا، فرماتی ہیں ہم نے لکڑی لے کر ہاتھ ناپنے شروع کئے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ زیادہ لمبا پایا، فرمایا کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد سودہ کا انتقال سب سے پہلے ہوا اور وہ بکثرت صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(مسلم، ج٥ ص٣١٨. طبقات ابن سعد، ج٨ ص٦٠)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ کا لمبا ہونا دراصل صدقہ وخیرات دینے کا عمل تھا، کیونکہ صدقہ دینا آپ کو بڑا محبوب تھا۔

حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما کا حلوہ ملنے کا قصہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذاق میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر حلوہ مل دیا، جواباً رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم بھی اس کے مل دو۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے نرمی

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ لیلۃ المزدلفہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے اور لوگوں کا رش بڑھنے سے پہلے چلی جاؤں، فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھاری جسم والی تھیں، آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور ہم وہیں آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور صبح کو آپ ﷺ کے ساتھ روانگی ہوئی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شانِ اتباع

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: اس دفعہ آخری حج ہے پھر ہم محصور ہو جائیں گے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام ازواج نے آپ کے ساتھ حج کیا البتہ زینب بنت جحش اور سودہ رضی اللہ عنہا شریک نہ ہوئیں، وہ فرماتیں کہ جب سے ہم نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے ہم میں سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی تصریح میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں ہوا اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۴ھ شوال میں ہوا۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ان کا نکاح آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا، جب انہوں نے طلاق دے دی تو آپ ﷺ سے ہجرت کے پانچویں سال ان کی شادی ہوئی، اور بعض مؤرخین کے نزدیک تیسرے سال ہوئی، انہوں نے خود بھی ہجرت کی تھی۔

(حضرت زینب کے تفصیلی احوال "السیر و المغازی ابن اسحاق، سیرت ابن ھشام، البدایۃ و النھایۃ" میں ملاحظہ فرمائیں)

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آکر حضور اکرم ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ

یعنی اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔

اس پر مندرجہ ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ (الاحزاب:۳۷)

اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے، جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے۔

پیغام نکاح اور آسمانوں میں منظوری ونکاح

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو آنحضرت ﷺ

نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جا کر زینب کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دو، جب آپ ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا تو مجھ پر بڑا گراں گزرا، تاہم میں ارشاد کی تعمیل کے لئے روانہ ہوا اور ان کے گھر پہنچ کر میں نے دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کہا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب میں کوئی بھی اقدام کرنے سے پہلے اپنے اللہ سے مشورہ کروں گی، اور اس کے بعد اپنے گھر میں نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

پھر جب زید نے اس سے کوئی حاجت متعلق نہ رکھی یعنی اس کو طلاق دے دی تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور بغیر اجازت گھر میں داخل ہو گئے۔ (ابن کثیر، ج ٦ ص ٤٢٠)

نام کی تبدیلی

منقول ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ''برہ'' پھر آپ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔ (اسد الغابہ، ج ٥ ص ٤٦٤)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تفاخر

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب:٣٧)

پھر جب زید نے اس سے کوئی حاجت متعلق نہ رکھی تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی تو آپ بطور فخر ازواج مطہرات سے کہا کرتیں تمہاری شادی تو تمہارے والدین نے کرائی ہے اور میری شادی اللہ نے ساتویں آسمان سے کرائی ہے۔ (ترمذی)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی پر ولیمہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی پر ایسا شاندار ولیمہ کیا کہ ہم نے کسی دوسری زوجہ کی شادی پر نہ دیکھا، حضرت انس رضی اللہ عنہا کے شاگرد ثابت نے پوچھا اس ولیمہ میں کیا پیش کیا گیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے اس ولیمہ میں کھانا اور گوشت پیش کیا تھا اور اس کثرت سے تھا کہ لوگ باقی چھوڑ کر چلے گئے۔ (بخاری، ج۹ ص۱۵۲۔ بخاری، ج۳ ص۳۱۔ مسلم، ج۳ ص۵۹۷، مسند احمد، ج۳ ص۱۷۲)

بیویوں کا ایک دوسرے پر فخر کرنا

قال سمعت انسا یقول کانت زینب تفخر علی نساء النبی ﷺ ان اللہ انکحنی من السماء و فیھا نزلت آیة الحجاب (صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب و کان عرشه علی الماء، ج۲ ص۱۱۰٤، ایچ ایم سعید کمپنی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر فخر کیا کرتی تھیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان کے اوپر سے میرا نکاح کیا ہے نیز پردے کی آیت بھی انہی کے متعلق نازل ہوئی۔

عن انس قال بلغ صفیة ان حفصة قالت: ابنة یھودی

فبکت فدخل علیها النبی ﷺ و ھی تبکی فقال: ما یبکیک؟ قالت: قالت لی حفصة ابنة یھودی، فقال النبی ﷺ انک لابنة نبی، و ان عمک نبی و انک لتحت نبی، فبم تفخر علیک! ثم قال: اتق اللہ یاحفصة (ترمذی، باب فضل ازواج النبی ﷺ، ج۲ ص۲۲۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ کو جب وہ خبر پہنچی کہ حفصہ نے اس کو یہودی کی بیٹی کہا ہے تو وہ رو پڑیں اسی دوران حضور ﷺ ان کے پاس آئے، آپ ﷺ نے پوچھا: صفیہ کس نے تجھے رلا دیا ہے، صفیہ نے کہا: مجھے حفصہ نے (بطور فخر) یہ کہا کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں آپ ﷺ نے (ان کی تسلی کے لئے) فرمایا کہ (تجھے یہ فخر حاصل ہے کہ) تو نبی کی بیٹی ہے اور چچا بھی تیرا نبی ہے اور نبی ہی کے نکاح میں بھی ہے سو وہ (حفصہ) کس بات سے تجھ پر فخر کرتی ہے، پھر آپ ﷺ نے حفصہ سے فرمایا: اے حفصہ! اللہ تعالیٰ سے خوف کر۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، آپ ﷺ کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں، باہمی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے زید نے ان کو طلاق دے دی، عدت کے بعد آنحضرت ﷺ نے زید ہی کی ذریعے (ابھی پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) زینب کو اپنے نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت زینب نے پیغام پا کر فی البدیہہ فوراً جواب دیا کہ اس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکتی جب تک میں اپنے پروردگار سے استخارہ نہ کرلوں، فوراً اٹھیں اور گھر کے عبادت والے کمرے میں استخارہ میں مشغول ہو گئیں، ادھر آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا کہ ہم نے آپ ﷺ کا نکاح زینب سے کردیا، چنانچہ حضرت زینب پینتیس سال کی عمر میں

پانچ ہجری میں آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آئیں اسی بنا پر حضرت زینب دیگر ازواج مطہرات سے بطور فخر کہا کرتی تھی کہ

تم سب کا نکاح تمہارے اولیاء نے کیا میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر کیا۔(ترمذی، ج۲ ص۱۵٦، تفسیر سورہ احزاب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ما رأيت قط خيرا في الدين من زينب واتقى الله و اصدق حديثا و اوصل للرحم و اعظم صدقة

(الاستيعاب ابن عبدالبر، ج۴ ص۳۱٤)

میں نے زینب سے زیادہ کسی عورت کو دیندار اور خدا ترس اور زیادہ سچ بولنے والی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی اور حجاب کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا، جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو اکثر چلے گئے البتہ کچھ لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں مشغول ہو گئے اور وہیں بیٹھے رہے، آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور کچھ دیر بعد گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ لوگ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، پھر کچھ دیر بعد وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، میں نے جا کر نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (الاحزاب:٥٢)

مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو سوائے یہ کہ تمہیں اجازت

دی جائے کھانے کی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب سے شادی کے موقعہ پر روٹی اور گوشت سے لوگوں کی تواضع کی، فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر لوگوں (صحابہ) کو دعوت دی، وہ لوگ تھوڑی تھوڑی جماعت کی صورت میں آتے اور کھانا کھا کر تشریف لے جاتے، میں اس طرح بلاتا رہا حتی کہ جب کوئی باقی نہ رہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تمام مندوبین پورے ہو گئے اور اب کوئی نہیں جسے میں بلاؤں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کھانا اٹھالو، تین آدمی ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر وہیں آپ ﷺ کے گھر میں بیٹھے گپ شپ میں مصروف ہو گئے، چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا: اہل خانہ تم پر سلامتی اور رحمت و برکت ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سلام کا جواب دیا اور عرض کیا آپ نے اپنے اہل خانہ کو کیسا پایا؟ اللہ ان میں برکت دے، اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھر تشریف لے گئے اور سلام کیا انہوں نے بھی ایسا ہی کہا جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر جب آپ ﷺ واپس گھر تشریف لائے تو وہ لوگ اب بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ بہت حیا والے تھے جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان سے کچھ بھی نہ فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف نکل گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یا بذریعہ وحی آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ وہ چلے گئے ہیں آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور دروازے کی چوکھٹ پر ابھی ایک پاؤں باہر اور دوسرا اندر تھا کہ آپ ﷺ نے پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی شادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور رخصتی کے بعد میری والدہ نے حلوہ تیار کر کے برتن

میں رکھ کر مجھے دیا اور فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاؤ اور کہنا کہ یہ میری والدہ نے بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی تھیں اور کہا ہے کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہے آپ اسے ہماری طرف سے قبول فرمالیجئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ کھانا لے کر آپ ﷺ کے پاس چلا گیا اور عرض کیا میری والدہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہا ہے کہ یہ کھانا تھوڑا سا ہے اسے آپ ہماری طرف سے قبول فرمالیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے رکھو، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ فلاں فلاں جنہیں آپ ﷺ نے نامزد فرمایا تھا پھر مجھے جو بھی ملا میں اس کو بلا لایا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد فرماتے ہیں میں نے پوچھا اس دن آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تقریباً تین سو افراد تھے) آپ ﷺ نے فرمایا: انس یہ برتن میرے پاس لے آؤ۔

جب صحابہ تشریف لائے تو آپ کا حجرہ مبارکہ اور اہل صفہ کا چبوترہ سب جگہ بھر گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا ہم دس دس کا حلقہ بنا لیتے ہیں اور ہر آدمی اپنے آگے سے کھانا کھائے، فرماتے ہیں کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، اور ترتیب وار دس دس آدمی آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر اگلے دس افراد سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتی کہ سب نے کھانا کھا لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! یہ کھانا اٹھالو، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں جب میں نے کھانا رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کھانے سے فارغ ہو کر کچھ لوگ گفتگو میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ ان کے انتظار میں تھے کب جائیں گے جب کہ آپ ﷺ کی اہلیہ بھی دیوار کی طرف منہ موڑے بیٹھی تھیں، ان کا بیٹھنا آپ کو سخت ناگوار گزرا، آپ ﷺ اٹھے اور اپنی ازواج کے حجروں میں تشریف لے گئے کچھ دیر بعد واپس آئے تو وہ لوگ بھی نکل گئے اور آپ ﷺ نے گھر تشریف لا کر پردہ ڈال دیا۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر ۵۱۶۳۔ مسلم شریف، حدیث نمبر ۱۴۲۸۔ نسائی شریف، ج ۶ ص ۱۳۶)

وفات

حضرت ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ۵۱ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں وفات پائی، حضور ﷺ سے نکاح کے وقت آپ کی عمر شریف ۳۶ سال تھی، ۱۵ سال حضور ﷺ کی خدمت میں رہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور آپ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن جحش اور آپ کے بھانجے محمد بن طلحہ نے آپ کو قبر شریف میں اتارا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ مدارج النبوت میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو فرمایا:

ذهبت حميدة مفروعة اليتامىٰ والارامِلِ

پسندیدہ خصلت والی، فائدہ دینے والی، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے والی دنیا سے چلی گئی۔

جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اعلان کرایا کہ اہلِ مدینہ اپنی ماں کی نماز میں حاضر ہوں۔

(مدارج النبوت، مترجم، ج ۲ ص ۸۲۲)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ۲۰ھ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ہوئی اور اسی سال مصر فتح ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق ۲۱ھ اور اسی سال اسکندریہ فتح ہوا، یہی وہ پہلی خاتون تھیں جو حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد فوت ہوئیں، اس وقت ان کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی۔ (الصفوة)

یہ پہلی خاتون ہیں جن کی میت گہوارہ میں رکھ کر اٹھائی گئی۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث الہلالیہ ہمشیرہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

حضور اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے قبل ان سے نکاح کیا تھا، ان کی ایک عجیب خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ انہیں ام المساکین کہہ کر زمانہ جاہلیت میں پکارا جاتا تھا اور وجہ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا مساکین کو بہت کھانا کھلاتی تھیں۔

پہلا نکاح

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے قبل یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جب غزوہ احد میں وہ شہید ہو گئے تو ۳ھ میں آپ نے ان سے نکاح کرلیا لیکن دو یا تین ماہ تک آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں اور پھر انتقال کر گئیں، ایک روایت کے مطابق آٹھ ماہ زندہ رہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے قبل یہ حضرت طفیل بن الحارث کے نکاح میں تھیں پھر ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث سے ہوا، جب غزوہ بدر میں وہ بھی شہید ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا۔ البتہ پہلا قول صحیح ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے ان کے ساتھ ہجرت کے تیسرے سال ساڑھے بارہ اوقیہ حق مہر پر نکاح کیا۔ بقول ابن ہشام یہ نکاح قبیصہ بن عمر ہلالی نے چار سو درہم حق مہر پر پڑھا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات

ان کی وفات ربیع الثانی ۴ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کیا گیا۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے دو سال اور سات ماہ بعد ماہ رمضان میں نکاح کیا، اور آپ ﷺ کے نکاح میں آٹھ ماہ تک زندہ رہیں اور ربیع الثانی میں ہجرت کے تین سال تین مہینے (انتالیس ماہ) بعد وفات پائی، اور حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

حضرت ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حضور سید دو عالم ﷺ کی گیارہویں زوجہ مطہرہ ہیں، آپ نہایت متقی، پرہیزگار خاتون تھیں۔نماز، روزہ اور گھر کے کام کاج میں مشغول رہتی تھیں اور احکامِ رسول ﷺ کی پابندی کرتی تھیں، آپ ازواجِ رسول ﷺ میں سے سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی تھیں۔

نام ونسب

آپ کا نام مبارک میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن بَحیر بن مخرم بن رویبہ عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر

آپ کی حقیقی چار بہنیں ہیں:

۱۔ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ، حضور ﷺ کی چچی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

۲۔ لبابۃ الصغریٰ، جو حضرت خالد سیف اللہ کی والدہ ہیں۔

۳۔ عصماء، جو اُبی بن خلف کے گھر میں تھی۔

۴۔ عزہ، جو زیاد بن مالک الہلال کے گھر میں تھی۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی وہ بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں یہ ہیں:

۵۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

۶۔ سلمی بنت عمیس، جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

۷۔ سلامہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب سے تھا۔

۸۔ ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

ان کی والدہ کا نسب یوں ہے ھنید بنت عوف بن زھیر بن الحارث بن حماط بن حمیر۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام برہ تھا جسے آپ ﷺ نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھا۔

ان کی بہنوں میں سے ایک ام الفضل ہیں جنہیں لبابۃ الکبریٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، اور ایک بہن ہے جسے لبابۃ الصغریٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا، یہ ولید بن مغیرہ مخزومی کی اہلیہ تھیں اور ام الولید ان کی کنیت تھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہیں کے بیٹے تھے، اور ایک بہن ابی بن خلف کے نکاح میں تھی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا، اور ایک بہن عزہ بنت الحارث تھی جو زیاد بن عبداللہ بن مالک الہلالی کے نکاح میں تھیں، یہ تمام ان کی سگی بہنیں تھیں۔

اور ان کی ماں شریک بہنوں میں سے ایک حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے عبداللہ، محمد، عون نامی بیٹے پیدا ہوئے، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام بھی محمد تھا، پھر ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے یحییٰ نامی بیٹا پیدا ہوا۔

ایک بہن سلمی بنت عمیس تھیں یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور یہ عم رسول حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جسے امۃ اللہ بنت حمزہ کہا جاتا تھا پھر ان کا نکاح شداد بن اسامہ بن الہادی لیثی سے ہوا جس سے عبداللہ و عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

ایک بہن سلامہ بنت عمیس تھیں یہ عبداللہ بن کعب بن منبہ خثعمی کے نکاح میں تھیں، اور ایک بہن زینب بنت خزیمہ تھیں جو حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں تھیں اور وفات پا گئی تھیں۔

ھند یا ھنید بنت عوف ایسی خوش نصیب عورت تھیں کہ اس نے اپنی تمام بیٹیاں بڑی عمدگی سے اچھے انتخاب کے ساتھ بیاہی تھیں، کیونکہ ان کے دامادوں میں سرفہرست جناب نبی اکرم ﷺ، پھر حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت حمزہ، پھر حضرت عباس، یہ دونوں عبدالمطلب کے بیٹے تھے، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب اور پھر حضرت علی بن ابی طالب پھر حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ خیبر سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو وہیں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ہوئی جو کہ حبشہ سے واپس ہوئے تھے، انہوں نے میمونہ بنت الحارث کے نکاح کا پیغام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، انہی کی ماں شریک بہن حضرت اسماء جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور سلمٰی بنت عمیس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، حضرت میمونہ کے نکاح کا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور انہوں نے حالت احرام ہی میں آپ ﷺ سے نکاح کرایا، اور جب آپ ﷺ کی واپسی ہوئی تو آپ ﷺ احرام سے نکل چکے تھے کہ مقام سرف میں رخصتی ہوئی۔

اس مفہوم کی ایک اور روایت کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب نکاح کیا تو حالت احرام میں تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی ایک روایت نقل کی ہے البتہ اس میں نکاح کے ساتھ مقام سرف میں حالت احرام منقول ہے۔

امام ابو داؤد نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے مقام سرف میں ان سے شادی کی جب کہ آپ احرام سے نکل چکے تھے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک روایت متفرداً حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے شادی کی جب کہ آپ حالت احرام میں نہیں تھے، علامہ برقانی رحمہ اللہ نے اپنی مستخرج میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت بھی احرام میں نہیں تھے اور جب رخصتی ہوئی اس وقت بھی احرام میں نہیں تھے اور میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی مقامِ سرف میں ہوا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح کس سے ہوا؟

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے قبل کس کے نکاح میں تھیں؟ اس کے متعلق مختلف ناموں کا تذکرہ ہے چنانچہ ایک روایت کے مطابق ابی رھم بن عبدالعزیٰ کا نام ہے۔ ایک قول عبداللہ بن ابی رھم کا ایک قول حویطب بن عبدالعزی کا اور ایک قول فروہ بن عبدالعزیٰ کے نام کا بھی ہے۔

نفس کو ہبہ کرنے والی

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منقول ہے کہ انہوں نے خود کو نبی کریم ﷺ پر پیش کیا تھا، کیونکہ جب آپ ﷺ کا پیغام ان کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ پر جو کچھ بھی ہے اور خود یہ اونٹ بھی اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہدیہ ہے پس اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ امْرَأَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (الاحزاب: ۵۰)

اور کوئی مومن عورت اگر اپنے تئیں بخش دے پیغمبر کو (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے)

اور کہا گیا کہ جس عورت نے اپنے کو بطور ہدیہ پیش کیا، وہ زینب بنت جحش ہیں، اس سلسلہ میں ام شریک غزیہ بنت جابر بن وہب کا نام بھی لیا جاتا ہے، روایات مختلف ہیں۔ واللہ اعلم

ایک ہی برتن سے غسل

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ ایک برتن سے غسل فرماتے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات

ان کا انتقال سرف میں ہوا جہاں ان کی رسول اکرم ﷺ سے شب زفاف میں ملاقات ہوئی، اور سن مختلف اقوال کی بنا پر ۵۱ھ، ۵۳ھ، ۶۶ھ منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ پڑھایا اور قبر میں اتارنے کے لئے یزید بن الاصم، عبداللہ بن شداد دونوں بھانجے تھے اور عبداللہ الخولانی (یہ ان کے ربیب تھے) اترے تھے۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

آپ ﷺ سے قبل یہ مساع بن صفوان کی نکاح میں تھیں، جب غزوہ بنی مصطلق پیش آیا تو اس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کو حصہ غنیمت میں ملیں تو انہوں نے ان سے مکاتبت کرلی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر جویریہ بنت الحارث حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچا (راوی کو شک ہے) کے حصہ میں آئیں تو اس نے بدل کتابت (اس میں غلام اپنے مولیٰ سے عقد کرتا ہے کہ میں آپ کو ایک معین مقدار میں رقم دیتا ہوں آپ مجھے آزاد کردیجئے) کرلیا اور یہ بڑی حسین وجمیل عورت تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ عقد مکاتبت کرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! بدل کتابت کی ادائیگی میں آپ میری مدد کریں اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں جویریہ بنت حارث ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ وہ بنو المصطلق کا سردار ہے، اور میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ہوں اور ان سے عقد کتابت بھی کرلیا ہے، آپ میری مدد کیجئے۔

رسول اکرم ﷺ سے نکاح

چونکہ یہ عورت ایک سردار کی بیٹی تھیں جس کے پیچھے پورا قبیلہ تھا اور ان کی مدد کا

مطلب تھا کہ پورے بنی المصطلق کی ہمدردیاں مسلمانوں کو حاصل ہو جائیں گی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ اس سے بھی بڑھ کر تمہارے ساتھ بہتری کر دی جائے؟ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے نکاح کرلوں گا، انہیں اس غیر متوقع ارشاد کو سن کر اتنی خوشی ہوئی کہ فوراً کہا ''قد فعلت''یعنی میں نے قبول کرلیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہت جلد مسلمانوں میں خبر پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا ہے اور پھر جس کے پاس بھی بنو المصطلق کا کوئی قیدی غلام تھا اس نے آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں، انہیں کس طرح غلام بنا کر رکھیں۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی برکات

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے (ہمارے علاقہ میں) تشریف لانے سے تین رات پہلے خواب دیکھا کہ گویا چاند یثرب سے چل کر میری گود میں آگیا ہے کسی کو بھی یہ خواب بتانا مجھے اچھا نہ لگا، یہاں تک کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے جب ہم قید ہو گئیں تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید ہوگئی، حضور ﷺ نے مجھے آزاد کر کے مجھ سے شادی کر لی، اللہ کی قسم! میں نے حضور ﷺ سے اپنی قوم کے بارے میں کوئی بات نہ کی بلکہ (جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے شادی کر لی ہے اور میری قوم حضور ﷺ کے سسرال والے بن گئے ہیں تو اس نسبت کے احترام میں) مسلمانوں نے خود ہی (میری قوم کے) تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور اس کا پتہ مجھے اس وقت چلا جب میری ایک چچا زاد بہن نے آکر بتایا (کہ وہ آزاد ہوگئی ہے) اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (حیات الصحابہ، ج ۲ ص ۸۳۵ بحوالہ البدایة ج ٤ ص ۱۵۹۔ الحاکم، ج ٤ ص ۲۷)

مہر کی رقم

حضرت ابن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے خرید کر آزاد کیا اور پھر چار سو درہم مہر مقرر کیا۔

غزوے سے واپسی

حضرت ابن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ غزوہ بنی المصطلق سے واپس ہوئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، ذات الحبیش مقامی جگہ پہنچ کر آپ ﷺ نے انہیں ایک انصاری صحابی کے سپرد کرتے ہوئے حفاظت کا حکم دیا اور آپ ﷺ خود مدینہ تشریف لے آئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کا قبول اسلام

ان کے والد کچھ اونٹ بطور فدیہ لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے، جب وادی عقیق پہنچے تو ان فدیہ کے اونٹوں میں سے دو اونٹ انہیں بھلے لگے، سوچا یہ فدیہ میں نہیں جانے چاہئیں، لہٰذا انہیں وادی عقیق میں ہی ایک جگہ چھپا دیا اور پھر وہ فدیہ کے اونٹ لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد! تم نے میری بیٹی کو قید کرلیا ہے، میں یہ اونٹ بطور فدیہ لایا ہوں یہ سب تم رکھ لو اور میری بیٹی کو آزاد کردو۔

چونکہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے فوراً فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے وادی عقیق کی فلاں فلاں گھاٹی میں چھپایا ہے؟ یہ سن کر وہ بڑا حیران ہوا کہ اس کام کا تو کسی کو بھی پتہ نہ تھا ضرور آپ ﷺ پر وحی نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مطلع کر دیا چنانچہ وہ اسلام قبول کرتے ہوئے ایمان لایا اور کلمہ ''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد انہ رسول اللّٰہ'' پھر اس کے دونوں بیٹے بھی ایمان لے آئے اس کے بعد تو بنو المصطلق کے لئے راہ کھل گئی چنانچہ

سب نے اسلام قبول کرلیا، حارث نے وہ دو اونٹ جو چھپا لئے تھے وہ بھی منگوا لئے اور تمام اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے والد کے سپرد کر دی گئیں اور انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا نہایت عمدہ حسن معاشرت کی حامل ٹھہریں، پھر آپ ﷺ نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام دیا اس نے آپ ﷺ سے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادی کروادی اور مہر چار سو درہم مقرر کیا گیا اس سے پہلے حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا اپنی چچا زاد عبداللہ کے نکاح میں تھیں۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جویریہ کو آپ ﷺ نے غزوہ مریسیع کے موقعہ پر قید کیا اور پھر انہیں پردہ کرایا اور باری مقرر کردی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہجرت کے پانچویں سال ہوا، بعض کے نزدیک بیس برس کی عمر میں ان کا شادی ہوئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام تبدیل کرنا

اسی طرح نام کی تبدیلی حضرت میمونہ، زینب بنت جحش، زینب بنت ابی سلمہ کے متعلق بھی ماقبل میں گزری ہے کہ آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کا نام تبدیل فرما دیا تھا کہ آپ ﷺ نے برہ کے بجائے دوسرا نام رکھ دیا، آپ کو ناپسند تھا کہ یوں کہا جائے کہ یہ برہ سے نکلے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ، ج۸ ص۱۳۶)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عبادت

امام مسلم رحمہ اللہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا کہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کے وقت میرے پاس تشریف لائے میں تسبیح کر رہی تھی تو آپ ﷺ ضرورت کے لئے باہر تشریف لے گئے جب واپس ہوئے تو آدھا دن گزر چکا تھا اور میں تسبیح کر رہی تھی، آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تم ابھی تک تسبیح میں

مشغول ہو، میں نے عرض کی جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں اگر وہ تمہاری اس تسبیح سے وزن کیے جائیں تو بڑھ جائیں، فرمایا اس طرح کہو: سبحان الله عدد خلقه، سبحان الله زنة عرشه، سبحان الله رضا نفسه، سبحان الله مداد كلماته یہ تمام کلمات تین تین دفعہ کہہ لیا کرو۔

(طبقات، ج۸ ص۱۳۷۔ ترمذی بحواله تحفة الاحوذی، ج۹ ص۵۴۲)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوئی، علامہ ابن عبدالبر مالکی اور ابن الجوزی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ۶۵ھ میں وفات ہوئی۔

(طبقات ابن سعد میں ۶۵ھ ماہ ربیع الاول مرقوم ہے، دور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا)

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

یہ بھی نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ہیں اور قوم بنی اسرائیل میں سے حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموٴل تھا، ان کی شادی اولاً سلام بن مشکم سے ہوئی جو ایک شاعر تھا اس کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی وہ بھی شاعر تھا اور وہ غزوہ خیبر میں قتل کیا گیا۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ۷ھ میں نبی اکرم ﷺ نے نکاح کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے آکر آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! جنگی قیدیوں میں سے مجھے کوئی باندی عنایت فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مال غنیمت میں سے جا کر کوئی بھی باندی لے لو، حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی کا انتخاب کیا اور لے کر چلے گئے، ایک صحابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے دحیہ کو صفیہ دیدی ہے جو کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سرداروں کی بیٹی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ یہ آپ ہی کے پاس ہو، آپ ﷺ نے فرمایا دحیہ کو بلا کر لاؤ، وہ تشریف لائے تو باندی بھی ان کے ساتھ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کے عوض کوئی دوسری باندی لے لو۔

ولیمے کا انتظام

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا

اور پھر نکاح بھی کرلیا، حضرت ثابت رحمہ اللہ (یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں) نے پوچھا: اے ابوحمزہ! آپ ﷺ نے مہر کتنا دیا تھا؟ فرمایا: حضرت صفیہ کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار دیا اور شادی کرلی، پھر جب راستے میں تھے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں تیار کیا اور رات کو آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا اور صبح کو آپ ﷺ شب زفاف گزار چکے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے پاس بھی کھانے پینے کو کچھ ہے وہ اس دستر خوان پر لاکر رکھ دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی پنیر لے کر آیا، کوئی کھجوریں لایا، کوئی گھی وغیرہ لایا خمس سے ایک حلوہ سا تیار کیا گیا، یہ آپ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں ام ولد بنایا ہے یا بیوی بنایا ہے؟ دیکھتے ہیں اگر انہیں پردہ کروایا تو یہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پردہ نہ کروایا تو ام ولد ہوں گی، جب آپ ﷺ نے سفر کا آغاز کیا تو سوار ہونے سے قبل پردہ کروادیا۔ (مجمع الزوائد، ج٤ ص٤٩۔ مسند ابو یعلی، ص٦٢)

مدینہ کے قریب حادثہ

ایک روایت میں ہے کہ ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اس کی دیواریں دیکھیں تو ہمیں راحت محسوس ہوئی اور ہم نے جلدی پہنچنے کی غرض سے اپنی سواریوں کو تیز چلانا شروع کردیا، اور آپ ﷺ نے بھی اپنی سواری تیز کردی، آپ ﷺ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سواری پھسل گئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ بھی گرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی گریں، اور ہم میں سے کسی نے نہ آپ ﷺ کو دیکھا اور نہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو، آپ ﷺ خود اٹھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کروایا اتنی دیر میں ہم بھی آپ ﷺ کے قریب پہنچ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کوئی نقصان نہیں ہوا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں

داخل ہوئے تو آپ کی باندیوں نے استقبال کیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر گرنے کا بڑا افسوس ہوا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ادب اور مشکل حالات میں اللہ اور رسول ﷺ کو اختیار کرنا

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب صفیہ رضی اللہ عنہا کو غزوہ خیبر کے دن آپ ﷺ کے پاس لایا گیا جب کہ ان کے والد، بھائی اور شوہر اسی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ قتل ہو چکے تھے، آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہا نے انہیں ہاتھ سے پکڑا اور مقتولین کے درمیان سے گزار کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے، آپ ﷺ کو یہ بات سخت ناگوار گزری حتی کہ آپ ﷺ کے چہرے پر اس کا اثر نمایاں نظر آنے لگا۔

پھر آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ عنہا کسی بچھونے وغیرہ پر بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے وہ بچھونا بطور اکرام اپنے نیچے سے نکال کر حضور اکرم ﷺ کو پیش کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا صفیہ میں تمہیں دو چیزوں کا اختیار دیتا ہوں جسے چاہو اختیار کر لینا، فرمایا تمہیں آزاد کر دوں اور تم چاہو تو اپنے اہل وعیال کے پاس چلی جاؤ، اور چاہو تو اسلام قبول کر لو اور میں یعنی (نبی کریم ﷺ) تم سے شادی کرلوں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یا رسول اللہ! میں اسی کو چاہتی ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کروں، پھر جب روانگی کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے اپنے اونٹ پر پالان وغیرہ بندھوایا اور پھر یہ چلتی ہوئی اونٹ کے پاس آئیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے واسطے اپنا گھٹنا مبارک موڑ کر زمین پر رکھا تا کہ یہ ران پر پاؤں رکھ کر بآسانی سوار ہو جائیں، لیکن قربان جایئے حضرت

صفیہ کے ادب پر (کہ ایک طرف ابھی اپنے آباء واجداد کے قتل کا خون بھی خشک نہ ہوا تھا اور دوسری طرف ان کا یہ ادب درحقیقت یہ دل کی آنکھ تھی جو کھلی ہوئی تھی اور سارے حقائق روز روشن کی طرح عیاں تھے) آپ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کی ران مبارک پر پاؤں نہ رکھا بلکہ گھٹنے کو آپ ﷺ کی ران پر رکھا اور اونٹ پر سوار ہو گئیں اور اس کے بعد آپ ﷺ بھی سوار ہو گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ایک بڑی سی چادر ڈال دی اور سفر شرع کر دیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کی جان کو خطرے سے بچانا

یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے کہا آپ ﷺ نے انہیں پردہ کرایا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ آپ ﷺ کی زوجہ ہیں سفر ہوتا رہا خیبر سے چھ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ سے ملاقات کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا جس سے آپ ﷺ کو ان پر غصہ آیا، پھر جب مقام صہباء کے قریب پہنچے تو درختوں کے کچھ جھنڈ نظر آئے کیونکہ اس جگہ گھنا جنگل تھا، آپ ﷺ نے اس جگہ پہنچ کر (مقام صہباء) ملاقات کا ارادہ فرمایا تو یہاں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی مطاوعت فرمالی، آپ ﷺ نے پوچھا تم نے اس پہلی منزل میں کیوں انکار کیا؟

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جگہ خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھی اور یہود وہاں سے قریب تھے مجھے خوف تھا کہ کہیں وہ پیچھا کرتے ہوئے آ پہنچیں اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو، پھر آپ ﷺ نے مقام صہباء میں اپنے اہل خانہ سے ملاقات کی، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ساری رات آپ کی پہرہ داری کرتے رہے اور آپ ﷺ کے خیموں کے پاس پھرتے رہے، پھر جب آخر شب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو قدموں کی آہٹ سن کر آپ ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ابوایوب خالد بن زید، آپ ﷺ نے پوچھا

سوئے کیوں نہیں؟ عرض کیا مجھے خطرہ تھا کہ دشمن آئے گا، آپ ﷺ نے واپس جانے کا حکم دیتے ہوئے دعا دی:

اللهم احفظ أبا ايوب كما بات يحفظني

اے اللہ جس طرح ایوب نے رات جاگ کر میری حفاظت کی ہے تو بھی اس کی حفاظت فرما۔ (تاریخ طبری، ج ۱ ص ۳٦۱)

رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم مجھ سے شادی کرنا چاہو گی؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میری تو شرک میں ہوتے ہوئے یہ تمنا تھی اب جب کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرت دی ہے تو بھلا میں کیوں نہ چاہوں گی؟ پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے شادی کر لی۔ (الاصابہ، ج۷ ص ۷٤۰)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر آنکھ کے پاس نیل کا نشان دیکھ کر پوچھا: صفیہ یہ نشان کیسے پڑا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک دن میرا سر ابن ابی الحقیق (سابقہ شوہر) کی گود میں تھا اور میں سو رہی تھی، خواب میں دیکھا جیسے چاند گود میں آ گیا ہو، جب میں نے یہ خواب اپنے شوہر کو بتایا تو اس نے مجھے زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ کیا تم یثرب (مدینہ منورہ) کے بادشاہ (حضور اکرم ﷺ) کی تمنا کرتی ہو؟

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے نزدیک (معاذ اللہ) تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے کہ میرے والد، بھائی، اور شوہر کو انہوں نے قتل کر دیا، آپ ﷺ بہت دیر تک میرے سامنے ان کے قتل کی وجوہات پیش فرماتے رہے،

فرمایا: اے صفیہ! تیرے والد نے سارے عرب کو میرے خلاف دشمنی پر ابھار کر رکھ دیا تھا اور دیکھ تمہارے والد نے فلاں موقع پر ایسا کیا فلاں موقع پر ایسا کیا، وہ ہر صورت میں میرے راستے کی رکاوٹ بن بیٹھا تھا، اس کو راستہ سے ہٹانا ضروری تھا اور وہ ضدی بنا ہوا تھا پھر یہ کہ وہ شمشیر بکف ہو کر گھمسان کا رن ڈالے ہوئے لڑائی کے لئے اتر آیا جس کا نتیجہ آج تمہارے سامنے ہے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ کے ان ارشادات سے میرا دل اتنا صاف ہوا کہ آپ ﷺ کی محبت دل میں گھر کر گئی۔(المعجم الکبیر، ج ٢٤ ص ٢٧۔ مجمع الزوائد، ج ٩ ص ٢٥١)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی تسلی

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہہ دیا "بنت یہودی" یعنی یہ ایک یہودی کی بیٹی ہیں، جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہیں بڑا رنج ہوا اور رونے لگیں، جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ تو عرض کیا یا رسول اللہ! حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ کہا ہے کہ تم ایک یہودی کی بیٹی ہو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم ایک نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا بھی نبی ہے، اور تمہارا شوہر خود نبی ہے، تو حفصہ کس چیز پر فخر کر رہی ہے، پھر آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے حفصہ! اللہ سے ڈرتی رہو۔

امام ترمذی نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت حفصہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے یہ بات پہنچی کہ ہم تو آنحضرت ﷺ کے ہاں صفیہ سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں کہ ہم ازواج نبی اور آپ ﷺ کے چچا کی بیٹیاں ہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان دونوں سے یہ کیوں

نہ کہا کہ میرے شوہر محمد ﷺ، میرے والد ہارون، میرا چچا حضرت موسیٰ صلوات اللہ و سلامہ علیہم ہیں تم کیسے فخر کرتی ہو؟۔(ترمذی، ج ۱۰ ص ۳۹۱)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا دوسری زوجہ سے ناراض ہونا

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ''تلک الیھودیۃ ''یعنی وہ یہودی عورت کہا ہے تو آپ ﷺ ان سے سخت ناراض ہوئے اور تقریباً ڈھائی ماہ تک یعنی ذی الحجہ محرم اور بعض صفر تک انہیں چھوڑے رکھا۔(ابو داؤد)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا لطف و کرم

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنی تمام ازواج کے ساتھ حج کے لئے نکلے، راستے میں ایک جگہ میرا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سواریوں میں کمزور تھا، میں نے رونا شروع کردیا، آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اور ہاتھوں سے میرے آنسو صاف کرنے شروع کئے لیکن میرا رونا ختم نہیں ہورہا تھا جب میں منع کرنے کے باوجود نہ رکی تو آپ ﷺ نے مجھے تھوڑا سا ڈانٹ دیا۔(اسد الغابہ، ج۷ ص ۱۷۰)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رعایت میں حجاج کرام کو روکنا

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں خوف تھا کہ کہیں صفیہ کو طواف افاضہ سے سے قبل حیض نہ آجائے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا صفیہ کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے طواف افاضہ

کرلیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر رکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری، ج ۱ ص ۲۹۰)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اکرام

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اعتکاف میں تھے کہ میں آپ ﷺ کی زیارت کے لئے آئی رات کا وقت تھا کچھ دیر آپ ﷺ سے باتیں کی اور واپس لوٹنے لگی تو آپ ﷺ بھی باہر تشریف لائے اور اس وقت ان کا قیام اسامہ بن زید کے گھر تھا، انصار کے دو آدمی وہاں سے گزر رہے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: آرام سے چلو یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی میری بیوی ہے) انہوں نے کہا یارسول اللہ! سبحان اللہ (کیا ہم آپ کے متعلق کچھ سوچیں گے؟) آپ ﷺ نے فرمایا انسان کے اندر شیطان خون کی طرح گردش کرتا ہے، میں نے اس لئے تمہیں متنبہ کردیا کہیں شیطان تمہارے دلوں میں برائی کا وسوسہ نہ ڈال دے۔ (بخاری، ج ۲ ص ۶۳)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بردباری وصلہ رحمی

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی سے انہیں معلوم ہوا کہ وہ ہفتہ کے دن کو زیادہ محبوب رکھتی ہیں اور یہود سے صلہ رحمی کا جذبہ رکھتی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام بھیج کر پوچھا تو فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے عوض جمعہ کا دن دیا ہے، میں نے کبھی ہفتہ سے محبت نہیں کی اور جہاں تک یہود سے صلہ رحمی کی بات ہے تو ان میں میرے رشتہ دار ہیں ان سے صلہ رحمی میں کیا حرج ہے؟ پھر اپنی باندی سے کہا تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں بتایا؟ اس نے کہا مجھے شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جا تو آج کے بعد آزاد ہے، علامہ ابوعمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انتہائی عاقل فاضل اور بردبار عورت تھیں۔

کھانا پکانے کا خاص سلیقہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو کھانا پکانے میں خاص سلیقہ تھا، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اس سے بہتر کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک دن دونوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا پکایا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا کھانا جلد تیار ہو گیا، آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے، انہوں نے وہیں ایک لونڈی کے ہاتھ کھانا بھجوادیا۔ (سیرت عائشه، ص ٦٠)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ماہ رمضان ۵۰ھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی، اور علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ۵۶ھ نقل کیا ہے اور ایک قول ۳۶ھ کا بھی ہے اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔ (طبقات، ج۸ ص۱٤٨۔ اسد الغابه، ج۷ ص ۱۷۱)

ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۰ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا، ابن خیثمہ نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت تھا، آپ جنت البقیع شریف میں آسودۂ خاک ہوئیں۔ (فتح الباری، حدیث نمبر ۲۰۳۵۔ طبقات ابن سعد، ج۸ ص۱۲۸۔ نووی فی التهذیب، ج۲ ص۳٤۹۔ صفة الصفوة، جلد ۲ ص۵۲۔ انساب الاشراف، ج۱ ص ٤٤٤)

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مکان تھا جس کو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں ہی خیرات کر دیا تھا، البتہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک لاکھ درہم جو کہ ایک قطعہ زمین کی قیمت کے تھے ترکہ چھوڑا، آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ ان میں سے ایک تہائی میرے بھانجے کو دیا جائے، چونکہ آپ کا بھانجہ یہودی تھا، اس لئے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت پوری کرنے میں تامل کیا، جب اس بات کا پتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لگا تو آپ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ اللہ

سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو، چنانچہ اس کا ایک تہائی آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے کو دے دیا گیا، اور باقی صدقہ و خیرات کر دیا گیا۔

(طبقات ابن سعد، ج۸ ص۱۲۸۔ زرقانی، ج۲ ص۲۹۶)

تیسرا باب

ان ازواج مطہرات کا ذکر جن سے آپ ﷺ نے خلوت نہیں فرمائی

چند ایسی عورتوں کا بھی تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ جن سے آپ ﷺ نے نکاح تو کیا لیکن خلوت نہیں فرمائی، یہ ان ازواج کے علاوہ تھیں جن کا ماقبل مفصل تذکرہ گزر چکا ہے۔ایسی ازواج کی تعداد بارہ تک بتائی جاتی ہے۔

(۱) ام شریک قریشیہ عامریہ رضی اللہ عنہا

چنانچہ ان میں سے پہلی زوجہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہ ہیں۔انہوں نے آپ ﷺ پر اپنے کو خود پیش فرمایا تھا یوں کہیئے کہ انہوں نے خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی تھی۔البتہ ان کے نام اور قبیلہ کے بارے میں حضرات علماء نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ام شریک القرشیہ العامریہ غزیہ بنت داؤد بن عوف ہیں۔ (ابن حجر نے ان کا نسب یوں بیان کیا ہے، ام شریک بنت دودان بن عوف بن عمرو بن خالد بن ضباب بن حجیر بن معیص بن عامر، بعض نے عمرو بن عامر بن رواحہ بن حجیر لکھا ہے۔الاصابہ، ج۸ ص۲۳۸)

جبکہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بنت جابر بن عوف قبیلہ عامر بن لوی کے خاندان سے تھیں۔ اور یہ مکہ مکرمہ کی تھیں۔ آپ ﷺ سے قبل ابی العکر بن سمی بن الحارث ازدی کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک بیٹا شریک نامی پیدا ہوا۔اور بعض نے طفیل بن الحارث کا ذکر بھی کیا ہے لیکن زیادہ راجح اول الذکر ہی ہے۔ اور آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

ان کے ساتھ خلوت کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہی ام شریک غزیہ انصاریہ تھیں جو بنو نجار میں سے تھیں۔ علامہ ابو عمر فرماتے ہیں صحیح نام غزیلہ ہے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے انہیں (احمد بن صالح کے طریق سے) ازواج مطہرات میں ذکر کیا ہے اور طلاق نقل نہیں کی۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ''صفۃ الصفوۃ'' میں فرمایا کہ یہ

ام شریک غزیہ بنت جابر ہیں جو قبیلہ دوس سے تھیں۔ اور فرمایا کہ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی تھی اور آپ ﷺ رضا مند بھی ہو گئے تھے لیکن قبول نہیں کیا اور بغیر نکاح ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''صفۃ الصفوۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ام شریک کے دل میں اسلام کی محبت گھر کر گئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا اس وقت یہ ابی العکر دوسی کے نکاح میں تھیں۔ یہ قریش کی عورتوں کے پاس جایا کرتیں اور چھپ چھپ کر انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتیں۔ آخر کار ان کی یہ دعوت اہل مکہ پر کھل گئی اور ان کو قید کر کے کہا کہ اگر تمہارا قبیلہ یہاں نہ ہوتا تو ہم تمہیں نہایت عبرتناک سزا دیتے۔ بس تیرے قبیلہ وقوم کی وجہ سے ہم تجھے واپس لوٹا رہے ہیں۔

فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھا دیا۔ پھر مجھے تین دن تک نہ کھانا دیا اور نہ پانی دیا۔ اور جب کسی جگہ ٹھہرتے تو خود خیمہ وغیرہ لگا کر سائے میں بیٹھتے اور مجھے دھوپ میں بھوکا پیاسا باندھ دیتے تھے۔ ان کی یہی روش میرے ساتھ رہی کہ ایک دن ان لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اور حسب عادت مجھے اسی طرح دھوپ میں بھوکا پیاسا باندھ کر چھوڑ دیا۔

فرماتی ہیں کہ میں ابھی اسی حال میں تھی کہ اچانک مجھے اپنے سینے پر کسی ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ میں نے سینہ پر ہاتھ رکھا تو وہ ڈول تھا میں نے اسے پکڑ لیا اور اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا پھر وہ ڈول میرے ہاتھ سے نکل گیا اور اٹھا لیا گیا۔ پھر واپس لوٹایا گیا تو میں نے دوبارہ پانی پی لیا اور دوبارہ وہ ڈول مجھ سے چھڑا لیا گیا۔ تیسری بار بھی ایسے ہی ہوا اور پھر وہ ڈول میرے پاس چھوڑ دیا گیا اور میں نے اس سے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور سارے بدن اور کپڑوں پر بھی پانی بہا لیا۔

جب وہ لوگ بیدار ہوئے تو انہوں نے مجھ پر پانی کے اثرات اور چہرے کی تروتازگی دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے تم نے خود کو کھول کر ہمارے ہی مشکیزوں سے پانی پی

لیا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں نے تمہارا پانی نہیں پیا اور پھر ان کو سارا قصہ کہہ سنایا۔ انہوں نے کہا اگر تم سچی ہو تو پھر تمہارا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ جب انہوں نے اپنے مشکیزے دیکھے تو وہ بالکل اسی طرح تھے جیسے انہوں نے چھوڑے تھے۔ یہ دیکھ کر سب کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا اور سب نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور بغیر مہر کے نکاح کی پیشکش کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمالیا اور خلوت بھی فرمائی۔ (ابن سعد، ج۸ ص۱۷۹)

ابن قتیبہ نے معارف میں نقل کیا ہے کہ جس عورت نے خود کو آپ ﷺ کے نکاح کے لئے پیش کیا تھا وہ خولہ بنت حکیم تھیں۔ (معارف ابن قتیبہ، ص ٦٤)

ام شریک رضی اللہ عنہا کا گھی

حضرت بکر بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن مختار نے محمد بن ابی لیلیٰ ،ابوالزبیر، جابر کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ام شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک توشہ دان تھا جس میں گھی رکھ کر میں آپ ﷺ کے لئے بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھی۔ ایک دن ان کے بچوں نے ان سے گھی مانگا تو گھر میں گھی نہیں تھا جب انہوں نے توشہ دان میں دیکھا تو بہت زیادہ تھا۔ انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا لیا اور بچوں کو دے دیا یہ گھی ان کے پاس کافی عرصہ تک رہا۔ پھر ایک دن انہوں نے پورا توشہ دان الٹا دیا جس کی وجہ سے گھی ختم ہو گیا انہوں نے جا کر آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا اس کو پورا الٹ دیا تھا؟ اور فرمایا اگر تم اس کو نہ الٹتیں تو ایک طویل زمانہ تک تمہارے پاس وہ گھی رہتا۔ (ابن سعد، ج٦ ص١٨١)

(۲) خولہ بنت ہذیل رضی اللہ عنہا

نساب کبیر علامہ جرجانی کی تصریح کے مطابق دوسری عورت خولہ بنت ہذیل بن ہبیرہ بن قبیصہ بن الحارث ہیں ان سے آپ ﷺ نے نکاح کیا۔ لیکن آپ ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں ان کی وفات ہو گئی۔ ابن سعد نے ان کا نسب

بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ خولہ بنت ہذیل بن ہبیرہ بن قبیصہ بن حارث بن حبیب بن حرفہ ابن ثعلبہ بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب۔ ان کی والدہ کا نام خلیفہ بنت فروہ تھا۔

(۳) عمرہ بنت یزید بن عبیدہ رضی اللہ عنہا

تیسری خاتون جن سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا لیکن آپ ﷺ نے خلوت نہیں فرمائی عمرہ بنت یزید بن عبیدہ بن الجون الکلابیہ ہیں۔ بعض حضرات نے ان کے نسب میں الجون کے بجائے اوس بن کلاب نقل کیا ہے اسی کو علامہ ابن عبدالبر نے صحیح قرار دیا ہے۔ اسد الغابہ میں ان کا نسب عمرہ بنت یزید بن عبید بن رواس بن کلاب الکلابیہ لکھا ہے۔ (اسد الغابہ، ۷/۲۰۵)

ان سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا اور جب خلوت میں انہیں آپ ﷺ کے پاس بھیجا گیا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر اپنی بدقسمتی کو آواز دیتے ہوئے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہت خوب تم نے ایسی ذات سے پناہ مانگی ہے جس کی پناہ ملتی بھی ہے اور پھر آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کو بطور متعہ تین کپڑے دیدو۔

واقعہ کی تصحیح

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔ حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بنو سلیم کی ایک عورت کا ہے۔ اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اسماء بنت نعمان بن الجون کا ہے۔ اور ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عمرہ کے والد نے آپ ﷺ کے سامنے اس کی بہت سی صفات گنوائیں اور کہا کہ ایک وصف اس میں بطور خاص دیکھا گیا ہے کہ یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں اور پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دیدی۔

(۴) اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا

چوتھی خاتون اسماء بنت نعمان بن الجون بن شراحیل ہیں اور بعض کے نزدیک بنت نعمان بن الاسود بن الحارث بن شراحیل ہیں جن کا تعلق بنو کندہ سے ہے تمام اہل علم حضرات کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے شادی کی تھی، البتہ ان کے فراق کے واقعہ میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ امام قتادہ ابو قتادہ وابو عبیدہ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نے ان کو بلایا تو انہوں نے کہا بلکہ آپ ﷺ خود میرے پاس آجائیے۔ اور خود اٹھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔

اور بعض حضرات کی تصریح کے مطابق اس نے کہا تھا کہ میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ایک ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے کہ جس کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجھ سے پناہ دے دی ہے۔ (آپ ﷺ سے ان کا نکاح ۵ھ ماہ ذی القعدہ میں ہوا تھا اور سن ۶۰ھ میں ان کی وفات ہوئی)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب بنت جون کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا گیا تو آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لائے تو اس نے کہا ''اعوذ باللہ منک'' آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بڑی عظیم ذات کی پناہ مانگی ہے تجھے پناہ ہی پناہ اپنے گھر چلی جا۔

نیز یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ کی بعض ازواج نے اسے یہ سکھایا تھا کہ یہ بہت ہی حسین وجمیل تھیں انہیں خطرہ لاحق ہوا کہیں یہ غلبہ نہ پا جائے اس کا راستہ صاف کر دو۔ چنانچہ ان سے کہا کہ آپ ﷺ کو یہ پسند ہے کہ جب آپ ﷺ تمہارے قریب تشریف لائیں تو تم کہنا ''اعوذ باللہ منک'' لہٰذا انہوں نے سکھائے گئے طریقہ پر کہہ دیا جس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیکر گھر بھیج دیا۔ بعد میں یہ خود اپنے آپ کو شقیہ (بدبخت) کہا کرتی تھیں۔

حضرت جرجانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ان سے کہا گیا اگر تم آپ ﷺ کے پاس کچھ وقعت چاہتی ہو تو ان سے اللہ کی پناہ مانگنا، انہوں نے ایسے ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ہی اس سے پھیر دیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اہلخانہ کے پاس چلی جاؤ۔ (بخاری، ج۷ ص۵۳)

اسماء کا دوسرا نکاح

اس کے بعد حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ (مہاجر بن امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قریشی مخزومی یہ حضرت ام سلمہ کے بھائی تھے۔ اسد الغابہ، ج۵ ص۲۷۷) نے ان سے نکاح کیا۔ اس موقعہ پر (چونکہ اسماء بنت نعمان کا نکاح آپ ﷺ سے ہوا تھا اس لئے یہ آپ کی زوجہ ٹھہری تھیں اور ازواج نبی کا حکم عامۃ المسلمین کے لئے یہ ہے کہ نبی کے بعد وہ کسی کے لئے حلال نہیں اس لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حد لگانے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے خلوت نہیں فرمائی اور پھر گواہ بھی قائم کر دیئے۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح حضرت قیس بن مشکوح سے ہوا۔

حضرت ابوالیقظان امام قتیبہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ تم اپنے کو بطور رھبہ میرے سامنے پیش کرو۔ تو اسماء نے کہا کیا کبھی کوئی شہزادی بھی اپنے کو کسی عام آدمی کے لئے پیش کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھنا چاہا تاکہ اگر اس پر کسی شیطان وغیرہ کا اثر ہو تو ختم ہو جائے۔ اس نے فوراً اعوذ باللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں پناہ دے دی گئی اور پھر مطلقہ غیر مدخول بھا کا متعہ دیکر گھر روانہ فرما دیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پناہ مانگنے والی عورت کوئی اور تھیں۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی امکان ہے کہ ایسا واقعہ دو عورتوں کا ہو۔ (ابن سعد، ج۷ ص۱۶۵)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام زہری کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے بنی الجون کی لڑکی کو مرض برص کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ بنو کندہ کی عورت کے بارے میں بکثرت اختلاف پایا جاتا ہے بعض اس کا نام امیمہ اور بعض امامہ ذکر کرتے ہیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا نے ایسا کیوں کیا؟

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن محمد، ابی العسیل، حمزہ بن ابی اسید ساعدی کی سند سے روایت نقل کی ہے وہ اپنے والد سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اسماء بنت نعمان الجونیہ سے نکاح کیا تو انہیں لانے کے لئے مجھے بھیجا میں لے کر حاضر ہوا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کو مہندی لگا دو اور میں اس کو کنگھی کر دیتی ہوں۔ پھر اس سے دونوں میں سے کسی ایک نے کہا کہ آپ ﷺ کو یہ پسند ہے کہ جب آپ کے پاس بیوی آئے تو کہے **اعوذ بالله منک**۔ چنانچہ جب یہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو خلوت میں جب آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو کہا **اعوذ بالله منک**۔ آپ ﷺ نے یہ سنتے ہی اس سے اپنا چہرہ مبارک بازو سے چھپا کر اس سے پردہ کر لیا اور تین مرتبہ فرمایا **عذت بمعاذ عذت بمعاذ** ...... حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا اس کو اس کے گھر چھوڑ آؤ اور بطور متعہ دو کپڑے بھی دے دینا بعد میں یہ کہا کرتی تھی مجھے شقیہ کہہ کر پکارا کرو۔

کیا اسماء رضی اللہ عنہا نے زندگی بھر شادی نہ کی

حضرت عباس بن سہل حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب میں اسماء رضی اللہ عنہا کے قبیلہ والوں کے پاس گیا تو وہ لوگ اس کے پاس جمع تھے اور اس کو کہہ رہے تھے کہ تو بالکل منحوس ہے یہ تو نے کیا تماشا کر دیا

ہے؟ انہوں نے کہا مجھے دھوکہ دیا گیا تھا اور پھر اس کو مزید طعنے دیئے جارہے تھے۔ پھر ان کو قبیلہ کے لوگوں نے بطور تعریض کہا تو نے ہمارے سارے عرب میں اچھی شہرت قائم کی ہے۔

پھر وہ حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا اسید اب تک جو ہوا سو ہوا تم بھی اچھی طرح جانتے ہو، بتاؤ اب میں کیا کروں؟ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے گھر میں اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور باپردہ رہو سوائے اپنے محرم کے کسی کے سامنے مت جانا۔ اور یہ بات پلے باندھ لو کہ آپ ﷺ کے ٹھکرا دینے کے بعد اب تم میں کسی کو کوئی لالچ یا چاہت نہیں ہوگی کہ تم اگر آپ ﷺ کے نکاح میں ہوتی تو امہات المومنین میں سے ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہیں سے کوئی رشتہ ناطہ نہ آیا اور بغیر محارم کے کسی نے اسے نہ دیکھا حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نجد کے قریب ان کا انتقال ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسماء بنت نعمان سے مہاجر بن ابی امیہ نے بعد میں نکاح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سزا دینے کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا مجھے کبھی پردہ نہیں کرایا گیا نہ مجھے ام المومنین کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ ترک کر دیا۔

(۵) ملیکہ لیثیہ رضی اللہ عنہا

پانچویں خاتون بنولیث کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح بھی آپ ﷺ سے ہوا لیکن خلوت سے پہلے ہی آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ حضرت ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے ان کے متعلق نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا ھبی لی نفسک جیسا کہ پہلے بھی گزرا ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی اور آپ ﷺ نے طلاق دے دی۔ علامہ فضائلی نے نقل کیا کہ ان سے خلوت بھی ہوئی اور آپ ﷺ کے نکاح میں ہی تھیں کہ ان کا

انتقال ہو گیا۔

ملیکہ رضی اللہ عنہا کو طلاق کی ایک روایت

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے محمد بن عمر عن ابی معشر کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ملیکہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا (یہ انتہائی حسین وجمیل اور خوبرو عورت تھیں) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اور کہا تمہیں شرم نہیں آئی تم نے اپنے باپ کے قاتل سے کیسے نکاح کرلیا؟ انہیں اس بات پر بڑی غیرت آئی اور جب آپ ﷺ ان کے پاس آئے تو انہوں نے پناہ چاہ لی۔ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔

یہ جب ان کے قبیلہ والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جو کچھ بھی کیا وہ چھوٹی بچی ہے جس کی اپنی کوئی رائے نہیں۔ پھر اسے دھوکہ بھی دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ یہ سب درگزر فرما کر اس سے رجوع فرمالیں۔

حضور اکرم ﷺ نے رجوع کرنے سے انکار کردیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں اسی کے کسی قریبی رشتہ دار سے ہم اس کی شادی کردیں آپ ﷺ نے اجازت دے دی جس کے بعد ان کا نکاح عذری سے ہی کردیا گیا۔ ان کے والد کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مکہ کے قریب خندمہ نامی جگہ میں فتح مکہ کے دن قتل کیا تھا۔ (الاصابة، ج۸ ص ۱۲۳)

(۶) فاطمہ بنت ضحاک رضی اللہ عنہا

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ چھٹی خاتون جن سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا تھا وہ فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان الکلابی ہے۔ جب آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اس کے کچھ عرصہ بعد ان سے آپ ﷺ

کا نکاح ہوا، پھر جب آیت تخییر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے انہیں اختیار دے دیا، انہوں نے دنیا کو اختیار کیا تو آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ بعد میں یہ گوبر چنا کرتی تھی اور خود کہا کرتی میں وہ بدبخت ہوں جس نے دنیا کو اختیار کرلیا۔

آیت تخییر کے وقت ان کے سلسلے میں اختلاف

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ امام زہری رحمہ اللہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو انہی سے ابتدا کی، انہوں نے اللہ و رسول کو اختیار کیا اور دوسری تمام ازواج کی موافقت کی۔

حضرت قتادہ و عکرمہ فرماتے ہیں کہ آیت تخییر کے وقت آپ ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں اور آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو سب آپ کے نکاح میں تھیں۔

منقول ہے کہ ضحاک بن سفیان نے آکر آپ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ یارسول اللہ! آپ میری بیٹی سے شادی کرلیں اور کہا کہ یہ کبھی بھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری بیٹی سے شادی کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے آٹھویں سال ان کی بیٹی (فاطمہ) سے شادی کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب (سیرت ابن هشام، ج٤ ص٢٢۔ الاصابه، ج٣ ص٦٤)

(۷) غالیہ بنت ظبیان رضی اللہ عنہا

ساتویں خاتون کا نام غالیہ یا عالیہ بنت ظبیان بن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہا کلابیہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے بھی نکاح فرمایا اور کچھ عرصہ تک آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں پھر آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ علامہ ابن عبدالبر کے علاوہ شاید ہی کسی نے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں انہیں جب آپ ﷺ کے پاس بھیجا گیا آپ ﷺ نے اس وقت طلاق دے دی تھی۔ عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ ازواج نبی کا نکاح عام لوگوں سے حرام ہونے سے قبل انہوں نے شادی کرلی

تھی۔(الاصابة ٨/ ١٦)

(٨) قتیلہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

آٹھویں خاتون قتیلہ بنت قیس بن معدی کرب کندیہ ہیں۔ یہ اشعث بن قیس الکندی کی ہمشیرہ ہیں۔ انہیں قیلہ اور فبیلیہ بھی کہا گیا ہے۔ ان سے آپ ﷺ نے دس ہجری میں شادی کی اور ان کی آمد ابھی اپنے آبائی وطن حضرموت سے نہ ہونے پائی تھی کہ ١١ھ میں آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے وفات سے دو ماہ قبل ان سے نکاح کیا تھا۔ (الاستیعاب ٤/ ١٩٠٣)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اختیار دیدیا جائے چاہیں تو پردہ کرلیں اور امہات المومنین میں شمار ہو جائیں۔ اور چاہیں تو جدائی اختیار کر کے جس سے طبیعت موافق ہو نکاح کرلیں۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نکاح

چنانچہ انہوں نے جدائی اختیار کرلی اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے حضرموت میں ہی ان کی شادی ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب ان کے متعلق معلوم ہوا تو فرمایا میں اس عورت کا گھر تک جلاڈالوں گا اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا مت کیجئے یہ امہات المومنین میں سے نہیں ہیں کیونکہ نہ تو ان کی آپ ﷺ سے خلوت ہوئی اور نہ ہی اس شان کا حجاب ان پر لازم ہے۔

اہل علم کا ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ان کے متعلق آپ ﷺ نے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ جب انکا بھائی مرتد ہوا تو انہوں نے بھی ارتداد اختیار کرلیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سزا دینا چاہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو مرتدہ ہے یہ امہات المومنین میں سے نہیں ہے۔

علامہ جرجانی فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی نے نبی کریم ﷺ سے ان کا نکاح

کرایا تھا پھر یہ ابھی وہاں سے آئی نہیں تھیں کہ آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا اس کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی لیکن ان سے ان کی کوئی اولاد پیدا نہ ہوسکی ان کے متعلق روایات مختلف ہیں۔

اشعث اور فتیلہ کے مرتد ہونے کی روایت

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب اسماء بنت نعمان نے نبی ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ کے چہرے پر غضب کے آثر نمایاں نظر آرہے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اشعث بن قیس نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ آپ پر خیر نازل فرمائے آپ کا نکاح میں ایسی عورت سے نہ کرادوں جو حسن و جمال اور حسب نسب میں اس سے بھی بڑھ کر ہو؟ آپ ﷺ نے پوچھا کون؟ اس نے کہا میری بہن فتیلہ سے آپ نکاح کر لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قبول ہے۔

اشعث نکاح کے بعد اپنے وطن حضر موت لوٹ گئے تا کہ اپنی ہمشیرہ کو لے کر آئیں جب مدینہ کے لئے واپس اپنی بہن کولیکر روانہ ہوئے ابھی راستہ میں تھے کہ انہیں آپ ﷺ کے وصال کی خبر ملی انہوں نے وہیں سے اپنی ہمشیرہ کو واپس اپنے وطن لوٹا دیا۔ اور خود بھی مرتد ہو گئے اور بہن بھی مرتد ہوگئی۔ اور چونکہ مرتد ہونے سے آپ ﷺ کے ساتھ جو نکاح ہوا تھا وہ بھی فاسد ہو گیا پھر انہوں نے قیس بن مکشوح سے شادی کر لی تھی۔ (طبقات ابن سعد ۸ / ۱۶۹)

حضرت معلیٰ بن اسد فرماتے ہیں کہ ہم سے وہیب نے حضرت داؤد بن ابی ہند کی سند سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے وفات سے قبل بنو کندہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی جسے قتیلہ کہا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو وہ بھی اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہوگئی۔ پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کی، جس وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بڑا شدید غصہ آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خلیفہ رسول یہ عورت ازواج مطہرات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ نے اسے اختیار دیا نہ اس پر پردہ لازم کیا گیا۔ پھر مستزاد یہ کہ اس نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر جو ارتداد اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اب مکمل طور پر اسلام سے آزاد کر دیا ہے۔

قتیلہ سے شادی نہ ہونے کی روایت

محمد بن عمر نے ابی الزناد وابوالخصیب، ہشام بن عروہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے آپ ﷺ نے قتیلہ سے شادی نہیں کی اور نہ ہی کندیہ سے شادی کی۔ البتہ بنوالجون کی ایک عورت سے شادی کی تھی لیکن آپ ﷺ نے خلوت سے پہلے اسے طلاق دیدی۔ (طبقات ابن سعد)

(۹) سناء بنت اسماء بنت صلت سلمیہ رضی اللہ عنہا

نویں عورت سنا بنت اسماء بنت صلت سلمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان سے بھی نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا تھا لیکن خلوت سے قبل ہی آپ ﷺ وفات پا گئے۔ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خلوت سے قبل آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی تھی۔

نسب کا بیان

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کا نسب مندرجہ ذیل بیان کیا ہے سبا یا سنا بنت صلت بن حبیب بن حارثہ بن ہلال بن سمال عوف سلمی

حضرت ہشام بن محمد بن سائب کلبی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حازم سلمی کے قبیلہ کے ایک آدمی نے مجھے بیان کیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سنا بنت صلت بن حبیب سلمیہ سے شادی کی لیکن خلوت سے قبل ہی آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

جدائی ہونے کی وجہ

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن عبداللہ الوصافی نے

عبداللہ بن عمیر لیثی کی سند سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس قبیلہ بنو سلیم کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری ایک بیٹی ہے پھر اس نے بیٹی کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں سوائے آپ کے کسی اور سے اس کی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ ابھی آپ ﷺ اسی سوچ میں تھے کہ قبول کرلوں یا نہیں کہ اس نے کہا اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہمیں تمہاری ایسی بیٹی کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمارے پاس اپنی تمام برائیاں ساتھ اٹھا لائے۔ فرمایا ایسے مال میں کوئی بہتری نہیں جس سے کوئی بھلائی حاصل نہ ہو اور ایسے بدن میں کوئی خیر نہیں جس سے کچھ لیا نہ گیا ہو۔ (الطبقات ۸ / ۱۷۲)

(۱۰) شرافہ بنت خلیفہ (حضرت دحیہ کلبی رحمہ اللہ کی بہن)

دسویں خاتون حضرت شرافہ بنت خلیفہ کلبیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے بھی آپ ﷺ کا نکاح ہوا تھا لیکن خلوت سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ طبقات ابن سعد میں ان کا نام شراف آیا ہے (اس میں آخر میں تاء نہیں ہے)

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کا نسب یوں بیان کیا شراف بنت خلیفہ بن فروہ یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ حضرت ہشام بن محمد فرماتے ہیں کہ شرقی بنت قطامی فرماتے ہیں جب خولہ بنت ہذیل کی وفات ہوئی اس کے بعد آپ ﷺ نے شراف بنت خلیفہ اخت دحیہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا لیکن خلوت نہ فرمائی۔

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں ہم سے ثوری نے جابر، عبدالرحمٰن کی سند سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے بنو کلب کی ایک عورت کو پیغام نکاح دیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر گئیں اور دیکھ کر آ گئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ! تمہیں وہ عورت دیکھنے کے لئے بھیجا تھا تم نے کیا دیکھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اس میں کوئی فائدہ کی چیز نظر نہیں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ تم نے بہت کچھ دیکھا تھا اور سب

مفید ہی تھا یاد کرو جب تم نے اس کے چہرے کے گال پر کالا تل دیکھا تھا تو تمہارے جسم کے رونگٹے کیوں کھڑے ہو گئے تھے؟ اگر وہ بے فائدہ تھا تو تمہیں اتنا اضطراب کیوں لاحق ہوا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی گفتگو سن کر سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ پر سب کچھ منکشف ہے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کوئی ایسا راز ہے جو آپ پر منکشف نہ ہو؟

(۱۱) لیلیٰ بنت حکیم رضی اللہ عنہا

گیارہویں خاتون لیلیٰ بنت حکیم انصاریہ اوسیہ ہیں۔ حضرت احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی۔ اور یہ آپ ﷺ کی ازواج میں شمار ہوئیں علامہ ابوسعید فرماتے ہیں لیلیٰ سے آپ ﷺ نے نکاح کیا تھا لیکن یہ بہت غیور تھیں انہوں نے اقالہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے انہیں رخصت کر دیا۔ بعد میں انہیں بھیڑیئے نے کھا لیا تھا۔

لیلیٰ رضی اللہ عنہا کا نسب

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کا نسب مندرجہ ذیل طریقہ پر نقل کیا ہے؛ لیلیٰ بنت خطیم ، اخت قیس بن خطیم بن عدی بن عمرو بنت سواد بن ظفر الحارث بن الخزرج۔ (طبقات ابن سعد، ج۸ ص۱۷۳)

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے والد، عن ابی صالح کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن لیلیٰ بنت خطیم نبی پاک ﷺ کے پاس آئیں، جبکہ آپ ﷺ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پیٹھ کی جانب سے آکر آپ ﷺ کے شانہ مبارک پر ہاتھ مارا، تو آپ ﷺ نے فرمایا "من ھذا اکلہ الاسد؟ "یعنی یہ کون ہے ان کو شیر کھا جائے" راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ یہ کلام عموماً ایسے مواقع پر ارشاد فرما دیتے تھے۔

انہوں نے بطور فخر اپنی کچھ صفات کا تذکرہ کیا جن سے ان کی شجاعت اور

سخاوت کی طرف اشارہ تھا یعنی میں وہ عورت ہوں جو اپنے دشمنوں کو تہس نہس کر کے رکھ دے جن کو پرندے آکر اپنی خوراک بنالیں۔ اور سخاوت ایسی کہ جس طرح ہوا ہر ایک کے پاس پہنچتی ہے اس طرح میری سخاوت ہر ایک کو پہنچتی ہے۔ اس عورت نے کہا تھا: "انا بنت مطعم الطیر و مباداۃ الریح" یہ جملہ اہل عرب کے ہاں کسی کی شجاعت و سخاوت کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اپنی کچھ تعریفیں ذکر کرنے کے بعد اپنا ذاتی تعارف پیش کرتے ہوئے کہا میں خطیم کی بیٹی لیلیٰ ہوں، میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں تاکہ آپ مجھ سے نکاح کرلیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارا نکاح قبول ہے۔

اس کے بعد اس نے جاکر اپنی قوم میں یہ خبر دی کہ مجھے آپ ﷺ نے اپنے نکاح میں قبول فرمالیا ہے۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے کہا یہ تو نے بہت برا کیا جو نبی پاک ﷺ سے نکاح کرلیا کیونکہ تو ایک بہت ہی غیور خاتون ہے اور آپ ﷺ کے پاس دوسری بیویاں بھی ہیں، تو کہاں انہیں برداشت کرسکے گی؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی موقعہ پر تو نبی پاک ﷺ کو اذیت دے جائے گی اور تیرے حق میں آپ ﷺ سے بددعا یہ کلمات صادر ہوگئے تو تیرا کچھ نہ رہے گا۔ تو جاکر ان سے اقالہ کرلے۔ اس عورت نے بھی اپنے دماغ سے کچھ نہ سوچا اور سیدھی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! میں اقالہ کرنا چاہتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارا اقالہ قبول کرلیا۔ (طبقات ابن سعد، ج۸ ص ۱۷۳، یہ لیلیٰ انصار میں سے بیعت کرنے والی پہلی خواتین میں سے تھیں۔ الاصابہ، ج۸ ص ۱۰٤) اس کے بعد یہ واپس چلی گئی اور حضرت مسعود بن اوس سے ان کا نکاح ہوا اور انہیں سے اولاد ہوئی۔

چونکہ ایک موقعہ پر ان سے گستاخی ہوگئی تھی کہ انہوں نے پیچھے سے آکر آپ ﷺ کے کندھوں پر ہاتھ مارا تھا جو کہ کسی درجہ میں سوء ادب بھی تھا تو آپ ﷺ نے فرمادیا تھا کہ اس کو شیر کھائے۔ اتفاق سے ایک دن مدینہ کے کسی باغ میں یہ غسل کررہی تھی کہ اچانک ایک بھیڑیا اس باغ میں آدھمکا اور اس پر جھپٹ پڑا اور اس کو

بری طرح زخمی کر کے رکھ دیا جب انہیں کسی نے دیکھا تو یہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ چکی تھی۔ ہر چند کہ آپ ﷺ نے مقصودی طور پر ان کے لئے بد عا نہ کی تھی، بلکہ بطور تکیہ کلام یہ جملہ آپ ﷺ سے صادر ہوا تھا لیکن چونکہ آپ ﷺ مستجاب الدعوات تھے تو یہ دعا بھی پوری ہوئی۔ واللہ اعلم

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عمر نے عبداللہ بن جعفر، ابن ابی عون الثقفی کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ لیلیٰ بنت خطیم نے خود آپ ﷺ پر اپنے کو نکاح کے لئے پیش کیا اور آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔ نیز دیگر بہت سی عورتوں نے بھی اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کیا مگر نہیں سنا گیا کہ آپ ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول فرمایا ہو۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ لیلیٰ بنت خطیم میں ایک بری عادت یہ تھی کہ یہ اکھڑ مزاج ہونے کی وجہ سے اپنے شوہر پر غالب رہا کرتی تھی اور مستزاد یہ کہ اس کے اخلاق انتہائی خراب تھے۔

اس نے ایک دفعہ تہیہ کیا کہ میں اللہ کی قسم آپ ﷺ کو قبیلہ انصار میں کسی سے شادی نہ کرنے دوں گی، اور جا کر خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کروں گی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ کسی صحابی کے ساتھ کھڑے ہوئے گفتگو فرمارہے تھے کہ یہ آپ ﷺ کے قریب آئیں۔ چونکہ آپ ﷺ کا التفات اس صحابی کی طرف تھا ان کی طرف متوجہ نہ تھے تو انہوں نے آکر آپ ﷺ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے اس کو شیر کھا جائے؟

انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی لیلیٰ ہوں "قد وھبت نفسی لک" آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں قبول کرلیا اور اب تم واپس چلی جاؤ حتی کہ میرا تمہیں پیغام پہنچ جائے۔ اس نے آکر اپنے قبیلہ والوں کو بتایا تو انہوں نے کہا تو ایک بے صبر عورت ہے تو سوکنوں کو برداشت نہیں کر سکے

گی۔ جبکہ نبی پاک ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے رخصت عطا فرما رکھی ہے کہ جتنے نکاح کرنے چاہیں آپ کو اجازت ہے۔

یہ پھر آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ! آپ کے لئے عورتیں حلال ہیں اور میں ایک زبان دراز اور ناشزہ عورت ہوں۔ میں سوکنوں کو برداشت نہیں کر سکتی آپ اقالہ فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اقالہ کر دیا۔

(۱۲) قبیلہ غفار کی ایک خاتون

بارہویں خاتون بنو غفار کے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح بھی آپ ﷺ سے ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں برص کے دھبے دیکھے تو انہیں طلاق دے کر بھیج دیا اور جو کچھ انہیں دیا تھا واپس نہ لیا۔

مسند احمد (۴۹۳/۴) پر ہے رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار کی ایک عورت سے نکاح کیا اور جب آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور بستر پر تشریف فرما ہوئے تو اس کے پہلو میں برص کے نشان تھے تو آپ ﷺ بستر سے اٹھ گئے اور انہیں کہہ دیا کہ اپنے کپڑے وغیرہ لے لو۔ اور جو کچھ دیا تھا واپس نہ لیا۔

یہ مذکورہ بالا ازواج مطہرات کا بیان گزرا۔ ان میں سے بعض سے آپ ﷺ نے حیات ہی میں جدائی اختیار فرمائی تھی۔ البتہ اس مذکورہ فصل میں ان عورتوں کا تذکرہ ہوا جن سے قبل الدخول آپ ﷺ نے جدائی اختیار فرمائی تھی جیسا کہ ابھی ابھی گزرا۔

اعداد و شمار کے اعتبار سے کل ازواج جن سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا تھا ان کی تعداد تیئیس (۲۳) ہے۔

اور دخول سے قبل جن عورتوں کا انتقال آپ ﷺ کی حیات میں ہوا۔ وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور دوسری بنت ہذیل ہیں۔ البتہ بنت ملیکہ اور سنا کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کی حیات ہی میں ان کا بھی انتقال ہوا۔

البتہ ان دونوں سے آپ ﷺ کی خلوت نہ ہوئی۔

اور خلوت کے بعد جن عورتوں سے جدائی واقع ہوئی وہ بنت ضحاک، بنت ظبیان، قتیلہ، عمرہ، اسماء اور بنو غفار کی ایک عورت تھی۔ البتہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کی خلوت کے متعلق اختلاف ہے۔ بہر حال جدائی ان سے بھی فرمائی تھی۔

جس عورت نے آپ ﷺ سے اقالہ طلب کیا تھا اس کا حال بھی مجہول ہی رہا۔

سات بیویوں سے آپ ﷺ نے بالاتفاق جدائی اختیار فرمائی اور دو کے متعلق اختلاف ہے۔

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں جن بیویوں کا انتقال ہوا ان کی تعداد چار ہے۔

جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو دس بیویاں آپ کے نکاح میں تھیں ان میں سے ایک سے خلوت نہ ہوسکی تھی۔

﴿چوتھا باب﴾

ان خواتین کا ذکر جنہیں رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح دیا

(۱) جمرہ بنت الحارث

مروی ہے کہ آپ ﷺ نے متعدد عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ منجملہ ایک عورت قبیلہ بنو مرہ بن عوف کی جمرہ بنت الحارث ہے۔ حضرت ابو الیقظان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا کہ میری بیٹی کو برص کی بیماری ہے حالانکہ برص وغیرہ کچھ نہ تھا جھوٹ بول رہا تھا۔ جب گھر آ کر بیٹی کو دیکھا تو واقعتاً برص تھا۔

(۲) سودہ رضی اللہ عنہا نامی قریشی خاتون

ایک اور عورت کا نام ذکر کیا جاتا ہے یہ خاندان قریش کی عورت تھی جسے سودہ کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو بھی نکاح کا پیغام بھیجا اس کے بچے بھی تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے یہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے خوف ہے کہ یہ آپ کے سر پر روتے چلاتے رہیں گے جس سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی اور ترک فرما دیا۔

(۳) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی۔ ان کا نام فاختہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت ہشام کلبی نے ہند بھی ان کا نام ذکر کیا ہے۔ اور ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہشام بن عبد مناف بن قصی ہیں۔

ابوطالب کی طرف سے آپ کے پیغام پر دوسرے کو ترجیح اور اس کی وجہ

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن محمد کلبی نے حضرت ابو

صالح کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قبل از نبوت اپنے چچا ابو طالب کو ام ہانی کے لئے نکاح کا پیغام دیا۔ اور دوسری طرف سے قبیلہ بنو مخزوم کے شخص ہبیرہ بن ابی وہب نے بھی ام ہانی کے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ آپ ﷺ کے چچا نے ہبیرہ سے ام ہانی کا نکاح کرا دیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے چچا آپ نے ہبیرہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ ابو طالب نے کہا بھتیجے درحقیقت بات یہ ہے کہ ہم نے اس سے قبل بنو مخزوم میں شادیاں کر رکھی ہیں۔ اب ان کی طرف سے ہماری بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام آیا تھا شرافت کا تقاضا یہی تھا کہ ہم انکار نہ کرتے "**والکریم یکافی الکریم**" معزز شخص ہی معزز کو بدلہ دیتا ہے۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دوبارہ پیغام

ابو طالب نے ہبیرہ سے نکاح تو کرا دیا لیکن بعد میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا جس کی وجہ سے ان کے درمیان فرقت ہو گئی۔ اب آپ ﷺ نے دوبارہ ام ہانی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس پر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "**واللہ انی کنت لاحبک فی الجاھلیۃ و کیف فی الاسلام**" یعنی میں تو آپ ﷺ سے جاہلیت میں شدید محبت کرتی تھی اور اب تو میں اسلام میں داخل ہو چکی ہوں اب پہلے سے زیادہ محبت ہے۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں اب بال بچے دار عورت ہوں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے بچوں کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں جو اونٹ پر سوار ہوتی ہیں اور اپنے بچوں پر نہایت شفیق اور شوہر کے معاملے میں انتہائی مخلص ہیں۔

ہمیں ابن نمیر نے اسماعیل بن ابی خالد کے طریق سے بیان کیا کہ حضرت

عامر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں اور شوہر کا حق بڑا عظیم ہوتا ہے مجھے شدید خطرہ ہے کہ میں آپ کو قبول کر کے اپنی اولاد کی وجہ سے آپ کی حق تلفی نہ کر جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں جو اونٹ پر سوار ہوتی ہیں اور اپنے بچوں پر بہت شفیق اور شوہر کے معاملے میں نہایت مخلص ہوتی ہیں۔

ہمیں حجاج بن نصیر نے اسود بن شیبان کے طریق سے بیان کیا کہ حضرت نوفل بن ابی عقرب فرماتے ہیں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور انہیں اپنے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے یہ بچے ہیں ایک یہ لپٹا ہوا ہے اور یہ دوسرا دودھ پیتا ہے ان کا کیا کروں؟

پھر آپ ﷺ نے پینے کے لئے کچھ طلب کیا تو آپ ﷺ کو دودھ پیش کیا گیا آپ ﷺ نے نوش فرما کر جو کچھ تھوڑا سا بچا ہوا تھا وہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دیدیا انہوں نے پی لیا اور کہا یا رسول اللہ! میرا روزہ تھا میں نے پھر بھی پی لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا آپ کا بچا ہوا تھا اس لئے میں نے پی لیا کیونکہ آپ کا جھوٹا پانی ایسی وجہ کے سبب نہیں چھوڑ سکتی تھی جس کی مجھے خود قدرت نہیں البتہ جس چیز پر مجھے قدرت تھی اسے میں نے اختیار کر لیا یعنی کہ نکاح کے معاملہ میں مجھے کوئی قدرت نہیں کیونکہ یہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی بھی پرورش مجھے ہی کرنی ہے ان کی وجہ سے میں آپ ﷺ سے نکاح نہیں کر سکتی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اگر میں آپ ﷺ سے شادی نہیں کر سکتی تو آپ ﷺ کا پس خوردہ بھی نہ پیوں۔ چنانچہ آپ ﷺ کا بچایا ہوا دودھ پینے کے لئے مجھے کوئی رکاوٹ نہ تھی بلکہ میری قدرت میں تھا میں نے وہ پی لیا، یہی مطلب ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے قول ''لم اکن لادعه شئی لم اکن اقدر علیه فلما قدرت علیه شربته ''۔آپ ﷺ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں کہ اونٹ پر

سواری کرتی ہیں اور اپنے بچوں پر انتہائی شفیق اور شوہر کے معاملے میں نہایت مخلص محبت رکھتی ہیں۔ فرمایا اگر مریم بنت عمران اونٹ پر سواری کرتیں تو میں اس سے افضل کسی کو نہ کہتا۔

حضرت ابو صالح ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عذر پیش کیا آپ ﷺ نے میرا عذر قبول فرمالیا پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِنَّـا اَحْـلَـلْـنَـا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ......

ھَاجَرْنَ مَعَکَ (الاحزاب: ۵۰)

ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیئے ہیں حلال کر دی ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے لئے حلال نہ کی گئی اور میں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت بھی نہ کی تھی بلکہ میں طلقاء میں سے تھی۔

حضرت ابو صالح (مولی ام ہانی) فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ام ہانی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے بچے ابھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضرت ابو صالح فرماتے ہیں کہ جب بچے بڑے ہوگئے تو حضرت ام ہانی خود آپ ﷺ کے پاس گئیں اور آپ ﷺ کو نکاح کی درخواست پیش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔

یٰۤـاَیُّھَـا الـنَّبِـیُّ اِنَّـآ اَحْلَلْنَـا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ...... ھَاجَرْنَ مَعَکَ (الاحزاب: ۵۰)

اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دیدیئے حلال کر دی ہیں۔

اور حضرت ام ہانی مہاجرہ نہیں تھیں۔ ہبیرہ سے ان کی اولاد: جعدہ، عمرہ،

یوسف، ہانی پیدا ہوئے۔

(۴) بنو تمیم کی صفیہ نامی خاتون

ان کا نام صفیہ ہے انہیں ایک غزوہ کے بعد گرفتار کیا گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اختیار دیدیا کہ چاہو تو مجھ (نبی کریم ﷺ) سے نکاح کرلو اور چاہو تو اپنے شوہر سابق کے پاس چلی جاؤ۔ اس نے اپنے سابقہ شوہر کو اختیار کرلیا تو آپ ﷺ نے بھیج دیا۔ بعد میں قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں نے بڑی لعنت ملامت کی۔

(۵) نامعلوم خاتون

اس عورت کا نام نہیں ذکر کیا جاتا منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا میں باپ سے مشورہ کر کے بتاؤں گی۔ انہوں نے باپ کو بتایا تو انہوں نے آپ ﷺ سے نکاح کی اجازت دے دی۔ یہ آئیں اور نکاح کے لئے عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''**قد التحفنا لحافاً غیرک**'' یعنی اب کسی اور سے معاملہ ہو چکا ہے۔

حضرت ابو صالح ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کیا آپ ﷺ نے ان کا عذر قبول فرمالیا پھر مندرجہ ذیل آیت کا نزول ہوا:

> **اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ بَنَاتِ عَمِّکَ وَ بَنَاتِ عَمّٰتِکَ وَ بَنَاتِ خَالِکَ وَ بَنَاتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ وَ امْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً** (الاحزاب: ۵۰)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں آپ ﷺ کے لئے حلال نہ تھی کہ میں نے ہجرت نہ کی تھی بلکہ میں طلقاء میں سے تھی۔ (طلقاء ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنہیں فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے آزاد چھوڑ دیا تھا اور غلام نہ بنایا تھا اسی معنی پر

حدیث ''الطلقاء من قریش و العتقاء من ثقیف '' منطبق ہوتی ہے۔

ام ہانی سے نکاح نہ ہونے کی وجہ

ایک دوسری روایت میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کرنا چاہا لیکن آپ ﷺ کو منع کردیا گیا کیونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی۔

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کے حق میں عام عورتوں کی حلت کے لئے ہجرت شرط تھی۔ یا آپ ﷺ کے رشتہ دار عورتوں کے حق میں حلت کے لئے ہجرت شرط تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ہجرت سے مراد قبول اسلام ہے اور مطلب یہ ہے کہ خاندان بنو ہاشم میں سے آپ ﷺ کے چچاؤں کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور خاندان بنوزہرہ میں سے آپ ﷺ کے ماموؤں اور خالاؤں کی بیٹیاں مراد ہیں کیونکہ والدہ کی طرف سے آپ ﷺ کا نہ کوئی ماموں تھا اور نہ کوئی خالہ تھی۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے والدین کی طرف سے آپ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ علماء اہل حدیث اس کو اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

(۶) ضباعہ بنت عامر

ان کا نام ضباعہ بنت عامر بن سلمہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے والد کو ان کے متعلق نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا میں بیٹی سے مشورہ کروں گا۔ آپ ﷺ سے یہ بھی عرض کیا گیا کہ یہ تو عمر رسیدہ ہے۔ پھر جب ان کے والد اجازت لیکر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے سکوت فرمایا اور نکاح اس سے نہ کیا۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ضباعہ بنت عامر ھوذہ بن علی حنفی کے نکاح میں تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ان کو بہت سا مال وراثت میں ملا۔ پھر ان کا نکاح عبداللہ بن جدعان تیمی سے ہوا۔ جب ان سے اولاد نہ ہوئی تو ان نے طلاق کا مطالبہ کردیا۔ اس

نے انہیں طلاق دیدی۔ ان کے بعد ہشام بن مغیرہ نے ان سے شادی کی۔ جس سے سلمہ پیدا ہوئے۔ جو کہ نہایت پاکیزہ اخلاق کے حامل اور محاسن اسلام کا پیکر تھے۔

پھر جب ہشام کا انتقال ہوگیا تو اس وقت بھی ان پر حسن و جمال کی چمک بخوبی ظاہر تھی پھر یہ عورت انتہائی حیادار ہونے کے ساتھ ساتھ پردہ کی سخت پابند تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹے سلمہ بن ہشام کو ان کے نکاح کا پیغام بھیجا سلمہ نے کہا والدہ سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ گھر آکر اپنی والدہ سے کہا آپ کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے نکاح کا پیغام مجھے دیا ہے انہوں نے کہا تم نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا والدہ سے مشاورت کروں گا۔ انہوں نے کہا نبی ﷺ کے لئے تم کیا مشورہ کرو گے جاؤ نکاح کردو۔ انہوں نے آکر عرض کیا تو آپ ﷺ نے سکوت فرمالیا۔

﴿پانچواں باب﴾

جن خواتین سے شرعی ممانعت کی وجہ سے نکاح نہیں ہوا

جن خواتین سے شرعی ممانعت کی وجہ سے نکاح نہیں ہوا

چنانچہ ان میں پہلی عورت عمارہ بنت حمزہ تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

سفیان بن عینیہ نے علی بن زید بن جدعان کی سند سے بیان کیا حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنے چچا حمزہ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کر لیتے جبکہ (حضرت سفیان کی روایت کے مطابق) وہ انتہائی خوبصورت لڑکی ہیں (اسماعیل بن ابراہیم کی روایت کے مطابق) خاندان کی بہت ہی اچھی لڑکی ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے؟ یا یوں فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں حمزہ رضاعی بھائی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام قرار دیئے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

محمد بن عمر نے ابن ابی حبیبہ، داود بن الحصین، عکرمہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عمارہ بنت حمزہ (والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس) مکہ مکرمہ میں تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے چچا کی یتیم بیٹی کو ان مشرکین کے درمیان کس لیے چھوڑیں؟ اس کو بھی مدینہ ساتھ لے چلتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لیا اور مکہ سے روانہ ہوئے آپ ﷺ نے بھی نہیں منع فرمایا۔ چونکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے وصی تھے اس لئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ

میں اس کی پرورش کروں گا کیونکہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے (بھائی اس لئے کہا کہ جب آپ ﷺ نے حضرات انصار مہاجرین کی درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کیا تھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا) جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ان کی گفتگو سنی تو فرمایا میں اس کی بچی کی پرورش کا زیادہ حقدار ہوں کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم دونوں کس لئے لڑ رہے ہو اس کو مکہ سے میں لیکر آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے لہٰذا اس کی پرورش وتربیت میں ہی کرونگا۔

عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہما کی تولیت کا فیصلہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اللہ ورسول کے ولی ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی تم میرے بھائی اور ساتھی ہو۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم طور اطوار اور اخلاق میں میرے زیادہ مشابہ ہو اور فرمایا جعفر تم اس کے زیادہ حقدار ہو کہ تمہارے نکاح میں اس کی خالہ ہے فرمایا خالہ اور پھوپھی کے ہوتے ہوئے آدمی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح نہیں کرسکتا لہٰذا آپ ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے اردگرد خوشی سے جھومنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جعفر یہ کیا کررہے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ! بادشاہ نجاشی جب کسی سے خوش ہوا کرتا تو اس کے آس پاس اسی طرح سے رقص کیا کرتا تھا۔

پھر ایک موقعہ پر آپ ﷺ سے کسی نے کہا آپ اس سے شادی کرلیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ثویبہ (ابولہب کی باندی) نے دودھ پلایا تھا اور آپ ﷺ کی رضاعی والدہ بھی تھیں، عمارہ کا نام ابن سعد نے امامہ لکھا

ہے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ ابن الاثیر نے اسی نام سے ان کی سوانح لکھی ہے۔ عمارہ کا نام واقدی نے لکھا ہے۔(۲۱/۷))

پھر آپ ﷺ نے سلمہ بن ابی سلمہ مخزومی (سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے اور یہی ام المؤمنین کے نکاح میں ولی بنے تھے، آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح عمارہ سے کرا کر بدلہ چکایا اور پھر اس کا اظہار بھی فرمایا، اسد الغابہ، ج۲ ص۴۲۹) سے ان کا نکاح کر دیا۔ (چونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر ان کا یہی بیٹا سلمہ ان کی طرف سے عقد نکاح کا ولی بنا تھا جس کے بعد آپ ﷺ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا) اور آپ ﷺ برابر فرما رہے تھے۔

هل جزيت سلمة؟

کیا میں نے سلمہ کے اس اچھے عمل کا صلہ دے دیا؟

(۲) دوسری خاتون عروہ بنت ابی سفیان (بعض جگہ ان کا نام عزہ بنت ابی سفیان آیا ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ ان دونوں ناموں میں سے ایک نام ان کا لقب ہے، الاصابہ، ج۸ ص۲۵) ہیں انہیں ان کی بہن حضرت ام حبیبہ زوج النبی ﷺ نے آپ کے سامنے نکاح کے لئے پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں کیونکہ ان کی ہمشیرہ خود میرے نکاح میں موجود ہے۔

چھٹا باب

ازواج رسول ﷺ کے حجرات شریفہ

یعنی

مکانات شریف

حجرات شریفہ کا محل وقوع

حجرات شریفہ کا رقبہ

امہات المومنین کے حجرات کا تعارف

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے گھر

قرآن کریم میں امہات المومنین کے گھروں کا ذکر اس آیت میں آیا ہے:

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (الاحزاب:۳۳)

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔

امہات المومنین کے گھروں کا ان کی ازدواجی زندگی میں ایک اہم کردار ہے اس لئے ان گھروں کے اوصاف کا علم ہمارے لئے بہت ساری باتوں کے سامنے راستہ روشن کردے گا اور بعض مبہم باتوں کی وضاحت بھی کرے گا۔

بیوت النبی ﷺ

آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا گھر مکہ مکرمہ میں تھا جہاں آپ ﷺ نے اپنی مبارک زندگی کے تریسٹھ سالوں میں سے ترپین ۵۳ سال بسر کیئے۔ آپ ﷺ نے بعمر پچیس سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور ان کے ساتھ ازدواجی زندگی کے پچیس سال گذارے۔ اسی مکان میں آپ ﷺ کے ہاں مشہور روایت کے مطابق دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین سال قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد سیدہ سودہ بنت زمعہ آپ ﷺ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ اور ہجرت تک اسی گھر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ قیام پذیر رہیں (جبکہ سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ شادی کے بعد اپنے گھروں میں منتقل ہوگئی تھیں) اسی دوران آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا لیکن ان کی رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔

جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو یہ مکان عقیل بن ابی طالب کے قبضے میں آگیا۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر یہاں مسجد تعمیر کردی، مسجد کا ایک دروازہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اس مکان

کی طرف بھی بنایا جس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا "من دخل دار ابی سفیان فھو امن" جو ابوسفیان کے مکان میں داخل ہوگیا اسے امن ہے۔ اس کے بعد مختلف اوقات میں تعمیر و مرمت کا کام ہوتا رہا۔ علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں کہ ۱۳۶۸ھ میں الشیخ عباس بن یوسف نے ازسرنو تعمیر شروع کی جو ۱۳۷۰ھ کو پایہ تکمیل کو پہنچی اور اس میں حفظ قرآن کا مدرسہ جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ازواج مطہرات کو اہل بیت النبی ﷺ قرار دیکر ان کے مقدس گھروں کو قرآن و سنت کی نشرگاہیں قرار دیا ہے۔ "واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من ایت اللہ و الحکمۃ" تو اس طرح آنحضرت ﷺ کا پہلا گھر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں مسجد میں تبدیل ہوکر دین کی نشرگاہ بن گیا۔

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور مسجد کے مشرقی جانب دو حجرے تعمیر کئے۔ ایک حجرے میں سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے ہمراہ مقیم ہوئیں۔ بعد میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محرم ۳ھ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی ہوگئی اور سیدہ سودہ اپنے حجرے میں تنہا رہ گئیں، دوسرے حجرے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے بعد رہائش اختیار کی۔ ان دونوں حجروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ عام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ابتدا میں صرف دو حجرے ہی تھے پھر جوں جوں حرم نبوی میں اضافہ ہوتا گیا مزید حجرے تعمیر ہوتے گئے۔ یہ حجرے مسجد کے مشرقی، شمالی اور جنوبی جانب تھے اور ان کی تعمیر میں کچی اینٹ اور کھجور کی شاخیں استعمال کی گئیں۔ ان حجروں کی کل تعداد نو تھی اور سب کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔

۲ھ میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو نماز شمال کی بجائے جنوبی جانب بیت اللہ شریف مکہ کی طرف رخ کر کے پڑھی جانے لگی۔ اس تبدیلی سے تعمیرات میں کوئی خاص ردوبدل نہیں ہوا لیکن ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد مسجد کی حدود میں کافی اضافہ

ہوا۔ حدود مسجد کی یہ توسیع تمام تر شمالی اور مغربی جانب ہوئی اسلئے تعمیری ردو بدل بھی ان ہی اطراف میں ہوا۔ روایات میں صرف حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کا اس قدر ذکر ملتا ہے کہ مسجد نبوی سے ملحق ان کا مکان تھا۔ بوقت ضرورت یہ اپنے مکان کا تھوڑا تھوڑا حصہ حجرات کی تعمیر کے لئے پیش کرتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی جگہ اور کچھ مزید ملحقہ زمین خرید کر بارگاہ رسالت میں پیش کر کے جنت کی بشارت سے مشرف ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دونوں جانب حضرت سودہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے مقدس حجرے تھے۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ، سیدہ ام سلمہ، سیدہ جویریہ، سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ ام حبیبہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہن کے حجرے شامی جانب مسجد نبوی کے باب النساء تک پھیلے ہوئے تھے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی سمت میں کچھ فاصلے پر تھا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایک بار آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملاقات کیلئے رات کے وقت مسجد نبوی میں تشریف لائیں جہاں آپ ﷺ معتکف تھے۔ واپسی پر آپ ﷺ انہیں گھر کے دروازے تک پہنچانے گئے۔ ان کا حجرہ دار اسامہ بن زید میں تھا اور وہاں انصار کے دو آدمیوں سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اہلیہ سیدہ صفیہ۔ (تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو) حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیت اللہ شریف کے بعد سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے اور یہ وہ شرف وسعادت ہے جس میں کوئی دوسرا ان کا شریک وسہیم نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرے گھر میں، میری باری کے دن اور میرے سینہ اور گلے کے درمیان وفات پائی اور اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن کی مسواک آپ ﷺ کے دہن سے لگائی۔ اس مبارک حجرہ میں آپ ﷺ نے سب سے زیادہ قیام فرمایا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کے ایام بھی اسی حجرے میں گذرتے تھے۔ وصال سے قبل چند ایام بھی یہیں بسر ہوئے اور وصال کے بعد اسی حجرے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رونق افروز ہو گئے۔ آج حرم نبوی

ﷺ، دیار حبیب اور گنبد خضریٰ کے مقدس ناموں سے جس روضہ پاک کو یاد کیا جاتا ہے وہ دراصل یہی حجرہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے۔

اس کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۵۸ھ تک حجرہ اقدس کے مشرقی حصہ میں رہائش پذیر رہیں، اس دوران حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کی توسیع کی لیکن ازواج مطہرات کے حجرے اپنی حالت پر رہے۔ امہات المومنین میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سب سے آخر ۶۳ھ میں وفات پائی۔ ۸۸ھ تک یہ حجرات اپنی اسی حالت پر قائم رہے اور محض زیارت گاہ کا کام دے رہے تھے اسلئے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے گورنر مدینہ کو حکم دیا کہ تمام حجروں کو مسجد نبوی میں شامل کرلیا جائے۔ تمام مسلمان ان مقدس حجروں سے عقیدت کی وجہ سے ان کے انہدام کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن اس کاروائی میں چونکہ خیر اور اصلاح کا پہلو غالب تھا اور مسجد نبوی میں ان حجروں کی شمولیت ان کے شایان شان بھی تھی اور روح اسلام و تعلیمات نبوی کے مطابق بھی۔ اس لئے نہایت احتیاط و احترام کے ساتھ ۸۸ھ سے ۹۱ھ تک یہ کام مکمل ہوگیا۔

اس طرح یہ مقدس حجرے جن میں وحی الٰہی کا نزول ہوتا رہا جن میں رہائش پذیر ازواج مطہرات کو ''اہلِ بیت'' کے اعزاز سے نوازا گیا جنہیں دین کی نشر گاہیں قرار دیا گیا۔ بالآخر ولید بن عبدالملک اموی کے دور خلافت میں مسجد نبوی کا حصہ بن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسلام کا مرکز بن گئے۔

حجرات شریفہ

حجرات حجرۃ کی جمع ہے یہاں حجرات سے مراد وہ گھر ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن رہائش پذیر تھیں متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آقائے دو جہاں محمد عربی ﷺ نے جب مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو اسی کے ساتھ دو رہائشی مکانات کی بنیاد رکھی، ایک ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے، اور دوسرا ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے لئے، اس کے بعد جب دیگر بیویاں آپ ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں کل نو عدد مکانات تعمیر ہوئے، جن میں نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنی مقدس زندگی کے آخری دس برس بسر کئے اور انہیں میں سے ایک مکان کو آپ ﷺ کی برزخی خواب گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ان ''حجرات شریفہ'' کا تذکرہ قرآن نے متعدد مقامات پر کیا ہے، بلکہ ایک سورت تو اسی ''حجرات'' نام سے موسوم کی گئی ہے، ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (الحجرات:٤)

جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثریت کو عقل نہیں ہے۔

کیونکہ یہ طریقہ خلاف ادب ہے انہیں آپ ﷺ کے خود بخود باہر آنے کی انتظار کرنی چاہئے۔

سورہ احزاب میں ان حجروں کا انتساب بطور خاص ازواج مطہرات کی طرف کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُنَّ

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔

وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ (الاحزاب:٣٣)

اللہ کی جو آیتیں اور دانائی کی جو باتیں تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد کرو۔

لیکن جب اسی سورۃ میں ایک دوسرے مقام پر یہ انتساب آقائے دو جہاں ﷺ کی ذات اقدس کی طرف فرمایا گیا، تو ان حجرات کا شرف و تقدس اپنے کمال کو پہنچ

گیا، ارشاد ہوا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ (الاحزاب:۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ جایا کرو۔

حجرات شریفہ کا محل وقوع

جن مورخین نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے وہ صرف پانچ حجروں کے محل وقوع کی تعین کر سکے ہیں، یعنی حضرت حفصہ، حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت زینب بنت خزیمہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کے حجرے، ان کی جائے وقوع میں مورخین کا ایسا اتفاق ہے کہ ان کی قطعیت کے ساتھ تعین کی جا سکتی ہے، جبکہ دیگر حجروں کے محل وقوع کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے اس لئے ان کی حتمی تعین مشکل ہے۔

یہ پانچوں حجرے مسجد نبوی کے بائیں جانب مشرقی سمت میں واقع تھے۔ جیسا کہ عالم مدینہ ابو محمد اسمٰعیل بن محمد کا بیان ہے۔

''سب سے پہلا مکان حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا، پھر اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، جہاں آج حضور ﷺ آرام فرما ہیں، پھر اس کے بعد باب جبرئیل کے پاس مسجد نبوی سے متصل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے عقب میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، اور سب سے آخر میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا''۔

(کتاب المناسک، ص ۳۷۳)

ابو محمد کے بیان سے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے مکانات کا علم نہ ہو سکا، تاہم یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے کہ ۴ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال فرما جانے کے بعد

آنحضرت ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا، اس لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو وہی مکان ملا، جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی حیات میں قیام فرما تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پہلو میں تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مکانات مسجد نبوی کی تعمیر سے فراغت کے بعد ایک ہی وقت میں ایک ہی شکل میں تعمیر فرمائے تھے۔ (اخبار مدینۃ الرسول ﷺ، ص ۷۳۔ وفاء الوفا ج ۲ ص ۴۵۹) ان کے علاوہ دیگر مکانات کے محل وقوع کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ یہ سارے مکانات مسجد کی کسی ایک ہی سمت میں واقع تھے یا مختلف سمتوں میں؟

ایک رائے یہ ہے کہ تمام مکانات مسجد سے مشرقی سمت واقع ہیں، جب کہ دوسری رائے کے مطابق یہ مکانات کسی ایک سمت میں نہیں بلکہ جنوب، مشرق اور شمال تینوں سمتوں میں منتشر تھے۔ پہلی رائے کی تائید میں متعدد روایات پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

(الف)...... ابن جوزی نے محمد بن عمر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مالک بن ابی الرجال سے دریافت کیا: ''ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کہاں تھے؟ تو انہوں نے اپنی دادی جان کا یہ قول نقل کیا وہ فرماتی تھیں: جب میں نماز کے لئے کھڑی ہوتی تھی تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات میری بائیں جانب میں پڑتے تھے۔'' (وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۲۰۹)

(ب)...... عبداللہ بن یزید ہذلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کو منہدم کرنے کا حکم دیا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ سارے مکانات گھاس پھوس کے ہیں اور ان کی دیواریں کھجور کی ٹہنیاں کھڑی کر کے قائم کی گئی ہیں، جن پر مٹی چڑھائی ہوئی ہے، میں نے شمار کیا تو کل نو کمرے تھے اور ان کمروں کے

ساتھ چھوٹے آنگن تھے، اور یہ سب کے سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور باب النبی ﷺ کے بعد والے اس دروازے کے درمیان واقع تھے جہاں آج اسماء بنت حسین کا مکان واقع ہے"۔(وفاء الوفاء، ج۲ ص؟)

(ج)......ابن نجار کا بیان:

"رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے لئے نو عدد مکانات تعمیر کرائے تھے، اور سب کے سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور باب النبی ﷺ کے بعد والے دروازے کے درمیان واقع تھے"۔(اخبار مدینۃ الرسول ﷺ، ص ۷۳)

اور علامہ سمہودی کہتے ہیں: "جن روایات میں آیا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کا تسلسل اسماء بنت حسین کے مکان تک دراز تھا، ان کی رو سے لازمی طور پر بعض مکانات مسجد کی سمت سے باہر تھے، کیوں کہ اسماء بنت حسین کا مذکورہ مکان باب النساء کے بعد والے دروازے کے بالمقابل تھا"۔(وفاء الوفاء، ج۲ ص ٤٦٠)

واضح رہے کہ "باب النبی ﷺ" سے مراد "باب جبرئیل" ہے اور اس کے بعد والا دروازہ "باب النساء" کہلاتا ہے، اور اسماء بنت حسین رضی اللہ عنہا کا مکان دراصل جبلہ بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کے مکان ہی کا ایک حصہ تھا اور "دار جبلہ" مسجد کی مشرقی سمت میں "باب النساء" سے قریب ہی واقع تھا۔

اب تمام روایتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے تمام مکانات مسجد کی مشرقی سمت میں باب النساء تک، بالفاظ دیگر اسماء بنت حسین کے مکان تک واقع تھے، جیسا کہ عبداللہ بن یزید ہذلی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن جن بزرگوں کا خیال ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات مسجد کی مغربی سمت کے علاوہ دیگر تمام سمتوں میں متفرق مقامات پر واقع تھے، ان کے پاس بھی متعدد روایتیں موجود ہیں۔

(الف)......محمد بن ہلال فرماتے ہیں:

"میں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کی زیارت کی تو دیکھا

کہ تمام مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے بنائے گئے ہیں جن پر اون کا ٹاٹ ڈال دیا گیا ہے، اور یہ سب کے سب قبلہ (جنوب) مشرق اور شمال کی سمتوں میں پھیلے ہوئے ہیں، مغرب میں کوئی مکان نہیں ہے"۔(ایضاً، ج۲ ص۴۵۹)

(ب)......سیرت نگاروں کا بیان: اصحاب سیرت لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو مکانات تعمیر کرائے وہ سب قبلہ، مشرق اور شمال کی سمتوں میں تھے مغربی سمت میں کوئی مکان تعمیر نہیں ہوا، یہ مکانات مسجد سے خارج تھے مگر مغربی سمت کے علاوہ ہر طرف سے مسجد کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھے، اوران سب کے دروازے مسجد ہی میں کھلتے تھے"۔(اخبار مدینۃ الرسول ﷺ، ص۷۳)

(ج)......علامہ سمہودی فرماتے ہیں: "باب النبی ﷺ" کے بعد والے دروازہ سے مراد "باب رحمت" ہے۔(وفاء الوفاء، ج۲ ص۴۵۹)

گویا جن روایتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات "باب النبی ﷺ" کے بعد والے دروازے تک پھیلے ہوئے تھے، علامہ سمہودی کے بقول وہ "باب رحمت" تک پھیلے ہوئے تھے، اور چونکہ "باب رحمت" مغربی دیوار میں واقع تھا۔ اس لئے صرف مشرقی سمت میں ان مکانات کے وقوع کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے۔

(د)......مورخین لکھتے ہیں: "آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ "ام حبیبہ رضی اللہ عنہا" نے مسجد کے شمال میں ایک مکان بنوایا تھا اسے "دار آل شرحبیل" کہا جاتا تھا"

یہ ہیں وہ روایات جن پر قول ثانی کی بنیاد قائم ہے۔

قول ثانی کے دلائل کا تجزیہ

دونوں قسم کی روایات آپ کے سامنے ہیں، ذرا گہرائی سے ان کا مطالعہ کریں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان روایات میں کوئی حقیقی تعارض نہیں، اور جو بظاہر اختلاف نظر آتا ہے اس کا تصفیہ بھی ممکن ہے۔ کیونکہ قول ثانی کی تائید میں جو پہلی روایت محمد بن

ہلال کی پیش کی گئی ہے اس میں قبلہ (جنوب) مشرق اور شمال مسجد کی تینوں سمتوں کا ذکر آیا ہے اور یہ کہ ازواج مطہرات کے مکانات مسجد کی ان تینوں سمتوں میں واقع تھے۔

اس سلسلے میں پہلی بات یہ ذہن نشین کر لی جائے کہ مسجد نبوی کی کسی سمت میں کسی مکان کے واقع ہونے کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مکان مسجد سے متصل اور مسجد کے محاذات میں بھی ہو، ظاہر ہے کہ مدینہ کے وہ سارے مکانات جو مسجد نبوی سے متصل نہیں ہیں اور مسجد نبوی کے بالمقابل بھی نہیں ہیں وہ مسجد نبوی کی کسی نہ کسی سمت میں ضرور واقع ہیں۔

یہی حال ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کا بھی ہے، چنانچہ مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد کے جنوب میں تھا، جبکہ یہ امر بھی مسلم ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالمقابل جنوب میں تھا، مسجد کی محاذات میں نہیں تھا، اس لئے اگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو مسجد کی محاذات میں نہ ہونے کے باوجود مسجد کے جنوب میں تسلیم کیا گیا، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے بعض دیگر مکانات کے بارے میں یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ وہ مکانات مسجد کی شمالی حد سے متصل اور اس کے بالمقابل نہ ہونے کے باوجود شمال ہی میں واقع تھے، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے متصل شمال میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کی ایک لمبی قطار تسلیم کر لی جائے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہا کے سبھی نو مکانات اسی سیدھی قطار میں تھے جو مسجد کی شمالی حد سے کچھ آگے جا کر ختم ہوتی تھی، چنانچہ جو مکانات مسجد کے محاذات میں واقع ہوئے وہ متفقہ طور پر مسجد کی مشرقی سمت میں کہلائے اور جنہیں مسجد کی محاذات میسر نہ ہوئی بلکہ وہ مسجد کی شمالی حد سے متجاوز ہو کر مگر اسی مشرقی قطار میں واقع ہوئے، انہیں بعض راویوں نے مشرق میں اور بعض نے شمال میں بتلا دیا۔

دوسری روایت ابن نجار کی ہے، غالباً ابن نجار نے اصحاب سیرت کے اقوال

سے ذاتی طور پر جو مفہوم اخذ کیا اسے روایت بالمعنی کے طور پر پیش کر دیا ہے۔

تیسری دلیل سمہودی کا یہ قول کہ ''عبداللہ بن یزید ہذلی کی روایت میں باب النبی کے بعد والے دروازے سے مراد باب رحمت ہے'' بعید از قیاس ہے، کیونکہ عہد نبوی میں باب النبی کے بعد مسجد کا شمالی دروازہ تھا۔'' لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۷ھ میں عورتوں کی آمد و رفت کے لئے مشرقی دیوار میں ایک نیا دروازہ کھول دیا تو پھر یہی ''باب النساء'' ''باب النبی'' سے قریب اور متصل ہو گیا، اور غالباً عبداللہ بن یزید ہذلی کی روایت میں یہی ''باب النساء'' مراد ہے، جس کی تائید عبداللہ بن یزید ہذلی کے اس توضیحی جملے سے بھی ہوتی ہے کہ:

> ازواج مطہرات کے مکانات کا سلسلہ باب النبی ﷺ سے قریب والے دروازے یعنی اسماء بنت حسین رضی اللہ عنہا کے مکان تک دراز تھا۔ (وفاء الوفاء، ج۲ ص۴۵۹)

اور اسماء بنت حسین کا مکان قطعی طور پر ''باب النساء'' سے قریب تھا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد سے شمال میں واقع تھا، تو اس سلسلے میں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ مکان نہیں تھا، بلکہ یہ ان کا آبائی مکان تھا، اسی لئے اس کو ''دار آل شرحبیل'' بھی کہا جاتا تھا، علامہ سمہودی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

(وفاء الوفاء، ج۲ ص۵۳۹)

اس تجزیہ کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ قول اول راجح اور زیادہ درست ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام حجرات شریفہ مسجد نبوی کی ایک ہی سمت مشرق میں ایک سیدھی قطار میں واقع تھے۔ جو قطار مسجد کی محاذات سے شمال کی طرف آگے بڑھ کر ختم ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

حجروں کا طول وعرض

سرور کونین ﷺ اگر چاہتے تو دنیاوی حکمرانوں اور بادشاہوں کی طرح عالی شان محلات تعمیر کرا سکتے تھے، مگر قربان جایئے اس قدسی صفات ذات پر جس نے شاہی شان وشوکت اور حاکمانہ شکوہ ودبدبہ کے بجائے فقر ومسکنت کی زندگی کو ترجیح دی اور ہمیشہ رب کائنات سے یہی دعاء مانگی۔

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین

اے اللہ! مجھے مسکنت والی زندگی عطا کر اور مسکینی کی حالت میں مجھے دنیا سے لے جا، اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر فرما۔

آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے لئے جو مکانات تعمیر کرائے وہ کیا تھے؟ ہر مکان بس ایک چھوٹے سے کمرے اور اس سے بھی چھوٹے ایک آنگن پر مشتمل تھا، مکان کیا تھا؟ تواضع ومسکنت کی بولتی تصویر، نہ کہیں پختہ اینٹ استعمال ہوئی نہ کہیں پتھر، جبکہ پورا علاقہ پتھروں سے بھرا ہوا، سارا مکان کھجور کی ٹہنیوں، گارے اور زیادہ سے زیادہ کچی اینٹوں پر مشتمل تھا، دروازے پر شیشم وساگوان کے دروازے نہیں لگائے گئے تھے، بلکہ موٹے ٹاٹ ڈال کر پردہ کا کام لیا جاتا تھا

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

ہر مکان ایک کمرہ اور ایک آنگن پر مشتمل تھا، کمرہ کی لمبائی دس ہاتھ (تقریباً پانچ میٹر) اور چوڑائی سات یا آٹھ ہاتھ (تقریباً چار میٹر) تھی، آنگن کی چوڑائی تو اس سے بھی کم چھ یا سات ہاتھ (تقریباً ساڑھے تین میٹر) تھی اور لمبائی کمرہ ہی کے برابر یعنی دس ہاتھ تھی (الادب المفرد، باب التطاول فی البنیان، حدیث نمبر ٤٥٠) اور چھتوں کی بلندی تو بس اتنی تھی کہ ہاتھ اٹھا کر انہیں چھویا جا سکتا تھا، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ (یہ حسن بن یسار بصری ہیں، انصار کے آزاد کردہ غلام، ان کی ماں کا نام "خیرہ" ام سلمہ رضی اللہ عنہا

کی آزاد کردہ باندی تھیں، جلیل القدر تابعی، زبردست عالم، فقیہ، ثقہ، عابد اور مفسر تھے، ۲۱ھ میں پیدا ہوئے، ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی، (المعارف، ص ۴۴۰، تهذيب التهذيب، ۲ / ۲۶۳۔ ۵۹۰)، خلاصة الوفاء، ص ۲۷۸) مشہور تابعی ہیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کو بنفس نفیس دیکھا ہے، وہ فرماتے ہیں۔ ''جب میں نابالغ تھا تو رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں جایا کرتا تھا۔ اور اپنے ہاتھ سے ان کی چھتوں کو پالیا کرتا تھا۔''

کمروں کی دیواروں میں کچی اینٹیں استعمال کی گئی تھیں اور آنگن کھجور کی لمبی لمبی ٹہنیوں سے گھیر لیا گیا تھا، ان ٹہنیوں پر بالوں کے کمبل ڈال دیئے گئے تھے، تاکہ ٹہنیوں کے درمیانی شگافوں سے بے پردگی نہ ہو۔

سارے مکانات اسی طرز کے تھے، سوائے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے، ان کے کمرے کے علاوہ ان کا آنگن بھی کچی اینٹوں سے گھرا ہوا تھا، حضور ﷺ نے ان کا آنگن بھی ٹہنیوں ہی سے گھروایا تھا، مگر بعد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بتائے بغیر ٹہنیوں کو ہٹوا کر ان کی جگہ پر اینٹوں کی دیواریں قائم کرلی تھیں۔ (الوفا، باحوال مصطفی ﷺ، ج ۱ ص ۴۰۶)

یہ ہے ان مکانات کے ایک جھلک جن میں ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ زندگی بسر کرتے تھے، کون کہہ سکتا ہے کہ ان مکانات کا مالک دونوں جہان کی بادشاہت کا بھی مالک ہوگا؟ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وہ شہ دنیا و دیں کون و مکاں کا تاجدار
پھر بھی اکثر فقر و فاقہ میں کٹیں لیل و نہار
جھونپڑی پر اس کی قرباں قصر شاہی کا وقار
اس کی پیوند قبا پر سطوت شاہی نثار

جس کے سینے میں پوری انسانیت کا درد تھا اور جو انسانوں کی آخرت سنوارنے آیا تھا، وہ اپنی دنیا سنوارنے میں کیوں کر مشغول ہوتا؟ آپ ﷺ نے دنیا کو یہ سبق سکھلایا کہ یہاں کی چند روزہ آن بان کامیابی معیار نہیں، اصل کامیابی تو

آخرت کی کامیابی ہے۔

اسی وجہ سے جب حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کو علم ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات گرادیئے گئے تو حسرت سے کہنے لگے:

بخدا میری آرزو تھی کہ ان مکانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا، تاکہ مدینے کی نئی پود آتی یا باہر سے کوئی آنے والا آتا تو دیکھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس تھوڑی مقدار پر قناعت کی، جس کا فائدہ یہ ہوتا کہ اونچی اونچی عمارتوں پر فخر کرنے سے لوگ گریز کرتے۔(وفاء الوفاء، ج۲ ص٤٦١)

امہات المومنین رضی اللہ عنہن اوران کے حجرے

(اجمالی تعارف)

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) اوران کا مکان

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں یہی اکلوتی کنواری بیوی تھیں، مکہ مکرمہ میں آنحضور ﷺ سے ان کا نکاح ہوا اور مدینہ منورہ جا کر رخصتی ہوئی، چونکہ انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے، اس لئے یہ نکاح ایک خواب کی سچی تعبیر تھا، خود رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنا یہ خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

"مجھے خواب میں تین رات تک تو دکھلائی گئی، ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تجھے لپیٹ کر میرے پاس لے آتا اور کہتا: یہ آپ کی بیوی ہیں۔ میں کپڑا اٹھاتا تو دیکھتا کہ تو ہے، میں کہتا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اپنے ارادے کو ضرور پورا فرمائے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل عائشة رضی الله عنها)

ترمذی شریف کی روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جبرئیل (علیہ السلام) نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک

سبز ریشمی ٹکڑے میں میری تصویر لے کر آئے اور کہا: یہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ (ترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی ﷺ کیلئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا اور جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اسکی خبر دی تو آپ ﷺ نے نکاح کیا، یوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی سب سے محبوب اور چہیتی بیوی بن گئیں، مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ دین کا علم اور سمجھ رکھنے والی تھیں، آنحضرت ﷺ کے ایک ایک قول اور ایک ایک عمل کو محفوظ کرنے کا خاص اہتمام کرتیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (۲۲۱۰) حدیثوں کا عظیم الشان ذخیرہ امت کو سپرد فرمایا۔ جن میں (۱۷۴) روایتیں صحیح بخاری و مسلم میں ہیں، رمضان ۵۷ھ میں جان جان آفریں کے سپرد کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

آپ کا مکان

جنت کی کیاری (ریاض الجنۃ) کی مشرقی جانب متصلاً واقع تھا۔ جنوب میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مشرق میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے مکان میں ہوئی، اور انہی کا حجرہ شریفہ زندگی میں بھی آپ کے آرام گاہ تھا، اور وفات کے بعد بھی آرام گاہ بننے کی سعادت اسی حجرہ کے حصہ میں آئی۔

جذبہ تعاون اور فیاضی کا ایک واقعہ

ابن جوزی بیان کرتے ہیں: امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مکان ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ اسی ہزار اور دوسری روایت کے مطابق صرف اسی ہزار درہم کے عوض خرید کر پوری قیمت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوادی اور ساتھ ہی یہ پیشکش بھی فرمائی کہ تاحیات آپ اسی میں قیام فرمائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب قیمت موصول ہوئی تو اسی مجلس میں بڑی فیاضی کے ساتھ سارا مال تقسیم فرمادیا، ایک درہم بھی اپنے لئے اٹھا نہیں رکھا، کسی نے کہا: کوئی درہم اپنے لئے بھی بچالیا ہوتا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلے یاد کرادیا ہوتا۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، مؤلفه ابن جوزی، ص ۲٦۰)

اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے صدیقی روایات کی یاد تازہ کی اور آنحضور ﷺ کی اس بیوی نے نبوی طرز عمل کے مطابق ایک درہم بھی گھر میں نہ رکھا۔

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

زمعہ بن قیس قرشی کی دختر نیک اختر اور حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ (جو اولین مسلمانوں میں سے تھے) کی بیوی تھیں، اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی دوبار ہجرت کی، دوسری ہجرت سے مکہ لوٹ کر آئیں تو شوہر کا انتقال ہوگیا، اب اگر اپنے قبیلہ میں واپس جاتی ہیں تو قبیلہ اور خاندان کے لوگوں سے اندیشہ ہے کہ شرک پر مجبور کر کے طرح طرح کی ایذاء پہنچائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بے سہارا عورت کو سہارا عطا کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں، آپ ﷺ نے نکاح فرما کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اشرف الانبیاء ﷺ کی حرم ہونے کا شرف عطا کیا۔ (المعارف ابن قتیبہ، ص۱۳۳)

صحیح قول کے مطابق ان کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی۔ (تقریب التهذیب، ص۷٤۸)

اور جس فراخ دلی کے ساتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے زندگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی باری سونپ دی تھی، اسی فراخ دلی کے ساتھ وہ دنیا سے جاتے جاتے اپنا مکان بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو سونپ گئیں۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ٤٠٥)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے متصل مشرقی سمت میں تھا، اس لئے کہ ان دونوں حجروں کو آنحضرت ﷺ نے تعمیر مسجد سے فراغت کے بعد بیک وقت ہیئت تعمیر فرمایا تھا۔ (اخبار مدینۃ الرسول ﷺ، ص ٧٣، وفاء الوفاء، ج ٢ ص ٤٥٩)

اور چونکہ یہ مسلم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی جنوبی سمت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور شمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا اور مغرب میں مسجد نبوی تھی۔ اب مشرقی سمت ہی باقی رہی جہاں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔ واللہ اعلم

(٣) حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

ان کی پہلی شادی خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوئی تھی، جب ان کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رشتہ کی پیش کش کی، ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی اور صاحبزادی رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے غم سے نڈھال تھے اس لئے انکار فرمادیا اور کہا: میرا ابھی شادی کا ارادہ نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے افضل ہے اور عثمان کی شادی اس عورت سے ہوگی جو حفصہ سے افضل ہے۔ اشارہ واضح تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ٣ھ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرماکر ان کی اور ان کے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دل جوئی فرمائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اپنی دامادی کا رشتہ قائم فرماکر دونوں بزرگوں کو برابر کی فضیلت عطا کردی۔

(المعارف، ص ۱۳۵۔ اسد الغابہ، ج ٦ ص ٦٥)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے بہت قریب سمت قبلہ میں واقع تھا، دونوں مکانوں کے درمیان ایک تنگ راستہ تھا جس سے بمشکل ایک آدمی گذر سکتا تھا، بسا اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں اپنے اپنے مکان سے آہستہ آہستہ بات بھی کرلیا کرتی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کا کچھ حصہ اس وقت روضہ پاک کی جالی کے اندر اور کچھ حصہ باہر واقع ہے جہاں زائرین کھڑے ہوکر سلام عرض کرتے ہیں۔

(وفاء الوفاء، ج ۲ ص ٥٤٣۔ خلاصۃ الوفاء، ص ۲۷۹)

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ میں ۴۵ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔(تقریب التہذیب، ص ٧٤٥)

(۴) حضرت زینب بنت خزیمہ (رضی اللہ عنہا) اوران کا مکان

یہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں، ۳ھ میں شوہر کے شہید ہو جانے کے بعد نبی ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا، بڑی نیک اور احسان پسند عورت تھیں، غریبوں سے بڑی محبت کرتی تھیں، اسی لئے ''ام المساکین'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔(وفاء الوفاء، ج ۲ ص ٥٤٣۔ خلاصۃ الوفاء، ص ۲۷۹)

آپ ﷺ سے عقد کے دو ہی مہینے بعد دنیا سے چل بسیں۔

(وفاء الوفاء، ج ۲ ص ٤٥٩۔ اسد الغابہ، ج ٦ ص ١٢٩)

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں تو انہی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہوئی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے مشرقی سمت میں واقع تھا۔(کتاب المناسك، ص ۳۷۳) اس سے پتہ چلا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مکان باب جبرئیل سے نکلنے والے راستہ پر واقع تھا، اور اس کے مغرب میں حضرت فاطمہ

رضی اللہ عنہا کا مکان متصل تھا۔

(۵) حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

''ام سلمہ'' کنیت، ''ہند'' نام، ابوامیہ بن مغیرہ کی بیٹی اور ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہا کی بیوہ تھیں، شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ کی سعادت سے سرفراز ہوئیں، غزوہ احد میں شوہر نے جام شہادت نوش فرمایا تو اس وقت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے چار یتیم بچوں کی کفالت ان کے سر آ گئی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد ان سے نکاح فرمایا اور انہی کے مکان میں داخل فرمایا۔

(المعارف، ص۱۳٦۔ وفاء الوفاء، ج۲ ص۱۵۹۔ اسد الغابه، ج٦ ص۲۸۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب مکان میں آئیں تو آنگن کی دیواریں کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھیں، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ میں گئے ہوئے تھے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پکی اینٹیں لگوالیں آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو ناگواری کا اظہار فرمایا اور کہا: مال مسلم کا بدترین مصرف تعمیر ہے۔ (الترغیب و الترهیب، ج۳ ص۲۲)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے آخر ۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی، اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

یزید بن قسیط کی روایت ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کی قبولیت کا پروانہ (حضرت ابولبابہ سے ایک خطا سرزد ہوگئی تھی جس کی توبہ میں انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا تھا) بذریعہ وحی وقت سحر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آرام فرما تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سحر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟۔ اللہ آپ کے دانتوں کو یوں ہی ہنساتا رکھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی، اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہ

میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنادوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ تیرا جی چاہے تو سنادے۔ راوی کا بیان ہے:۔ ابھی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازے پر کھڑے ہوکر فرمایا: اے ابولبابہ! خوش ہو جاؤ، اللہ کے یہاں تیری توبہ قبول ہوگئی، لوگ یہ سن کر دوڑ پڑے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو کھول دیا جائے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ اپنے مبارک ہاتھ سے مجھے کھولیں گے۔ آپ ﷺ جب صبح کی نماز کے لئے نکلے اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے تو اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا۔

(سیرت ابن ھشام، ج ۳ ص ۲۳۷)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد نبوی اور (ریاض الجنۃ) جنت کی کیاری سے قریب تھا۔

(۶) حضرت زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا)

جحش بن رئاب اسدی کی بیٹی تھیں، اللہ نے آنحضرت ﷺ سے ان کا نکاح آسمان میں فرمادیا تھا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (الاحزاب:۳۷)

پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا، ہم نے آپ سے اس کا نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ (منہ بولے بیٹے) انہیں طلاق دیدیں اور اللہ کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا سے فخر کے طور پر کہا کرتی تھیں۔ تمہارا نکاح تو تمہارے گھر

والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اوپر کیا۔

(بخاری، کتاب التوحید، باب و کان عرشه علی الماء)

طبیعت کی بڑی فیاض تھیں، کثرت سے صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے پہلے وہ عورت مجھ سے آکر ملے گی جو لمبے ہاتھ والی ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم لوگ جب نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی گھر میں اکٹھا ہوتی تھیں تو دیواروں پر اپنا ہاتھ اٹھا اٹھا کر ناپا کرتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے؟ مگر جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تب یہ گتھی سلجھی کہ آنحضرت ﷺ نے ''طول ید'' (ہاتھ کی لمبائی) سے کثرت سخاوت وصدقہ مراد لیا تھا۔

بڑی ماہر و دستکار عورت تھیں، چمڑا رنگتیں اور اسکی سلائی کرتیں اور اس سے حاصل شدہ آمدن اللہ کے راستے میں صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔

(طبقات ابن سعد، ج۸ ص۱۰۸)

خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔

(تقریب التهذیب، ص۲۴۷)

(۷) حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) اوران کا مکان

اصل نام ''رملہ'' اور ''ام حبیبہ'' کنیت ہے حضرت ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ اپنے پہلے شوہر عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی دوسری ہجرت میں حبشہ گئیں، وہیں شوہر کا انتقال ہوگیا۔ قریش کی اذیتوں سے بھاگ کر دین وایمان کی حفاظت کے لئے غربت کو وطن بنایا تھا مگر شوہر کی وفات کے بعد زمین چاروں طرف سے تنگ نظر آنے لگی۔

ایک خواب اوراس کی تعبیر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا

حبشہ میں انتقال ہوگیا تو میں نے خواب میں دیکھا کوئی مجھے ام المومنین کہہ رہا ہے، اول تو میں گھبرائی، بعد میں یہ تعبیر سمجھ میں آئی کہ آنحضرت ﷺ مجھ سے نکاح فرمائیں گے۔(صفة الصفوة، ج۲ ص۴۳) اور ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو سہارا دیا اور اپنی زوجیت میں داخل فرما کر ان کو عزت بخشی غالباً ان کا حجرہ مسجد کے شمال میں واقع تھا۔(وفاء الوفاء، ج۲ ص۵۲۹) البتہ یہ یاد رہے کہ اس حجرے کے علاوہ ان کا ایک اور مملوکہ مکان تھا۔(سیرت ابن ھشام، ج۳ ص۳۳۹)

(۸) حضرت جویریہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

یہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار ''حارث بن ضرار'' کی بیٹی تھیں، ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی، جو غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا، اس غزوہ میں بہت سے لونڈی غلام ہاتھ لگے، ان میں جویریہ بھی تھیں مال غنیمت تقسیم ہوا تو یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، بڑے باپ کی بیٹی تھیں، غلامی کو غیرت نے گوارا نہ کیا اور ثابت رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کرلی، کہ ایک طے شدہ رقم کی ادائیگی کے بعد ان کو آزاد کردیا جائے گا۔ لیکن پاس کچھ نہ تھا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مدد کی طالب ہوئیں۔ آپ ﷺ نے ان کی رضامندی سے ثابت رضی اللہ عنہ کی رقم ادا کر کے ان سے شادی کرلی، اس رشتہ کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھا کہ اپنے نبی ﷺ کے سسرالیوں کو غلام بنا کر رکھیں۔ چنانچہ تمام لونڈی غلام آزاد کردیئے گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

> میں نے کسی عورت کو جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے بابرکت نہیں دیکھا۔

چنانچہ بنو مصطلق پر اس اخلاقی رواداری کا ایسا اچھا اثر پڑا کہ سب کے سب مسلمان ہوگئے۔(سیرت ابن ھشام، ج۳ ص۳۳۹)

صحیح قول یہ ہے کہ ۵۰ھ میں وفات پائی۔(تقریب، ص۷۴۵)

متقدمین کی عبارتوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے محل وقوع کی تعیین نہ مل سکی۔ غالباً ان کا مکان مسجد سے شمال مشرق سمت میں ''دکۃ الاغوات'' سے قریب تھا۔ (''دکۃ'' بمعنی چبوترہ، ''اغوات'' یہ ترکی لفظ ''آغا'' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں سردار، بزرگ لیکن اس کا اطلاق قصر شاہی کے خدمت گاروں پر بھی ہوتا ہے، اور یہاں مراد حجرہ شریفہ اور مسجد نبوی کی خدمت وحفاظت کرنے والوں کی جماعت ہے، سب سے پہلے اس خدمت کے لئے شہید نور الدین زنگی متوفی ۵۶۹ھ مطابق ۱۱۷۴ء نے بارہ آدمیوں کی ایک ٹیم ترتیب دی جن کے لئے حافظ قرآن ہونا شرط قرار دیا، پھر سلطان صلاح الدین ایوبی نے مزید بارہ آدمیوں کا اضافہ کر کے چوبیس آدمیوں کو مقرر کیا، بعد کے امراء وسلاطین وقتاً فوقتاً اس تعداد میں اضافہ کرتے رہے، کسی زمانہ میں ان کی تعداد سو سے متجاوز ہوگئی تھی، ان کے لئے مخصوص اوقاف ہوا کرتے تھے، الرحلة المجازية، ص ۲٤۲)

جیسا کہ اسماعیل بن محمد بن اسحٰق نے اس کا اشارہ دیتے ہوئے کہا کہ سب سے آخری مکان حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ (كتاب المناسك، ص ۳۷۳)

(۹) حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

یہودی سردار ''حیی بن اخطب'' کی بیٹی اور کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں، (ان کی پہلی شادی سلام بن مشکم یہودی سے ہوئی تھی، اس نے طلاق دی تو دوسری شادی کنانہ سے ہوئی، المعارف، ص ۱۸) ۷ھ میں غزوہ خیبر میں کنانہ مارا گیا تو اموال غنیمت کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی قید ہو کر آئیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہیں یہ آپ ہی کے لائق ہیں، آپ ﷺ نے ان کے حال پر شفقت فرماتے ہوئے انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو آزاد کر دیا جائے اور اپنے قبیلہ میں لوٹ جائیں یا اسلام قبول کر لیں تو خود رسول اللہ ﷺ اپنے پاس رکھ لیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند کرتی ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور شادی کر کے عزت بخشی۔ بڑی عقلمند اور ہونہار خاتون تھیں۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

غزوہ خیبر سے پہلے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلہ میں تھیں تو ایک دفعہ خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چاند آکر گرا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب اپنے یہودی باپ کو سنایا تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور چہرے پر ایسا طمانچہ رسید کیا کہ نشان پڑ گیا، اور کہا: تو شاہ عرب کے پاس جانے کے لئے گردن اونچی کر رہی ہے؟ طمانچہ کا یہ نشان آپ ﷺ کی زوجیت میں آنے تک باقی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا تو انہوں نے پورا واقعہ سنایا۔ (اسد الغابه، ج٦ ص١٦٩)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا تو ان کے رشتہ داروں نے ان کا مکان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کیا۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص٢٦٠)

ان کے مکان کی تعیین بھی متقدمین کی کتابوں سے نہیں ہوسکی، لیکن غالب یہ ہے کہ "دکۃ الاغوات" سے قریب ہی تھا۔

(١٠) حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

والد کا نام حارث تھا، بنو ہلال سے تعلق رکھتی تھیں، ٧ھ کا آخر تھا جب آنحضرت ﷺ نے "عمرة القضاء" (٦ھ میں جب مشرکین نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا تو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پھر ٧ھ میں اس عمرہ کی قضاء کے لئے مکہ آئے اور مناسک عمرہ ادا کئے، اسی لئے اس عمرہ کو "عمرۃ القضاء" کہتے ہیں۔ سیرت ابن هشام، ج٣ ص٣٧٠) کے لئے رخت سفر باندھا، اسی سفر میں آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورے سے بنو ہلال کو قریب کرنے کی غرض سے ان سے نکاح فرمایا۔

قرآن کی آیت "وامراة مومنة ان وهبت نفسها للنبى" کی تفسیر میں قتادہ کہتے ہیں کہ "امراة مومنة" سے یہی میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ (ابن کثیر، ج٥ ص٤٨٣) اور انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ٥١ھ میں

مقام ''سرف'' (''سرف'' مکہ سے چھ میل کی دوری پر تنعیم سے قریب ایک مقام ہے، معجم البلدان ج ۳ ص ۲۱۲) میں انتقال فرمایا(تقریب، ص ۷۵۳۔ اسد الغابہ، ج ٦ ص ۲۷۲۔ ۲۷٤) اور وہیں دفن ہوئیں، آج بھی مدینہ منورہ سے شارع ہجرت پر مکہ مکرمہ جاتے ہوئے مکہ سے تقریباً بیس کلومیٹر پہلے دائیں جانب ایک قبر ہے جو ''قبر میمونہ'' کے نام سے مشہور معروف ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مقام ''سرف'' میں منتقل ہوگئی تھیں، جہاں ان کا قبیلہ آباد تھا۔ یہ علاقہ آج بھی مقام سرف کے نام سے معروف ہے۔

متقدمین کی کتابوں میں کوئی صراحت نہیں ملتی جس سے ان کے حجرہ شریفہ کی جائے وقوع کی تعیین ہوسکے لیکن غالب یہ ہے کہ مسجد نبوی سے شمال مشرق میں ''دکۃ الاغوات'' سے قریب ہی ہوگا۔ واللہ اعلم

''اہل بیت'' کی تحقیق

جب ذکر چھڑا ہے نبی آخر الزماں ﷺ کے مقدس گھروں کا تو کیا ہی اچھا ہو کہ یہ تعین بھی ہوجائے کہ آپ ﷺ کے ''گھر والے'' (اہل بیت) کون ہیں؟ اور آیت شریفہ ''**انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھراً**'' میں مذکور ''اہل بیت'' میں کون خوش نصیب شامل ہیں؟

اہل علم سے اس سلسلے میں تین اقوال منقول ہیں:

پہلا قول: اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں کی شان میں نازل ہوئی۔''

دیگر مفسرین میں سے حضرت سعید بن جبیر، ابن سائب، عروہ اور مقاتل سب اسی کے قائل ہیں۔ نیز اس قول کی تائید آیت کے پس منظر و پیش منظر سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ آیات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے متعلق ہیں۔ حضرت عکرمہ تو کہتے

ہیں: جس کا جی چاہے آئے، میں اس سے اس بات پر مباہلہ کر سکتا ہوں کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۵ ص ۳۸۱۔ روح المعانی، ج ۲۲ ص ۱۳)

البتہ یہ خلجان کہ ''لیذھب عنکم'' اور ''یطھر کم'' میں مذکر کی ضمیر سے کیوں خطاب کیا گیا؟ تو مفسرین نے اس خلجان کو یوں رفع کیا ہے کہ لفظ ''اھل'' کی رعایت میں مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے، اور یہ یہیں نہیں بلکہ قرآن میں دیگر مقامات پر بھی ''اھل'' کے لئے جمع مذکر ہی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں، ملاحظہ فرمایئے، فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ سے یوں خطاب فرمایا تھا:

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود:۷۳)

کیا تم اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اس خاندان کے لوگو! تم پر تو اللہ کی خاص رحمت اور اس کی (انواع و اقسام کی) برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ بیشک وہ تعریف کے لائق اور بڑی شان والا ہے۔

دیکھئے ''اتعجبین'' واحد مونث کا صیغہ ہے مگر آگے ''علیکم'' میں ضمیر جمع مذکر، ظاہر ہے ''اھل'' ہی کی رعایت میں لائی گئی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی بیوی سے یہ خطاب نقل کیا گیا ہے: ''قال لاھلہ امکثوا انی انست ناراً'' (القصص:۲۹) (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا: ٹھہرو! میں نے ایک آگ دیکھی ہے)

یہاں بھی اہل کیلئے جمع مذکر حاضر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے اور اہل زبان کے یہاں تو اس قسم کا استعمال عام ہے، جب کوئی شخص اپنے دوست سے اہل خانہ کی خیریت دریافت کرتا ہے تو کہتا ہے: کیف اھلک؟ (آپ کی اہلیہ کیسی ہیں؟) جواب ملتا ہے: ہم بخیر (وہ بخیر ہیں)۔ (تفسیر روح المعانی، ج ۳ ص ۱۳)

مشہور مفسر امام ابن کثیر بھی اس قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن کثیر، ج٥ ص٤٥٢)

علامہ ابن جوزی بھی اسی قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں، اس لئے کہ وہی آپ ﷺ کے گھر میں رہتی تھیں۔ (زاد المسیر، ج٦ ص٣٨١)

دوسرا قول: اہل بیت سے مراد حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ اس کی دلیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے، فرماتی ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا: تیرے شوہر (علی) اور تیرے دونوں فرزند کہاں ہیں؟ عرض کیا: گھر میں ہیں، فرمایا: ان کو بلالاؤ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا: چلئے رسول اللہ ﷺ آپ کو اور آپ کے دونوں فرزندوں کو یاد کر رہے ہیں، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب آپ ﷺ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو چارپائی کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس پر سے ایک چادر کو اٹھایا اور زمین پر پھیلا کر بچھا دیا، اور انہیں اس پر بٹھا دیا، پھر چادر کے چاروں کناروں کو ان کے سر پر سمیٹ کر بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا، اور دائیں ہاتھ سے رب کریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ دعاء فرمائی: "**اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیراً**"۔ (ابن کثیر، ج٥ ص٤٥٤)

تیسرا قول: آیت مذکورہ میں اہل بیت کی پہلی مخاطب امہات المومنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ ان کے علاوہ آپ ﷺ کی صاحبزادیاں ان کی اولاد آپ ﷺ کا آبائی گھرانہ اور ہر وہ شخص اہل بیت ہے جسے بارگاہ نبوت سے یہ اعزاز حاصل ہوا۔ اور مختلف اوقات و مقامات میں آپ ﷺ نے اس کا اظہار فرمایا: ذیل میں ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

''بیت'' سے مراد معاشرتی اور آبائی دونوں قسم کے مکان ہیں، چنانچہ معاشرتی مکان کے افراد نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں، اور آبائی مکان کے لوگ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں، لہٰذا اہل بیت صرف ازواج مطہرات کا نام نہیں بلکہ ان میں خاندان اور قبیلہ کے مذکورہ بالا افراد بھی شامل ہیں، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے گھر والوں (اہل بیت) کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا، حضرت حصین نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اے زید! آپ ﷺ کے اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟ زید بن ارقم نے کہا: آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تو اہل بیت ہی ہیں، لیکن صحیح معنوں میں اہل بیت وہ حضرات ہیں جن کے لئے مال زکوٰۃ حرام کردیا گیا ہے، پھر حصین نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ زید بن ارقم رضی اللہ عنہا نے کہا: آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

قول راجح اور اس کے اسباب ترجیح

مفسرین کا خیال ہے کہ ترجیح تیسرے قول کو حاصل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آیت میں مذکور اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات کے علاوہ حضرات علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کی بقیہ تین بیٹیاں حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور انکی اولاد رضی اللہ عنہم بھی ہیں، نیز تمام وہ حضرات جنہیں بارگاہ نبوی ﷺ سے یہ لقب عطا ہوا جیسے سلمان فارسی رضی اللہ عنہا وغیرہ ہیں، ذیل میں بعض مفسرین کے اقوال کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

مشہور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں:

''اگر مراد یہ ہے کہ ازواج مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں، کوئی اور نہیں، تو اس میں کوئی کلام نہیں، لیکن اگر یہ مطلب ہے کہ ازواج مطہرات کے علاوہ کوئی اور مراد ہی نہیں تو یہ محل نظر ہے، کیوں کہ متعدد احادیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ آیت کی مراد اس سے عام ہے''۔(ابن کثیر، ج ۵ ص ۴۵۳)

مفسر ابن کثیر عموم پر دلالت کرنے والی حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جو شخص کلام الٰہی میں غور و تدبر کرے گا اس کے لئے یہ باور کرنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ آنحضور ﷺ کی بیویاں آیت کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے کہ سیاق کلام ان کے حق میں ہے۔

چنانچہ اس کے بعد باری تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں:

''واذکرن مایتلی فی بیوتکن ''(اے نبی کی بیویو! ان آیتوں کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے) یعنی کسی اور امتی کو اس نعمت اور اس شرف سے نہیں نوازا گیا کہ کلام الٰہی اس کے گھر میں نازل ہو، یہ صرف تمہاری خصوصیت ہے کہ کلام الٰہی صرف تمہارے گھروں میں نازل ہوا، جب کہ دوسری بیویوں کو خصوصی شرف حاصل نہ ہوا لیکن جب ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں تو آپ ﷺ کے قرابت داروں کو بدرجہ اولیٰ اہل بیت ہونے کا حق حاصل ہے۔ جبکہ بعض روایات میں آپ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔''اللھم ھولاء اھل بیتی واھل بیتی احق ''الٰہی! یہ میرے گھر کے لوگ ہیں اور میرے گھر کے لوگ زیادہ مستحق ہیں''۔(ابن کثیر، ج ۵ ص ۴۵۸)

مشہور مفسر علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ازواج مطہرات کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی شامل ہے، اور ''ویطھرکم ''میں ضمیر مذکر سے خطاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نیز حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم بھی ''اہل بیت'' میں

داخل ہیں۔ اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب کہیں مذکر و مونث کا اجتماع ہو تو مذکر غلبہ پاتا ہے، چنانچہ ازواج مطہرات بمقتضائے آیت اہل بیتُ کے مصداق و مفہوم میں شامل ہیں، اس لئے کہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی اور خطاب بھی انہی کو کیا گیا ہے، جب کہ سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔'' (الجامع لاحکام القرآن، ج ١٤، ص ١٨٣)

مشہور مفسر علامہ نسفی فرماتے ہیں:

''آیت میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں داخل ہیں، اور ''عنکم'' میں ضمیر مذکر لانیکی وجہ یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں مراد ہیں جس کی دلیل ''ویطھر کم تطھرا'' ہے۔ (مدارک التنزیل، ج ٣ ص ٦٤)

مشہور مفسر علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

''باری تعالیٰ نے جو ''لیذھب عنکم'' اور ''یطھر کم'' فرمایا تو اس کا مقصد اہل بیت کے مفہوم میں مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل کرنا تھا، اس سلسلے میں اہل علم کی مختلف رائیں منقول ہیں۔ راجح یہ ہے کہ اہل بیت نام ہے آپ ﷺ کی اولاد امجاد اور ازواج مطہرات کا، حضرت علی رضی اللہ عنہ و حسنین رضی اللہ عنہما کا شمار بھی انہیں میں ہے، اس لئے کہ ان لوگوں کو آپ ﷺ کے ساتھ معاشرت حاصل تھی''۔

مشہور مفسر علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''ظاہر یہ ہے کہ ''اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو آپ ﷺ سے تعلق مزید حاصل تھا، اور جن کی نسبت آپ ﷺ سے ایسی مستحکم اور قریب تھی کہ آپ ﷺ کے ساتھ ان حضرات کا ایک مکان میں رہنا اور جمع ہونا عرفاً قبیح نہ تھا، اس لئے اہلِ بیت کے مصداق میں ازواج مطہرات کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ چار نفری کنبہ بھی شامل ہے جنہیں آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر میں لپیٹ لیا تھا''۔

نیز فرماتے ہیں: ''چادر والی حدیث حصر پر دلالت نہیں کرتی''۔

(روح المعانی، ج ٢ ص ١٩)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

''ایک جماعت نے درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اس آیت میں ازواج مطہرات، حضرات علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم شامل ہیں، ازواج مطہرات تو اس لئے کہ وہی اس آیت کے سیاق میں مراد ہیں اور وہی آپ ﷺ کے گھروں میں سکونت پذیر تھیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو چوں کہ آپ ﷺ سے قرابت اور نسبی تعلق حاصل تھا اس لئے وہ بھی اہل بیت میں داخل ہیں''۔ (فتح القدير، ج٤ ص ٢٥٠)

ان کے علاوہ بیشتر مفسرین نے اسی قول کو راجح اور زیادہ درست قرار دیا ہے۔

ساتواں باب

رسول اکرم ﷺ کا گھریلو نظم و نسق

گھر کے سربراہ، خود حضور ﷺ

گھر ایک چھوٹا سا معاشرتی ادارہ یا ایک قسم کی مختصر ریاست ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کسی بھی ادارے یا ریاست کے نظام کو کامیابی اور خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے ایک امیر، حاکم، منتظم یا سربراہ کی ضرورت ہے ورنہ وہ ادارہ یا ریاست درہم برہم اور چوپٹ ہو کر رہ جائے۔ گھریلو ادارے اور گھریلو حکومت کنٹرول کرنے اور اس کے نظم و نسق کو سنبھالنے کے لئے تنظیمی سربراہی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مردوں کو سونپی گئی ہے کیونکہ گھر کے انتظام و انصرام، اس کی ضرورت واخراجات کی فراہمی اور ہر طرح کے خطرات سے حفاظت کے لئے جس جسمانی ذہنی فکری اخلاقی قوتوں اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ خالق کائنات نے اپنی تکوینی مصلحتوں کے تحت طبعی اور فطری طور پر مردوں کو ودیعت فرمائی ہیں۔ اس لئے انتظامی معاملات میں عورتوں کو مردوں کے ماتحت قرار دیتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا:

> اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النساء:٣٤)
>
> مرد عورتوں کے سردھرے (نگران، محافظ، منتظم، مدبر، امور نسواں کا انتظام کرنے والا اور ان کی کفالت کرنے والے) ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ہر ایک (مردوں) کو دوسرے (عورتوں) پر (طبعی و تکوینی لحاظ سے) بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنے مال کو (عورتوں پر) خرچ کیا ہے۔

ایک حدیث نبوی ﷺ بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ گھر کا نگران اور ذمہ دار مرد ہی ہوتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ نے امت کے ہر ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ نگران و ذمہ دار (راع) قرار دینے اور اس کی رعیت کے بارے میں

مسئولیت کا احساس دلانے کے ضمن میں فرمایا:

...... الرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عنھم

(صحیح بخاری، ج ۱ ص ۸۳، ۳۸٤، ج ۲ ص ۷۷۹)

......اور مرد اپنے اہل خانہ کا نگران و ذمہ دار ہے اور (بروز قیامت) ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

خالق کائنات اور اس کے آخری نبی ﷺ کے اس فیصلے کے برعکس جو قومیں اور تہذیبیں دین و دنیا کے تمام امور میں مرد و عورت کی مساوات اور شانہ بشانہ کام کرنے کی غیر فطری روش پر گامزن ہوئیں، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ وہ و بالعموم ناکام اور ذلیل و خوار ہوئیں۔ اسی لئے دانائے سبل، ختم الرسل اور انسانیت کے اخلاقی، جسمانی و روحانی طبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا کہ اہل فارس نے اپنے امور مملکت کسریٰ کی بیٹی کے سپرد کر دیئے تو فرمایا:

لن یفلح قوم و لو امرھم امرءۃ (تفسیر ابن کثیر (تحت سورۃ النساء، آیت ۳٤) اردو ترجمہ پارہ ۵ ص ۲۱)

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملے (خصوصاً حکومت) کی ذمہ دار عورت کو بنائے گی۔

اسلام اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کے درج بالا اصول کے مطابق نبی پاک ﷺ اپنے گھر کی ہر طرح کی معاشی، معاشرتی، سماجی، روحانی، ایمانی، اخلاقی، اور مادی حاجات و ضروریات کی فراہمی اور گھر کے نظم و نسق کو چلانے کے ذمہ دار تھے۔

اس باب میں انشاء اللہ اس امر کا جائزہ لینے کی سعی کریں گے کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے کس کمال تدبر، حوصلے، برداشت، حسن تدبیر، دور اندیشی، پیار محبت، صبر، قناعت، حکمت عملی اور حسن انتظام سے اس معاشرتی فرض کو سرانجام دیا۔ کس طرح نادار سے نادار اور کثیر العیال صاحب خانہ کے لئے گھریلو انتظام و انصرام

کے سلسلے میں بہترین نمونہ چھوڑا اور کس طرح آپ ﷺ نے گھر کو امن وسکون کا ایک گہوارہ اور گھریلو ماحول کو جنت نظیر بنایا۔

گھر، ایک بنیادی ضرورت

گھر یا مکان کا انسان کی بنیادی ضرورت ہونا عقلی اور تجرباتی طور پر تو مسلم ہی ہے، شرعی اعتبار سے بھی انسان کی ایک بنیادی اور واقعی ضرورت ہے چنانچہ بیویوں کے ضروری نان نفقہ جس کا مہیا کرنا خاوند کی شرعاً ذمہ داری ہے، کے ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق:٦)

ان کو گھر (رہائش) دو رہنے کے واسطے جہاں تم خود رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق۔

اسی طرح ایک آدمی کی بنیادی ضروریات کی وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ليس لابن آدم حق في سوى هذا الخصال بيت يسكنه و ثوب يواري به عورته و جلف الخبز و الماء . هذا حديث صحيح (المستدرك للحاكم، ج٤ ص٣١٢)

ابن آدم کا ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں (١) گھر، جس میں وہ سکونت اختیار کرے، (٢) کپڑا یا لباس، جس کے ذریعے وہ اپنے قابل ستر بدن کو چھپائے، (٣) روٹی کا ٹکڑا اور (٤) پانی۔

اس حدیث کی شرح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے حق کا معنی حاجۃ (ضرورت) لکھا ہے اور درج بالا اشیاء کو ''ضروریات بدن'' قرار دیا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج٩، ص٣٦٨)

قرآن وحدیث کی مذکورہ اور دیگر نصوص سے استدلال واستنباط کرتے ہوئے فقہاء ومجتہدینِ امت نے بھی مکان کو انسان کی بنیادی ضرورت میں شمار کیا ہے۔

(احیاء علوم الدین، ج ۲ ص ۳۲۵)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے گھروں کی تعمیر

نبی کریم ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو بچپن میں دادا جان اور جوانی میں اپنے مہربان چچا خواجہ ابوطالب کے ساتھ رہے، پھر عمر کے ۲۵ ویں سال جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد نکاح ہوا تو انہیں کے گھر منتقل ہو گئے، اس لئے حضور اقدس ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مستقل طور پر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں آپ ﷺ کو اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے گھر یا حجرے بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

رہائش کی ضرورت دیگر مہاجرین مکہ کو بھی درپیش تھی اس کے لئے آپ ﷺ نے پہلے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے درمیان ''مواخات'' کا تاریخی اور مثالی عقد قائم فرما کر مہاجرین کی رہائش کا انتظام فرمایا پھر اللہ کے گھر یعنی مسجد کو تعمیر فرمایا۔ اس کے بعد اس شاہ عرب اور تاجدارِ مدینہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے لئے دنیا کے عام حکمرانوں اور بڑے لوگوں کے برعکس پر تکلف محلات یا پر تعیش بنگلے اور لمبی چوڑی کوٹھیاں نہیں بلکہ انتہائی سادہ اور مختصر جھونپڑے یا حجرے تعمیر کرائے اور یہ حجرے آپ ﷺ کے وصال تک جب کہ اسلامی حکومت کا دائرہ حجاز، یمن، نجد، طائف اور بحرین سمیت دس لاکھ مربع میل تک پھیل چکا تھا۔ (عھد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ص ۲۴۴) جوں کے توں رہے آخر تک ان میں کوئی فرق یا تبدیلی نہ آئی۔

ذاتی مکانات یا حجرے کس قسم کے تھے چنانچہ آپ ﷺ کے سارے حجروں میں جو آپ ﷺ کی ایک ایک زوجہ محترمہ کے لئے مخصوص کیا گیا تھا، کھجور کے تنوں، کھجور کے ٹکڑوں، کھجور کے پتوں اور مٹی کے سوا کسی دوسرے عمارتی سامان کو استعمال

نہیں کیا گیا تھا۔ ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ شہتیروں کے طور پر بھی کھجور کے تنے ہی استعمال ہوئے تھے ان کے اوپر کھجور کے پتے اور شاخیں ڈال کر مٹی سے لیپ دیا گیا تھا، صرف چار حجروں کے آگے مٹی کی دیواریں یا باڑیں بنی ہوئی تھیں، باقی پانچ کے آگے یہ دیواریں بھی نہ تھیں۔ اونٹوں کے بالوں سے بنے ہوئے ٹاٹ ڈال کر پردہ کر دیا گیا تھا۔ داؤد بن قیس کے بیان کے مطابق جنہوں نے خود ان حجروں کو دیکھا تھا، چاردیواری کے دروازے اور گھر کے دروازے کے درمیان کوئی چھ یا سات ہاتھ (ہاتھ عموماً ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے) کا فاصلہ تھا اور اصل حجروں کی لمبائی، چوڑائی کوئی دس دس ہاتھ اور سمہودی کی ایک روایت کے مطابق تین ہاتھ تھی۔

(الطبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۵۰۱۔ وفاء الوفاء، ج ۱ ص ۳۲۷)

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی لمبائی چوڑائی اتنی تھی کہ حضور ﷺ کے سجدے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پاؤں سکیڑنے پڑتے تھے تب سجدہ ہوسکتا تھا۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ (جو بقول ابن کثیر سرخ وسفید، فربہ اور دراز قد تھے) فرماتے ہیں:

> **کنت ادخل بیوت ازواج النبی ﷺ فی خلافة عثمان بن عفان فاتناول سقفها بیدی** (الادب المفرد، ص ٦٦)
>
> میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں داخل ہوتا تھا (ان کی اونچائی اتنی تھی کہ) میں اپنے ہاتھ سے ان کی چھتوں کو چھو لیتا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کے زمانے میں ۸۸ ھ میں جب ان حجروں کو شہید کر کے مسجد نبوی ﷺ میں شامل کیا گیا تو معروف تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے روتے ہوئے کہا:

اگران حجروں کو اپنی اصلی حالت پر رکھا جاتا اور شہید کر کے مسجد میں شامل نہ کئے جاتے تو دنیا کو اندازہ ہوتا کہ سید الرسل اور سید الثقلین ﷺ نے کتنی کم دنیا پر اکتفا کیا۔ دوسرے حصول دنیا اور تکاثر کی دوڑ میں شریک ہوس زر کے اندھوں میں دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت کا داعیہ پیدا ہوتا۔ (وفاء الوفاء، ج ۱ ص ۳۲۷)

ان حجروں کے متعلق خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں دیکھی شہادت یوں دیتے ہیں:

میں نے ازواج النبی ﷺ کے حجروں کو دیکھا ہوا تھا وہ کھجور کے پٹھوں سے تعمیر کئے گئے تھے جن کے دروازے پر سیاہ رنگ کے بالوں کے ٹاٹ پڑے ہوئے تھے۔ جس دن ولید بن عبدالملک کے حکم سے یہ حجرے گرا کر مسجد میں شامل کئے گئے، اہل مدینہ جتنا اس دن روئے تھے کبھی روتے نہیں دیکھے گئے۔

(وفاء الوفاء، ج ۱ ص ۳۲۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے ساتھ ایک بالا خانہ بھی تھا جیسے ''مشربہ'' کہتے تھے۔ ایلاء کے ایام میں حضور اکرم ﷺ نے یہیں ایک مہینہ علیحدگی میں بسر فرمایا تھا۔ جبریل امین اور وحی خداوندی کی جائے نزول اور رشک عرش معلیٰ ان حجروں میں زہد و فقر محمدی ﷺ اور بے رغبتی دنیا کے باعث راتوں کو چراغ تک نہیں جلتے تھے۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۶)

گھر کی تعمیر میں فضول خرچی، ناپسند

گھر اور سر چھپانے کی جگہ انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے مگر گھر یا مکان کی تعمیر میں اسوۂ نبوی ﷺ یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے، مکان کی تعمیر و تزئین میں نام و نمود نمائش اور فخر و مباہات کے لئے فضول خرچی کرنا اگر چہ حلال

آمدنی سے ہو، نگاہ نبوی ﷺ میں پسندیدہ نہیں۔ آپ ﷺ نے تعلیم امت کی خاطر کچی اینٹ کے استعمال کو بھی پسند نہیں فرمایا چنانچہ مؤرخ سمہودی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (دومۃ الجندل) کی مہم پر تھے تو ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے کو کچی اینٹوں سے تعمیر کروایا، حضور ﷺ لوٹے تو سب سے پہلے اس پر آپ ﷺ کی نظر پڑی، آپ ﷺ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ کیسی تعمیر دنیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ لوگوں کی نگاہوں کو روکنے کے لئے ستر پردہ ہے۔ فرمایا کہ سب سے بدتر مصرف جس میں مسلمان کا مال خرچ ہو، تعمیر ہے۔ (وفاء الوفاء، ج ۱ ص ۳۲۷)

یہی وہ چیز یعنی مکانات کی تعمیر و تزئین میں فضول خرچی امت کے لئے بھی پسندیدہ نہیں تھی چنانچہ اس سلسلے میں یہاں ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

خادم رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ کی نظر (رستے میں) ایک بلند قبہ (گنبد) پر پڑی، ناپسندیدگی کے انداز میں آپ ﷺ نے پوچھا یہ گنبد نما مکان کس کا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک انصاری کا نام بتایا۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور ناراضگی یا خفگی کو دل میں رکھا (زبان سے کچھ نہ فرمایا) جب وہ مالک مکان انصاری بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض فرما (منہ پھیر) لیا۔ اس نے متعدد بار سلام عرض کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اپنے آقا کی ناراضگی اور بدلا ہوا رخ بھلا ایک سچا جان نثار کہاں برداشت کر سکتا تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے اس عدم توجہی کا ذکر کیا اور کہا آج حضور ﷺ کا یہ عجیب معاملہ دیکھتا ہوں، انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ نے تمہارے گنبد کو دیکھا تھا اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ عاشق زار کو اپنے محبوب ﷺ کی ناراضگی اور بے التفاتی کی وجہ معلوم ہوئی تو کوئی تاویل نہ کی، سیدھے گھر گئے، کدال پکڑا اور گنبد کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا اور پھر اخلاص ایسا کہ آ کر حضور ﷺ کو بتایا بھی نہیں بعد میں دوبارہ ایک دن جب نبی اکرم

ﷺ اس رستے سے گزرے اور قبہ کو نہ دیکھا تو پوچھا اس گنبد کا کیا ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ مالک مکان نے آپ ﷺ کے اعراض کی وجہ پوچھی تھی اور ہم نے اسے بتا دیا تو اس نے اس کو گرا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

ان کل بناء وبال علی صاحبه الا مالا الا مالا یعنی مالا بد منه (سنن أبی داؤد، ج۲ ص۷۱۱)

ہر ایک تعمیر اس کے بانی کے حق میں وبال ہے مگر وہ تعمیر جو بہت ضروری اور ناگزیر ہو یعنی جس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو۔

اب مکان یا عمارت میں ما لا بد منه (ناگزیر) کی کیا حد ہے؟ تو امام شعرانی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت یوں کی ہے کہ:

هو ما یقیه من الحر و البرد و السباع و نحو ذلک (کشف الغمه، ج۲ ص۲۰)

وہ اتنی عمارت ہے جو انسان کو گرمی، سردی اور درندوں سے تحفظ فراہم کر سکے۔

ایک روایت میں ہے: حضور ﷺ نے شان وشوکت والی عمارت میں سخت وعید سنائی تو آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! دکھاوے اور شان وشوکت کے لئے مکان بنانے کی کیا نشانی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یبنی فضلا علی ما یکفیه استطالة منه علی جیرانه و مباهاة لاخوانه (من لا یحفره الفقیه، ج٤ ص٦)

کوئی آدمی اپنی ضرورت سے زیادہ مکان محض اس لئے بناتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں پر رعب جما سکے اور اپنے بھائیوں پر فخر کر سکے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ مکانات کی تعمیر میں فضول خرچی کو یوں ناپسند فرمایا:

جب کسی بندے کے مال میں برکت نہیں دی جاتی تو وہ اسے

گارے پانی میں لگا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ٤٤٤)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

مومن جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اس پر اسے اجر دیا جاتا ہے سوائے اس (فضول) خرچ کے جو وہ اس مٹی (تعمیر مکان) پر خرچ کرے۔ (ایضاً، ص ٤٤١)

گھریلو سامان

حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں میں عام طور پر موجود ساز و سامان اور استعمال کی ضروری چیزوں کی ایک اجمالی فہرست پیش کیے دیتے ہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی حضور ﷺ کی چہیتی زوجہ محترمہ جن کی جھولی اور جن کے حجرے میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا اور جس حجرے میں آپ ﷺ آج بھی محو استراحت ہیں۔ اس حجرے کا کل ساز و سامان اور کل کائنات کیا تھی؟ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ایک چارپائی جو دو لکڑیوں سے بنائی گئی تھی اور ان لکڑیوں کو عام سی رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔

۲۔ چارپائی کے اوپر ایک پرانی چادر پڑی رہتی جسے گرمیوں میں تہہ کر کے نیچے بچھا دیا جاتا اور سردیوں میں آدھی گدے اور آدھی رضائی کے طور پر اوپر اوڑھ لیتے۔

۳۔ ایک تکیہ جس میں کھجور اور درختوں کی چھال بھری تھی۔

۴۔ ایک مٹکا پانی کے لئے۔

۵۔ وضو اور نہانے کے لئے مٹی کا ایک لگن۔

۶۔ کھانے کے لئے مٹی کا ایک برتن۔

۷۔ ایک کھونٹی جس پر چند مٹھی جَو اور کھجور لٹکتے رہتے۔

۸۔ جَو پیسنے کے واسطے ایک چکی۔

یہ تھا کاشانۂ نبوی ﷺ دولت کدۂ رسول ﷺ، مہبطِ وحی اور فرشتوں کا جائے نزول اور یہ تھا صابر و قانع پیغمبر ﷺ کا دنیا میں حصہ۔

(السیرۃ النبی ﷺ العربی، ج ۱ ص ۲۳۳)

رہے پہننے کے ''سوٹ'' تو سوائے روئی کے ایک آدھ قمیص، ایک آدھ چادر اور ایک آدھ عمامہ کے کوئی فالتو کپڑا ہی نہ تھا، جسے ''سوٹ کیسوں'' میں رکھنے کی نوبت آتی۔(السیرۃ النبویہ ﷺ، ج ٤ ص ٤١٧)

جس بالا خانہ میں آپ ﷺ نے ایلاء کے زمانے میں قیام فرمایا تھا، ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو سرورِ کائنات ﷺ کے مندرجہ بالا قسم کے انتہائی مختصر ساز و سامان اور چٹائی جس کے نشان جسم نبوی ﷺ پر پڑ چکے تھے، کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

> یا رسول اللہ! میں کیوں نہ روؤں درآنحالیکہ اس چٹائی نے آپ ﷺ کے جسم نازنین پر نشان ڈال دیئے ہیں اور یہ آپ ﷺ کا کل خزانہ ہے جو میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ قیصر و کسریٰ مال و دولت باغات اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں اور آپ ﷺ کا یہ حال ہے ہے حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے فرستادہ اور اس کے محبوب ہیں۔
>
> یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:
>
> **یا ابن الخطاب ا لا ترضی ان تکون لنا الاخرۃ و لھم الدنیا**
>
> اے ابن خطاب! کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان (قیصر و کسریٰ) کے لئے فقط دنیا کی نعمتیں ہوں۔
>
> تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔

(صحیح بخاری، ج ۱ ص ٤٤٥)

کاشانۂ نبوی ﷺ میں موجود ساز و سامان کی عینی گواہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وصال نبوی ﷺ پر کیا خوب مرثیہ کہا اور کتنا شاندار خراج تحسین پیش کیا، فرماتی ہیں:

یـا من لـم یلبس الحریر و لم ینم علی فراش الوتیر

و یـا مـن خـرج الدنیـا و لم یشبع من خبز الشعیر

و یـا مـن اختـار الحصیـر علـی السریـر

و یـا مـن لـم تـنـم بـالـلیل من خوف السعیر

ترجمہ: اے وہ (کالی کملی والے) جنہوں نے کبھی ریشم کا کپڑا نہ پہنا اور جو زندگی بھر نرم بستر پر نہ سوئے۔

اے وہ (صابر و قانع رسول ﷺ) جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔

اے وہ (شہنشاہ) جس نے چارپائی پر (نرم و گداز گدوں اور مخملی بستروں کے بجائے) چٹائی کو اختیار کئے (بچھائے) رکھا اور

اے وہ (شب زندہ دار) جو دوزخ کے خوف سے (تعلیم امت کے لئے) رات بھر نہ سوتے تھے۔ (نظم الدرر و المرجان فی تلخیص سید الانس و الجان، ص ۱۰۳)

گھریلو خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اثاثۂ رسول ﷺ پر اپنی عینی گواہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ خرما کی بٹی ہوئی رسی سے بنی ہوئی چارپائی پر سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ لئے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس حال میں محو استراحت تھے کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر اور چارپائی کے درمیان کوئی کپڑا حائل نہ تھا۔ (سبل الھدیٰ و

الرشاد فی سیرة خیر العباد، ج٧ ص٣٠٤)

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم ﷺ کی ایک چارپائی، عصا، پانی پینے کا برتن، بڑا پیالہ، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ، جھوردار چادر اور کجاوہ تھا جب کبھی ان کے پاس قریش کے لوگ آتے تو آپ ان سے فرماتے:

اے قریش! یہ اس ذات والا شان کی میراث ہے جس کے طفیل اللہ کریم نے تمہیں (دنیا میں) عزت، اقتدار اور کئی دیگر نعمتیں مرحمت فرمائیں۔(سبل الهدی و الرشاد، ج٧ ص٣٠٤)

اسی طرح ایک روایت کے مطابق اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے گھر میں بھی حضور ﷺ کا کچھ سامان موجود تھا جس کی وہ روزانہ زیارت کیا کرتے تھے، اور جب کبھی ان کے پاس کوئی وفد آتا تو اسے یہ متاع نبوی ﷺ دکھاتے ہوئے فرماتے:

یہ اس ذات کی متاع دنیا ہے جس کی برکت سے اللہ کریم نے تمہیں دنیا میں عزت و اقتدار نصیب فرمایا، یہ سامان خرما کی بٹی ہوئی رسی سے بنی ہوئی چارپائی، کھجور کی چھال سے بھرا تکیہ، پانی پینے کا برتن، بڑا پیالہ، اون کی چادر، آٹا پینے کی چکی اور ترکش (جس میں چند تیر تھے) پر مشتمل تھا۔ چادر میں آپ ﷺ کے پسینہ کا نشان بھی تھا ایک آدمی بیمار ہوا تو اس کے گھر والوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اس چادر نبوی ﷺ کے پسینہ کے چند قطرے نچوڑ دینے کی درخواست کی چنانچہ بیمار آدمی کو چند قطرے نچوڑ کر پلائے گئے تو وہ تندرست ہو گیا۔(سبل الهدی و الرشاد، ج٧ ص٣٠٥)

علاوہ ازیں دولت کدہ نبوی ﷺ میں جس گھریلو سامان کا تذکرہ ملتا ہے اس میں ایک طشت (تھال) ایک لکڑی کا پیالہ (جس کے چار حلقے تھے اور جسے چار آدمی

مل کر اٹھاتے تھے) پینے کے لئے مٹی کا برتن، ایک پتھر کا برتن، تانبے کا ایک لگن (کپڑے دھونے یا رنگنے کا برتن) پیتل کا ایک ٹب، ایک تیل کی شیشی، ایک عطر کی ڈبیہ جو مقوقس شاہ مصر نے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا (والدہ صاحبزادہ ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ) کے ساتھ ہدیے میں دی تھی، عاج کی کنگھی، ایک سرمے دانی اور قینچی شامل تھی۔ (سیرت شامی، ج۷ ص ۳۶۱)

مشہور محدث ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے دولت کدہ نبوی ﷺ کے سامان سے متعلق متفرق احادیث کو جمع کرتے ہوئے اثاثہ نبوی ﷺ کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ درج ذیل ہے:

۱۔ ایک شیشے کا پیالہ
۲۔ ایک لکڑی کا پیالہ جو رات کو پیشاب کرنے کے لئے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔
۳۔ صادر نامی ایک چھوٹا ڈونگا یا چھاگل (ایسا برتن جو انگور وغیرہ نچوڑتے وقت جمع ہونے کے لئے نیچے رکھا جاتا ہے)
۴۔ پتھر کا ایک چھوٹا برتن جس سے وضو کیا جاتا تھا
۵۔ پیتل کا ایک لگن (جو کپڑے دھونے اور رنگنے کے کام آتا تھا)
۶۔ ''السعہ'' نامی ایک بڑا پیالہ
۷۔ پیتل کا ایک نہانے کا ٹب
۸۔ تیل کی ایک شیشی
۹۔ ایک ڈبہ یا توشہ دان جس میں شیشہ اور کنگھا رکھا رہتا، کہا جاتا ہے کہ یہ کنگھا عاج کا بنا ہوا تھا۔
۱۰۔ ایک سرمہ اثمد کی سرمے دانی جس سے رات کو سوتے وقت آپ ﷺ تین سلائیاں آنکھوں میں ڈالتے۔
۱۱۔ شیشہ اور کنگھے والے ڈبے میں دو قینچیاں اور مسواک بھی تھی۔

۱۲۔ الغراء نامی ایک بڑا پیالہ جس کے چار حلقے تھے اور جسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔

۱۳۔ ایک صاع (پیمانہ کا نام ہے)

۱۴۔ ایک مد (پیمانہ کا نام ہے)

۱۵۔ ایک چادر

۱۶۔ ایک چارپائی جس کے پائے ساج کے تھے۔

۱۷۔ چمڑے کا بستر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج۱ ص۱۳۲)

چارپائی رسول ﷺ سے برکت کا حصول

نبی کریم ﷺ کے استعمال میں رہنے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر سے مس کرنے والی چیزیں اپنی ظاہری ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے اگرچہ کوئی زیادہ نفیس اور قیمتی نہ تھیں مگر روحانی و معنوی اور برکت کے اعتبار سے اور حضور ﷺ کے ساتھ نسبت کے حوالے سے رشک عرش بریں اور دنیا و مافیہا سے زیادہ قدر و قیمت رکھتی تھیں، اس کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ہو جاتا ہے جسے صاحب سیرت شامی رحمہ اللہ نے بلاذری رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

> قریش مکہ کے نزدیک چارپائیوں پر سونا بہت پسندیدہ امر تھا، جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نزول فرمایا، آپ ﷺ نے پوچھا ابوایوب! کیا تمہارے ہاں کوئی چارپائی نہیں؟ انہوں نے عرض کیا: قسم بخدا نہیں، یہ بات انصاری صحابی اسعد بن زرارہ کو پہنچی تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک چارپائی بھجوا دی جس کے بازو اور پائے لوہے کے تھے۔ آپ اپنے وصال تک

اسی چارپائی پر سوتے رہے، اسی چارپائی پر آپ ﷺ کا جنازہ پڑھا گیا، آپ کے وصال کے بعد اہل مدین حصول برکت کے لئے اسی چارپائی پر اپنے مُردوں کو اٹھاتے تھے حتی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اسی چارپائی پر اٹھایا گیا۔ (سیرت شامی، ج۷ ص ۳۰٤)

گھر میں تکلفات و تعیّشات سے نفرت

نبی کریم ﷺ کو گھر کی تعمیر میں فضول خرچی کی طرح گھر میں خواہ مخواہ کے بلا ضرورت تکلفات سے بھی نفرت تھی، اس کا اندازہ ذیل کے چند واقعات سے لگایئے:

(۱)...... اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کو جو تعلق خاطر تھا وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بھی حضور اکرم ﷺ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ بیٹی کو خوش آمدید کہتے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر انہیں اپنی جگہ پر بٹھا دیتے۔ حضور ﷺ جب بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی عقیدت ومحبت کا مظاہرہ فرماتیں۔ (الادب المفرد، ص ۱٤۳)

اس تعلق خاطر کے باوجود سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ایک روایت ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ کیجئے کہ عام غربت کے زمانے میں تکلفات کے استعمال کو آپ ﷺ نے کس طرح ناپسند فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ سفر سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لائے تو آپ ﷺ کو دروازے پر ایک پردہ لٹکا نظر آیا چنانچہ گھر میں داخل نہ ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا عام معمول یہی تھا کہ کبھی باہر سے تشریف لاتے تو پہلے بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی داخل ہوتے، اس دفعہ واپس مڑ جانے کا سیدہ کو بڑا غم ہوا، حضرت علی رضی اللہ

عنہ آئے اور سیدہ رضی اللہ عنہا کو مغموم دیکھا تو پوچھا آپ کو کیا ہوا؟ کہنے لگیں: ابا جان آئے تھے مگر غریب خانہ میں داخل نہیں ہوئے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہمارے دروازے پر آکر گھر میں داخل نہ ہونے کا سیدہ فاطمہ کو بڑا غم ہے، فرمایا:

و ما انا و الدنیا و ما انا و الرقم

میرا اور دنیوی زیب و زینت اور نقش و نگار کا کیا جوڑ ہو سکتا ہے، یہ دنیوی تکلف ہے مجھے اس سے کیا واسطہ؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور سیدہ کو حضور ﷺ کے گھر داخل نہ ہونے کی وجہ بتائی، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوبارہ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ اس پردے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: کپڑے کو فلاں قبیلے کے ضرورت مند لوگوں کی طرف بھیج دو۔

(سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۵۷۳)

(۲)...... سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں کوئی (شوقیہ رکھا گیا) کتا ہو یا (شوقیہ) تصویر تو اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے، انہوں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلو تا کہ ان سے بھی یہ بات پوچھ لیں چنانچہ ہم ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابوطلحہ نے ہمیں اس طرح کی حدیث حضور ﷺ سے سنائی ہے، کیا آپ نے بھی اس بارے میں کوئی بات سنی ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں، البتہ میں تمہیں ایک چشم دید اور خود بیتا واقعہ سناتی ہوں وہ کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے میں آپ ﷺ کی واپسی کے انتظار میں تھی، اسی دوران میں نے اون کے ایک کپڑے سے پردہ بنایا اور دیوار پر چوڑائی کے رخ ڈال دیا، حضور ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور سلام عرض کرتے ہوئے کہا کہ

اللہ کا شکر ہے جس نے آپ ﷺ کو اس غزوہ میں غلبہ اور عزت عنایت فرمائی، آپ ﷺ نے گھر کی طرف دیکھا تو دیوار پر پڑے پردہ کو ملاحظہ فرما کر مجھے کوئی جواب نہ دیا، میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھ لئے، آپ ﷺ پردے کے پاس آئے اور اسے پھاڑ دیا پھر فرمایا: اللہ نے ہمیں جو رزق عنایت فرمایا ہے اس میں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور مٹی (دیواروں) کو کپڑے پہنائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے اس پردے کے ٹکڑے کر کے دو تکیہ بنا لئے جن میں کھجور کا چھلکا بھر دیا گیا تو اس پر آپ ﷺ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ (صحیح مسلم، ج۲ ص ۲۰۰)

(۳)...... صحیح بخاری میں گھریلو خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر (حجرے) کے ایک جانب باریک رنگ دار پردہ لٹکا دیا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ اپنا یہ پردہ یہاں سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی ہیں۔ (سنن نسائی، ج۲ ص ۲۶۰)۔

(۴)...... صحیح بخاری ہی میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے تصویر دار تکیہ خرید لیا جب رسول مقبول ﷺ نے اس تکیے کو دیکھا تو دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر قدم رنجہ نہ فرمایا، میں نے آپ ﷺ کی کراہت (ناپسندیدگی) کو بھانپ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے جو کچھ گناہ کیا ہے اس پر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف توبہ (رجوع) کرتی ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ تکیہ کیسا اور کہاں سے آیا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یہ تکیہ میں نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ ﷺ جلوہ افروز ہوں اور ٹیک لگایا کریں، حضور ﷺ نے فرمایا: روز قیامت ان تصاویر والوں کو عذاب کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جو تصویریں تم نے بنائیں انہیں زندہ کرو (جان ڈالو) مزید فرمایا: ایسا گھر جس میں یہ (جانداروں کی) تصویریں ہوں اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (صحیح بخاری، ج۱ ص ۴۸۳)

(۵)...... سونے چاندی کے زیورات اور ریشمی لباس شرعی نقطۂ نگاہ سے

خواتین کے لئے اگر چہ جائز ہیں مگر اس کے باوجود نبی پاک ﷺ اپنے گھر والوں کو اس سے منع کرتے ہوئے فرماتے تھے:

ان كنتم تحبون حلية الجنة و حريرها فلا تلبسوها فی الدنيا (سنن نسائی، ج۲ ص۲٤٤)

اگر تم جنت کے زیورات اور جنت کا ریشمی لباس پسند کرتے ہو تو ان چیزوں کو دنیا میں نہ پہنو۔

چنانچہ ایک مرتبہ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو ان کے گلے میں ایک سونے کا ہار جو انہیں اپنے شوہر نامدار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہدیۃً دیا تھا دیکھ کر فرمایا:

يا فاطمة ايغرك ان يقول الناس ابنة رسول الله و فی يدها سلسلة من نار

اے فاطمہ! کیا تمہیں یہ بات اچھی لگے گی کہ لوگ کہیں رسول اللہ کی بیٹی ہے اور اس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن ہیں۔

پھر اسی وقت واپس تشریف لے گئے اور بیٹھنا بھی پسند نہ فرمایا، سیدہ نے اس کنگن پر ابا جان علیہ التحیۃ والسلام کی اس قدر ناپسندیدگی دیکھی تو اسی وقت بازار میں بھیج کر بیچ دیا اور اس رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا، حضور ﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو فرمایا:

باری تعالیٰ کا شکر ہے جس نے بیٹی فاطمہ کو آگ سے نجات عنایت فرمائی۔ (ایضاً، ج۲ ص۲٤٤)

اسی طرح اپنی چہیتی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ سونے کے کنگن پہنے دیکھا تو فرمایا:

کیا میں تمہیں اس (سونے کے کنگنوں) سے بہتر چیز نہ بتاؤ اگر تو ان کو اتار کر چاندی کے کنگن بنوالے اور انہیں زعفران کے رنگ

سے رنگ لے تو یہ تمہارے لے بہتر ہوں گے۔ (ایضاً)

خواتین کو طبعی اور فطری طور پر نئے نئے کپڑوں، سوٹوں اور نئے نئے ڈیزائن کے لباس سے جو جنون کی حدتک محبت ہوتی ہے وہ کوئی مخفی چیز نہیں ہے، شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات میں ہم لوگ اس چیز کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، مگر نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی سادگی، بے تکلفی یا دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما کانت لاحد انا الا ثوب واحد (صحیح بخاری، ۱، ص ٤٥)

ہم تمام ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے پاس بھی ایک جوڑے کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا۔

ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بعض خواتین بڑے رئیسوں اور سرداران قبائل کی بیٹیاں تھیں مگر کاشانہ نبوی ﷺ میں زہد وفقر کا یہ عالم ہے کہ دوسرا جوڑا میسر نہیں، مخصوص ایام سے پاکی پر اسی کپڑے کو دھو کر نماز ادا فرماتی ہیں۔ (ایضاً)

زہد وقناعت

خود آپ ﷺ کی چہیتی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

عن عروة عن عائشة انها كانت تقول والله يا ابن اختي ان كنا لننظر الى الهلال ثم الهلال ثم الهلال اهلة في شهرين و ما اوقد في ابيات رسول الله ﷺ نار قال قلت يا خالة فما كان يعيشكم قالت الاسودان التمر و الماء الا انه قد كان لرسول الله ﷺ جيران من الانصار و كانت لهم منائح فكانوا يرسلون الى رسول الله ﷺ من البانها فيسقيناه (مسلم (مع شرح

نووی)، ج۲ ص ۴۰۱)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے فرمایا کرتی تھیں، اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم ہم لوگ ایک چاند کو دیکھتے پھر دوسرے کو پھر دوسرے مہینے کے اختتام پر تیسرے ماہ کے چاند کو بھی دیکھ لیتے مگر رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا: خالہ جان! تو پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر تھا؟ فرمایا دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی، البتہ کچھ انصار حضور ﷺ کے پڑوسی تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں اور جو از راہ محبت اور بطور ہدیہ آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے، جو آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے تھے۔

ایک اور گواہی بھی اسی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے سن لیجئے جس نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کے زہد کو دیکھا اور بنفس نفیس تمام آل محمد ﷺ سمیت فاقے پر فاقے برداشت کئے اور کبھی زبان پر حرف شکایت نہ آیا، فرماتی ہیں:

حضور ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے وصال کے دن تک مرغن غذا تو کیا آل محمد ﷺ کو کبھی متواتر دو دن تک جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوئی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۴۶)

ایک اور قریبی فرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

كان رسول الله ﷺ يبيت الليالى المتابعة طاويا و اهله لا يجدون عشاء و كان اكثر خبزهم خبز الشعير

(جامع ترمذی، ص ۳۴۱)

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے کئی کئی متواتر راتیں

بھوکے رہتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا اور جب کبھی روٹی میسر ہوتی تو اکثر جو کی ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

حضور ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا لیکن آپ ﷺ نے اپنی اس تکلیف کو کبھی بھی کسی کے سامنے شکایت نہیں کی، پیٹ بھر کر کھانا سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب فاقہ تھا، اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ ساری ساری رات بھوکے رہتے لیکن آپ ﷺ کا یہ فاقہ آپ ﷺ کو دوسرے دن کے روزے سے نہیں روکتا تھا حالانکہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو اپنے رب سے زمین کے سارے خزانے سارے پھل اور زندگی کے تعیشات طلب کر لیتے اور میں جب بھوک کی حالت میں آپ ﷺ کے شکم اطہر پر ہاتھ پھیرتی تو آپ ﷺ کی بھوک کو دیکھ کر مجھے ترس آتا اور میں رو پڑتی اور میں آپ ﷺ سے عرض کرتی: میری جان آپ پر قربان اگر آپ ﷺ اپنی خوراک بھر دنیا سے حصہ لے لیتے، آپ ﷺ ارشاد فرماتے: ''اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا واسطہ میرے بھائی اولو العزم رسولوں نے اس سے بھی زیادہ سخت مصیبتیں صبر و شکر سے جھیلی ہیں، وہ اس دنیا سے سفر کر گئے اور آج وہ اپنے رب کے دربار حاضر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اچھا ٹھکانا اور بڑا ثواب عطا فرمایا ہے، مجھے یہ سوچ کر شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں نے اگر دنیا کی زندگی میں عیش و عشرت طلب کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قیامت کے دن ان سے پیچھے رہ جاؤں، مجھے اس سے بڑھ کر اور کوئی دوسری چیز پیاری نہیں کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں (انبیائے سابقین) سے جا ملوں''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ زندہ رہے پھر آپ ﷺ کی وفات ہوگئی"۔ (الشفاء، ج ۱ ص ۱٤۲)

آپ ﷺ کی راتوں کا زیادہ تر حصہ اپنے کریم رب کے حضور قیام وسجود میں گزر جاتا، تھوڑا بہت جو آرام فرماتے اس کے لئے بھی آج کل کے طرز پر کوئی پلنگ، گدا اور نرم وگداز بستر نہ تھا بلکہ بان کی ایک کھردری چارپائی یا چٹائی ہوتی تھی جس سے نازک اور نازنین جسم پر نشان پڑ جاتے۔ (الشفاء، ج ۱ ص ۱٤۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

حضور ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا ہوتا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

گھر میں حضور ﷺ کا بستر کمبل کا ہوتا جسے ہم لوگ آپ ﷺ کے لئے دوہرا کر دیتے تھے اور آپ ﷺ اس پر آرام فرمالیتے، ایک رات ہم نے اس کمبل کو چارتہ کر دیا (تاکہ آپ ﷺ کا بستر ذرا نرم ہو جائے) تو صبح کے وقت آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ رات کو تم لوگوں نے میرے لئے سونے کے لئے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے بتایا کہ اسی کمبل کو چارتہ کر کے بچھا دیا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ایسا نہ کیا کرو بلکہ جیسے پہلے بچھاتے تھے ویسے ہی بچھایا کرو اس لئے کہ تمہارے بستر نے مجھے رات کی نماز سے روک دیا۔ (الشفاء، ج ۱ ص ۱٤۲)

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے اور چٹائی کی بنت آپ کے جسم پر دکھائی دے رہی تھی، میں فداک ابی و امی کہتا ہوا آپ ﷺ کے جسم کو ملنے لگا اور عرض کیا آپ ﷺ نے مجھے بتایا کیوں نہ؟

ہم کچھ بچھا دیتے جس سے آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہوتی اور آپ ﷺ آرام سے سو جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ، میری دنیا اور دنیوی آرام و راحت کی مثال ایک مسافر سوار کی ہے جو درخت کے سایہ تلے لیٹا پھر اس کو چھوڑ کر چلتا بنا۔ (سیرۃ النبی ﷺ، ابن کثیر، اردو، ج۳ ص۳۴۹)

دنیا کے بادشاہوں اور سربراہانِ مملکت کے گھروں میں روشنی کا کیا کچھ انتظام نہیں ہوتا مگر اس محبوبِ خدا ﷺ کے گھر کا یہ حال ہے کہ گھر میں روشنی کرنے کے لئے دیا تک نہیں (الطبقات الکبریٰ، ج۱ ص۴۰۵) اور کبھی میسر ہوا تو اس میں جلانے کے لئے تیل نہیں تھا، حتیٰ کہ پیر (جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا) کی رات جب آپ ﷺ پر نزع کا عالم طاری تھا تو خاتون اول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پڑوس کے گھر سے مانگ کر اس میں تیل ڈالا۔ (المنتظم فی تاریخ الامم و الملوک، ج۴ ص۳۳)

حضور اکرم ﷺ کے گھر میں زہد کا یہ عالم تھا کہ جس دن آپ ﷺ نے اس دنیا سے انتقال فرمایا، اس دن آپ ﷺ کی زرہ ابوشحمہ نامی یہودی کے ہاں صرف تیس صاع (قریباً ڈھائی من) جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ، ج۱ ص۴۴۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک موٹا کمبل پیوند لگا ہوا اور ایک موٹے کپڑے کی لنگی نکال کر دکھائی اور فرمایا ان دو کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کی روح قبض ہوئی تھی۔ (بخاری شریف، ج۱ ص۴۳۸)

اخراجات نبوی ﷺ کی کہانی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبانی

کاشانۂ نبوی ﷺ کے اخراجات کیا تھے؟ اس کی تفصیل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم کرتے ہیں، جنہیں مؤذن رسول ﷺ ہونے کے علاوہ بعثت سے لے کر حضور ﷺ کے وصال تک آپ ﷺ کا خزانچی ہونے کا شرف بھی حاصل رہا، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب حضور اکرم ﷺ کے پاس کوئی مسلمان

آدمی آتا اور اسے ننگا (یا بھوکا) دیکھتے تو مجھے اس کے لئے کپڑے مہیا کرنے کا حکم فرماتے، میں جا کر قرض لیتا، اس کے لئے کپڑے اور متعلقہ چیزیں خریدتا، اسے کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا، حضور اکرم ﷺ کے اخراجات کا سلسلہ اس طرح چلتا رہا، مجھے ایک مشرک آدمی ملا اور کہنے لگا بلال! میرے پاس بڑی وسعت ہے میرے علاوہ کسی سے قرض نہ لیا کرو۔ چنانچہ میں اس سے قرض لینے لگا، پھر یوں ہوا کہ ایک دن میں وضو کر کے اذان کے لئے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آدھمکا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا یا حبشی! میں نے کہا: حاضر ہوں، وہ مجھ پر جھپٹا اور ایک سخت بات کہی، پھر کہنے لگا: جانتے ہو مہینہ گزرنے میں کتنے دن باقی ہیں، میں نے کہا مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے، کہنے لگا مہینہ ختم ہونے میں صرف چار دن باقی ہیں اگر تو ادائیگی نہیں کرتا تو تجھے اپنی اس رقم کے عوض گرفتار کرلوں گا جو تیرے ذمہ ہے، میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا وہ تیری یا تیرے صاحب (پیغمبر ﷺ) کی بزرگی کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ اس لئے دیا تھا کہ اس بہانے تجھے اپنا غلام بنالوں اور تجھ سے اس طرح بکریاں چرواؤں جس طرح اس سے پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میرے دل میں اس کی اس بات سے وہی چیز بیٹھ گئی جو ایسے مواقع پر لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جایا کرتی ہے، بہرکیف میں گیا اور اذان پڑھی۔ جب عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضور ﷺ نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے تو اجازت لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس مشرک کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیا کرتا ہوں اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے، ادھر نہ آپ ﷺ کے پاس اور نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس سے ادائیگی ہو سکے اور وہ مجھے خواہ مخواہ ذلیل کرے گا لہٰذا آپ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں بعض مسلمان قبائل کے پاس چلا جاؤں کہ اللہ کریم اپنے رسول ﷺ کو اتنا رزق عطا فرمادے جس سے اس کی ادائیگی ہو سکے۔ یہ کہہ کر کاشانۂ نبوی سے نکلا اور گھر آیا۔ اپنی تلوار، نیزہ جوتے سر کے پاس رکھے اور صبح کی انتظار میں لیٹ گیا، جب بھی سونے کی کوشش کرتا فکر سے پھر آنکھ کھل جاتی، اس

طرح کرتے کرتے رات گزر گئی اور صبح صادق طلوع ہوئی، میں گھر سے نکلنے ہی لگا تھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور پکارا کہ اے بلال! تمہیں حضور ﷺ بلا رہے ہیں، میں حضور ﷺ کی طرف چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ کاشانۂ نبوی ﷺ کے باہر چار اونٹ بیٹھے ہیں اور ان پر سامان لدا ہوا ہے۔ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں خوشخبری ہو اللہ کریم نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا انتظام فرما دیا ہے'' میں نے الحمدللہ پڑھا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے باہر بیٹھے ہوئے چار اونٹ نہیں دیکھے؟'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں ضرور دیکھے ہیں۔ فرمایا ''یہ اونٹ اور جتنا سامان ان پر لدا ہوا ہے وہ سب تیرا ہے'' ان اونٹوں پر کپڑے اور کھانے پینے کا سامان تھا جسے فدک کے رئیس نے حضور ﷺ کے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ فرمایا ''یہ اونٹ اور سامان لے لو اور اپنا قرض اتارو'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اونٹوں سے سامان اتارا اور انہیں رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں نے صبح کی اذان پڑھی جب حضور ﷺ نماز پڑھا چکے تو میں بقیع کی طرف نکلا اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر زور زور سے اعلان کرنے لگا ''جس کسی نے رسول ﷺ سے قرض لینا ہو وہ آجائے'' پس میں سامان بیچ بیچ کر قرض اتارنے لگا حتی کہ حضور ﷺ پر کوئی قرض باقی نہ رہا، سارا قرض اتارنے کے بعد بھی میرے پاس ڈیڑھ دو اوقیہ بچ رہے، اب میں مسجد میں آیا تو شام ہو چکی تھی، حضور ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے، میں نے سلام عرض کیا تو دریافت فرمایا ''تمہارے معاملے کا کیا ہوا'' میں نے عرض کیا: ''اللہ کریم نے وہ سب کچھ ادا فرما دیا ہے جو حضور ﷺ کے ذمہ تھا اور اب کوئی قرض باقی نہیں رہا'' پوچھا: ''کیا کوئی چیز باقی بچی ہے'' میں نے عرض کیا: ہاں، دو دینار بچے ہیں'' فرمایا: ''دیکھو! انہیں خرچ کر کے مجھے راحت پہنچاؤ، میں اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوں گا جب تک کہ تو انہیں خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچاتا'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے اس دن رات گئے تک کوئی آدمی نہ آیا تو حضور ﷺ نے رات مسجد میں ہی گزاری، دوسرا دن بھی مسجد میں ہی تشریف فرما رہے حتی کہ شام کو دو

(مسافر) سوار آ گئے۔ میں نے ان دو دینار کے کپڑے اور کھانا خرید کر انہیں پہنا دیا اور کھلا دیا جب آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ چکے تو پھر مجھے بلایا اور پوچھا: ''تیرے معاملے کا کیا ہوا'' میں نے عرض کیا ''اللہ نے آپ ﷺ کو اس سے راحت پہنچا دی ہے'' آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور دو دیناروں کے خرچ ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا، اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ آپ ﷺ کو اچانک اللہ کی طرف سے بلاوا آ جائے اور یہ دینار آپ ﷺ کے پاس موجود ہوں، اب آپ ﷺ اٹھے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کی طرف چلے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھا، آپ ﷺ ایک ایک زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے ہر ایک کو سلام کیا پھر آخر میں اس حرم کے پاس پہنچے جن کے پاس رات گزارنے کی باری تھی۔ (صحیح ابن حبان، ج۷ ص۸۹)

مہمان داری

انسانی اخلاق اوصاف خوبیوں اور کمالات میں مہمانداری یا مہمان نوازی ایسا وصف و کمال ہے جسے ہمیشہ سے نہ صرف ہر انسانی معاشرہ میں عقلاء و شرفاء زمانہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ سمجھا گیا ہے بلکہ تمام سابقہ شرائع اور خود شریعت محمدی ﷺ میں بھی یہ فعل بڑی عظمت کا حامل ہے، جس کا تفصیل یہ محل نہیں۔ عرب تو اس وصف و کمال میں بطور خاص مشہور تھے، اب یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ خوبی اور کمال، شاہکار تخلیق، انسان کامل اور صاحب شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ اتم نہ پایا جاتا، چنانچہ مہمان نوازی کے حوالے سے جب ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو کاشانہ نبوی ہمیں ایک ایسا مہمان خانہ نظر آتا ہے جس کے دروازے اجنبی غریب الدیار مسافر اپنوں اور پرائیوں سب کے لئے دن رات کھلے رہتے تھے، جس طرح دوسرے تمام انسانی اور پیغمبرانہ کمالات میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہ تھا اسی طرح اپنی طبعی شفقت و رحمۃ للعالمینی کے باعث مہمان نوازی اور مہمانوں کے لئے ایثار میں بھی

آپ ﷺ اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، آپ ﷺ کے آباؤ اجداد بھی مہمان نوازی کے وصف میں پورے عرب میں سب سے نمایاں اور ممتاز تھے۔

(سيرة النبي ﷺ، ابن هشام، ج ١ ص ١٤١، ١٤٧)

یہاں آپ ﷺ کی ذاتی طور پر مہمان نوازی کے حوالے سے چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے نزدیک وہ کھانا سب سے زیادہ پسندیدہ تھا جس پر زیادہ ہاتھ پڑتے تھے۔ (الشفاء، ج ١ ص ٨٥) آپ ﷺ کے گھریلو خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صبح اور شام کے کھانے پر جب بھی نبی اکرم ﷺ تشریف لاتے تو مہمانوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ (شمائل ترمذی، ص ٥٩٩)

ابن سعد کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب نیہ بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ اکثر بھوکے رہتے تھے تو سننے والے راوی حضرت اعرج نے دریافت کیا اس بھوک کی وجہ کیا تھی؟ تو انہوں نے بتایا:

لكثرة من يغشاه و اضيافه و قوم يلزمونه لذالك فلا ياكل طعاماً ابدًا الا معه اصحابه و اهل الحاجة يتتبعون من المسجد (الطبقات الكبرىٰ، ج ١ ص ٤٠٩)

کثرت سے آپ ﷺ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور ان مفلس لوگوں کی وجہ سے جو کھانے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے، آپ ﷺ جب بھی کھانا تناول فرماتے تو آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ اور وہ اہل حاجت بھی شریک ہو جاتے جو مسجد میں ہی آپ ﷺ کے پیچھے آ جاتے۔

ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اسلام لانے سے قبل ایک رات حضور ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا، آپ ﷺ نے اس بکری کا دودھ دوھ کر مجھے پلا دیا

جس کا گھر والوں کو ملا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے اہل وعیال بھی کوئی ہمارے اہل وعیال نہ تھے، صبر وشکر ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، سب کہنے لگے، ہم آج رات بھی اسی طرح بھوکے گزار لیں گے جس طرح کل رات بھوکے گزار لی تھی۔

حضور ﷺ کے ہاں مہمان نوازی میں اپنے پرائے اور مسلم وغیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی، جو بھی مہمان کاشانۂ نبوی ﷺ میں آتا آپ اس کی بھرپور خاطر تواضع فرماتے، ابوبصرہ کی بھی حسب عادت آپ ﷺ نے خاطر تواضع فرمائی، مہمان کو سیر ہو کر کھلایا مگر سب گھر والوں نے رات بھوکے گزار دی، حضور ﷺ کا یہ بلند اخلاق اور کمال ایثار اپنا اثر کر چکا تھا، ابو بصرہ حضور ﷺ کی اس ایثار نفسی سے اتنا متأثر ہوئے کہ صبح ہوتے ہی کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (مسند امام احمد، ج ٦ ص ٣٩٧)

اہل علم کو معلوم ہے اصحاب صفہ، ان فقراء ومساکین صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہا جاتا تھا جن کا مدینہ منورہ میں کوئی گھر بار نہ تھا، نہ ہی انہیں گھر بار اور مال ومتاع کی چنداں خواہش تھی، دنیا کے نہ ہونے پر انہیں کسی قسم کا غم نہ تھا، ان کا سب سے بڑا مشن اور مقصد زندگی ہمہ وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں رہ کر علم دین حاصل کرنا تھا۔ ان ''اضیاف الاسلام'' کے لئے حضور ﷺ نے مسجد کے ایک کونے میں ایک سایہ دار چبوترہ (صفہ) بنوا دیا تھا وہ اسی میں سوتے اور دن رات رہتے تھے، جب تک فتوحات کا دروازہ نہیں کھلا تھا اور عام خوشحالی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے کھانے پینے کا یہ انتظام کر رکھا تھا کہ رات کو بعض صاحب حیثیت صحابہ رضی اللہ عنہم پر انہیں تقسیم فرما دیتے، وہ ایک ایک دو دو چار چار اور بعض حضرات اس سے بھی زیادہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ١ ص ٢٥٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر بھی دس کے لگ بھگ جو آدمی بچ جاتے حضور ﷺ ان کو اپنے کھانے میں شامل فرما لیتے۔ (وفاء الوفا، ج ٢ ص ٢٥٦)

صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ان اصحاب کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم سے فرمایا:

جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ (ان اصحاب صفہ میں سے) تیسرے کو لے جائے اور اگر اس کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ (ان اصحاب صفہ میں سے) پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین اصحاب صفہ اور خود حضور ﷺ دس اصحاب صفہ کو گھر لے گئے۔

(صحیح بخاری، ج ۱ ص ۸٤)

علاوہ ازیں بھی عموماً یہی ہوتا کہ پہلے اصحاب صفہ کو کھلاتے بعد میں خود نوش فرماتے۔ حضور ﷺ کو ان مہمانانِ اسلام کا کتنا خیال تھا اور انہیں کس طرح اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر ترجیح دیتے تھے، اس کا اندازہ ابن سعد کی اس روایت سے لگایئے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ:

ایک رات حضور ﷺ اپنے گھر سے نکل کر ہماری (اہل صفہ کی) طرف تشریف لائے، مجھے فرمایا کہ سب اصحاب صفہ کو بلاؤ، اس وقت سب سو چکے تھے، بہرکیف میں نے ایک ایک کر کے سب کو جگا دیا اور ہم سب کاشانۂ نبوی ﷺ کے دروازے پر آ گئے، اجازت لے کر اندر گئے تو آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھ دیا جس میں جَو سے تیار کردہ ایک کھانا تھا، فرمایا: بسم اللہ پڑھو (کھاؤ) ہم نے اس میں سے حسب منشا کھایا، پھر ہم نے ہاتھ کھینچ لیا، پیالہ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے آل محمد (ﷺ) کے گھر میں اس کھانے کے سوا جسے تم دیکھ رہے ہو کوئی چیز نہیں، دست نبوی ﷺ لگنے سے کھانے میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت ڈال دی کہ سب سے سیر ہو کر کھایا اور پیالہ ابھی جوں کا توں تھا۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۲۵٦)

حضور اکرم ﷺ کو اصحاب صفہ کے کھانے یا مہمان نوازی کا کتنا خیال تھا اس کا اندازہ درج ذیل ایمان افروز واقعہ سے لگایئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک سے اپنے جگر کو تھامے زمین پر گرا پڑا رہتا، مجھے شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا، چنانچہ ایک دن میں اس رستے پر بیٹھ گیا جہاں سے صحابہ رضی اللہ عنہم گزرتے تھے (تاکہ کوئی دعوت دے دے مگر کسی نے بھی میرا مقصد نہ سمجھا) بالآخر میرے حضور ﷺ گزرے تو آپ ﷺ مجھے یوں بیٹھا دیکھ کر تبسم فرمایا اور جو کچھ میرے چہرے پر اور میرے دل میں تھا اسے پہچان لیا۔ فرمایا: ابو ہریرہ! میرے ساتھ آ جاؤ۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو لیا، آپ ﷺ اپنے دولت خانہ میں داخل ہوئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی، میں داخل ہوا تو آپ ﷺ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا، آپ ﷺ نے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں صاحب نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ابو ہریرہ! اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور سب کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے یہ لوگ اپنے اہل وعیال اور کسی قسم کا مال نہیں رکھتے تھے، نہ ہی کسی دوسرے آدمی کے پاس ٹھہرتے تھے بلکہ مستقل مسجد میں ہی رہتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو سیدھا ان کے پاس بھیج دیتے، اس میں سے خود کوئی چیز تناول نہ فرماتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو ان لوگوں کو بلاتے اس میں سے خود بھی کھاتے اور انہیں بھی شریک فرماتے، اصحاب صفہ کو بلانے والی بات مجھے اچھی نہ لگی، میں نے دل میں کہا یہ تھوڑا سا دودھ تمام اہل صفہ کو کیا کرے گا۔ اس کے پینے کا تو میں زیادہ حقدار تھا، جب وہ سب آ جائیں گے تو امید نہیں ہے کہ میرے واسطے بھی کوئی چیز بچے، بہرکیف اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور سب کو بلا لیا، سب لوگ اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ یہ پیالہ پکڑو اور

سب کو پلاؤ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پیالہ پکڑا اور سب کو باری باری پلانے لگا، جب ایک آدمی سیر ہو جاتا تو میں پیالہ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھما دیتا، میں پلاتے پلاتے آخر میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا، دودھ میں اللہ نے اتنی برکت ڈالی کہ میرے اور آپ ﷺ کے سوا سب نے سیر ہو کر پی لیا تھا، اب آپ ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا، پھر فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! تو فرمایا: اب صرف میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ نے صحیح فرمایا ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور ایک مرتبہ دودھ پیا، فرمایا دوبارہ پیو میں نے پھر پیا، آپ ﷺ برابر مجھے فرماتے رہے کہ پیو پیو حتی کہ میں نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اب کوئی گنجائش نہیں۔ فرمایا تو پھر مجھے دو، میں نے پیالہ آپ ﷺ کے حوالے کیا، آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھی اور بچا ہوا دودھ نوش فرمایا۔

اصحاب صفہ کی مہمانداری اور ان ضیوف الاسلام کی خبر گیری کے حوالے سے سنن ابی داؤد کی ایک اور ایمان افروز روایت بھی ملاحظہ کریں:

یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو اصحاب صفہ میں سے تھے، ایک رات حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلو، ہم آپ ﷺ کے ہمراہ سیدہ کے گھر گئے، آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ہمیں کچھ کھلاؤ، وہ گندم کے موٹے پسے ہوئے آٹے سے تیار کردہ کھانے کی ایک چیز لائیں، وہ ہم کھا چکے تو آپ ﷺ نے پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کچھ اور بھی ہمیں کھلاؤ۔ آنحترمہ رضی اللہ عنہا کھجور، آٹے، پنیر اور گھی سے تیار کردہ ایک حلوہ لے آئیں، وہ ہم کھا چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! اب ہمیں کچھ پلاؤ۔ سیدہ دودھ کا بڑا پیالہ لائیں، ہم نے پی لیا تو آپ نے پھر سیدہ سے فرمایا: کچھ مزید پلاؤ۔ اب آنحترمہ رضی اللہ عنہا ایک چھوٹا پیالہ لائیں، یہ پیالہ بھی ہم پی چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا: چاہو تو یہیں سو جاؤ اور چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔

طخفہ بن قیس غفاری کہتے ہیں کہ میں منہ اور پیٹ کے بل سو گیا، تھوڑی دیر بعد کسی آدمی نے اپنے پاؤں سے مجھے حرکت دی اور کہا اس طرح سونے کو اللہ کریم پسند نہیں فرماتا، موصوف کہتے ہیں میں نے دیکھا تو رسول رحمت ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ (سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۶۸۷)

آپ کس طرح مہمانوں کی خاطر تواضع اور ان کے لئے ایثار فرمایا کرتے اس سلسلے میں مسند امام احمد میں سے ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقر و فاقہ اور سخت بھوک نے میرے دو ساتھیوں کو اور مجھے آلیا، حتی کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھوں میں اندھیرا ہونے لگا، جب کوئی اور چارہ کار نظر نہ آیا تو ہم نے سوچا کہ اصحاب رسول ﷺ کے پاس چلتے ہیں شاید کسی کی طرف سے کھانے کی دعوت مل جائے، چنانچہ ہم لوگ سب صحابہ کے پاس باری باری گئے، مگر ان سب کے ہاں بھی تو افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ کسی ایک نے بھی ہم سے صلح نہ ماری اور کوئی بھی ہمیں ٹھہرانے کے لئے تیار نہ ہوا، اب درِ رسول ﷺ پر جانے کے علاوہ بچنے کی کوئی شکل دکھائی نہ دیتی تھی، اس لئے ہم حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور فرمایا یہ چار بکریاں ہیں خود بھی پیو اور ہمیں پلاتے رہو، ہم کئی دن تک حضور ﷺ کے گھر رہے، ہمارا معمول یہ تھا کہ بکریوں کا دودھ دوہ کر اس کے چار حصے کرتے، ایک حصہ حضور ﷺ کے واسطے چھوڑ دیتے اور باقی اپنے اپنے حصہ کا پی کر سو جاتے، حضور ﷺ عموماً رات کو دیر سے گھر تشریف لے آتے اور اتنی آواز سے سلام کہتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا اور سوئے ہوئے کی نیند میں خلل واقع نہ ہوتا۔ بعد ازاں تھوڑی دیر نوافل پڑھتے اور پھر دودھ کے برتن کے پاس آکر دودھ نوش فرما لیتے۔ ایک دن شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضور ﷺ انصار کے ہاں گئے ہیں، آپ وہاں سے کھا پی لیں گے اس گھونٹ دودھ کو آپ کیا کریں گے، لہٰذا تجھے یہ دودھ پی لینا چاہیے۔ اس وسوسے کو وہ

میرے میں القاء کرتا رہا یہاں تک کہ میں اٹھا اور حضور ﷺ کے حصے کا دودھ پی گیا، پینے کو تو پی گیا مگر اب انتہائی ندامت محسوس ہوئی، میں اپنے آپ سے کہنے لگا افسوس تو نے کیا کر دیا؟ تو نے حضور ﷺ کا دودھ پی لیا، جب آپ ﷺ تشریف لائیں گے اور دودھ نہیں دیکھیں گے تو تیرے لئے بد دعا فرما دیں گے اور یوں تیری دنیا و آخرت خراب ہو جائے گی۔ میں نے ادھر ادھر بہت پانسے بدلے مگر اس پریشانی کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے، اتنے میں حضور ﷺ بھی تشریف لائے، آپ ﷺ نے حسب معمول آہستہ سے سلام کہا پھر مسجد میں نماز پڑھی اور دودھ کے برتن کے پاس تشریف لائے، ڈھکنا ہٹایا تو اس میں کوئی چیز نہ تھی، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھا میں نے سمجھا اب شامت آئی حضور ﷺ بد دعا فرمائیں گے، مگر آپ ﷺ نے یوں دعا کی:

اللهم اطعم من اطعمنی و اسق من سقانی

اے اللہ! تو اس شخص کو کھانا کھلا جو مجھے کھلائے اور اس شخص کو پلا جو مجھے پلائے۔

یہ سن کر میں نے چادر اوڑھی، چھری پکڑی اور بکریوں کی طرف گیا کہ ایک کو آپ ﷺ کے واسطے ذبح کرتا ہوں، بکریوں کے پاس جا کر دیکھا کہ سب کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے، جلدی جلدی ایک برتن میں دودھ دوہا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم لوگوں نے دودھ پی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پئیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پی لیا اور باقی مجھے دے دیا، میں نے عرض کیا حضور آپ پیجئے۔ آپ ﷺ نے تھوڑا سا مزید پی کر باقی مجھے عنایت فرما دیا اور میں نے پی لیا، جب میں نے یقین کر لیا کہ آپ ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور آپ کی مذکورہ دعا کا بھی میں مستحق ہو گیا ہوں تو مجھے خوب ہنسی آئی، حضور ﷺ نے پوچھا مقداد کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا تو فرمایا: یہ دودھ اللہ کی طرف سے خصوصی رحمت تھی مگر اس بات کا دکھ ہے کہ تو نے اپنے ساتھیوں کو نہیں جگایا وہ بھی

پیتے تو بہت اچھا ہوتا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے نوش فرمالیا تو باقی لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ (السیرۃ النبویۃ ﷺ، ج ٤، ص ٦٦٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن بھوک نے ستایا تو مجبوراً گھر سے مسجد نبوی ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا، رستے میں چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی تو وہ تعجب سے پوچھنے لگے: اے ابو ہریرہ! اس وقت کہاں؟ میں نے دل کی بات بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے اس وقت گھر سے نکلنے پر بھوک نے مجبور کیا ہے، وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہمارا بھی یہی معاملہ ہے ہمیں بھی بھوک ہی نے اس وقت گھروں سے نکالا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے پوچھا: اس وقت تم سب کیسے؟ ہم نے صاف عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت بھوک ہمیں آپ کے پاس لائی ہے۔ نبی رحمت ﷺ کے نورانی چہرے پر ان فقیروں کے بے وقت آنے اور آرام میں مخل ہونے کے کوئی ناگوار اثرات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ فوراً کھجوروں کا ایک طبق منگوایا اور ہر آدمی کو دو دو کھجوریں عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: یہ کھالو اور اوپر سے پانی پی لو، یہ آج کے دن تمہارے لئے کافی ہو رہیں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کو بچا کر گود میں رکھ لیا، حضور ﷺ نے پوچھا: ابو ہریرہ! تم نے یہ کھجور کیوں بچا رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا: اپنی امی کے لئے، حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تم کھاؤ تمہاری امی کے لئے ہم مزید دو کھجوریں دے دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور کھالی اور میری والدہ کے لئے حضور ﷺ نے مزید دو کھجوریں عنایت فرمادیں۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ٤ ص ٢٣٩)

مختلف گھریلو امور

گھریلو کام کاج

دینی، علمی، روحانی، معاشرتی، خاندانی اعتبار سے نبی کریم ﷺ بلندی کی جن

چوٹیوں پر فائز تھے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ اپنے گھریلو اور ذاتی کام کاج میں کبھی کسی قسم کا عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں اپنی ہتک وتوہین اور عار سمجھنا دراصل ایک قسم کا تکبر، غرور اور باطن کا فتور ہے۔ پھر اس رویے میں جو اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں، بنابریں تعلیم امت کے لئے آپ ﷺ اپنے گھریلو کام خود سرانجام دیتے ورنہ خدام کی کوئی کمی نہیں تھی۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

> آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے، ان کے کپڑے خود صاف کرتے اور جھاڑ لیتے، اپنی بکریوں کا دودھ دوہ لیتے، اپنے کپڑے کو اپنے دست مبارک سے پیوند لگاتے، اپنے نعلین پاک گانٹھ لیتے، اپنا کام خود کرتے، گھر میں صفائی کر لیتے، اونٹ کو خود باندھ لیتے اور خود چارہ ڈالتے، اپنے خادم کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور خادمہ سے مل کر آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھا لاتے۔

(الشفاء: ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳)

ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ سیدہ نے جواب دیا: آپ ﷺ ایک انسان تھے، گھر میں آپ ﷺ وہی کچھ کرتے تھے جو عام انسان کرتے ہیں، پھر درج بالا کاموں میں چند کے نام گنوائے۔

(تاریخ الاسلام (سیرۃ النبی ﷺ)، ص ۴۰۹)

صاحب سیرت شامی نے الادب المفرد للامام بخاری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

> حسنہ بن خالد اور سواء بن خالد جب ایک مرتبہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اس وقت گھر کی دیوار کی مرمت

میں مصرف تھے۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد، ج۷ ص۳۶)

آپ ﷺ نے اپنے گھر میں قیام کے وقت کو یا ایک روایت کے مطابق دن کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک حصہ اپنے رب کی یاد کے لئے، دوسرا حصہ گھر والوں کے لئے اور تیسرا حصہ اپنی ذات کے لئے مختص ہوتا تھا، پھر اپنے ذاتی وقت کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر رکھا تھا، اس دوران آپ ﷺ خاص اور مخصوص احباب کے ذریعے عامۃ الناس کی مدد کرتے اور فرماتے: تم لوگ ایسے لوگوں کی حاجتیں مجھ تک پہنچاؤ جو کسی مجبوری کے سبب اپنی حاجت مجھ تک نہیں پہنچا سکتے۔ جو شخص ایسے حاجت مند لوگوں کی حاجت مجھ تک پہنچائے گا جو اپنی حاجت میرے پاس نہیں لا سکتے ہیں تو وہ آدمی قیامت کے دن ہر قسم کے خوف سے امن میں ہوگا۔ (الشفاء، ج۱ ص۱۳۶)

گھریلو صفائی

گھریلو امور میں گھر کی صفائی بھی ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے، نبی کریم ﷺ کی جسمانی، روحانی اور ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے پاکیزہ ذات کے نزدیک ہر چیز میں صفائی کتنی ضروری تھی، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ طہارت و صفائی کو آپ ﷺ نے ایمان کا جزو یا نصف ایمان قرار دیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، ص۳۸)

اپنی طبعی نفاست وطہارت پسندی اور پھر صفائی کے شرعاً ضروری ہونے کے باعث آپ ﷺ نے سب لوگوں کو حکم فرما رکھا تھا:

ان اللّٰہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ کریم یحب الکرم جواد یحب الجواد فنظفوا فنیتکم و لا تشبھوا بالیھود (جامع ترمذی، ابواب الاستیذان و الآداب، باب ما جاء فی النظافۃ، ص۳۹۷)

بے شک اللہ کریم پاک ہے پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے، نظیف ہے

نظافت (صفائی) کو پسند فرماتا ہے، کریم و جواد ہے کرم و جود کو پسند فرماتا ہے، لہٰذا تم بھی اپنے گھروں کے صحنوں اور حویلیوں کو صاف ستھرا کرو اور یہود کی مانند نہ ہو جاؤ۔ (اسوہ حسنہ، اردو ترجمہ هدی الرسول اختصار زاد المعاد لابن قیم، ص ۶۱۔۶۲)

گھر والوں کے آرام کا لحاظ

آرام، سکون اور نیند کے انسان کے لئے ضروری اور ایک بنیادی حق ہونے کو رحمت عالم ﷺ سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے، حضور ﷺ اللہ کے رسول تھے اور آپ ﷺ سے یہ امر مخفی نہیں تھا کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا باہمت اور طاقتور آدمی بھی عبادات، طاعتِ الٰہی یا دوسرے دینی و دنیوی امور میں پیغمبر خدا کی مثل نہیں ہو سکتا، اس لئے آپ ﷺ اپنے مشاغل اور دن رات کی گوناں گوں جہادی، ذاتی، معاشرتی مصروفیات میں اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کے آرام و سکون اور نیند کا پورا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

امام مسلم نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ایک رات حضور ﷺ کے جنۃ البقیع میں جانے اور اہل بقیع کے لئے استغفار کرنے کی روایت نقل کی ہے، اس روایت میں سیدہ نے حضور ﷺ کے اٹھنے اور گھر سے باہر تشریف لے جانے کے جس انداز کو بیان کیا ہے اس سے آپ ﷺ کی اس کریمانہ روش کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، آپ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

...... فاخذ رداءہ رویدا و انتعل رویدا و فتح الباب رویدا فخرج ثم اجافه رویداً الخ (السنن الکبریٰ للنسائی، ج ۵ ص ۲۸۸، ۲۸۹)

آپ ﷺ نے اپنا چادر آہستہ لی، آہستہ سے جوتا پہنا، آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئے اور پھر آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔

اسی طرح کا ایک عام معمول حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے جو اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بھوک مٹانے کے لئے کچھ دن حضور ﷺ کے مہمان بنے تھے، حضور ﷺ نے ان سے فرمارکھا تھا کہ یہ تین بکریاں ہیں، ان کا دودھ پیتے رہو، وہ رات کو اپنے حصے کا دودھ پی کر حضور ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے لئے رکھ دیتے، جب آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے تو اتنی آواز سے سلام فرماتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا مگر سونے والے کی نیند میں خلل نہ پڑتا۔ (جامع ترمذی، ابواب الاستیذان و الآداب، باب کیف السلام، ص۳۸۹)

محدثین نے آپ کا یہ معمول بھی لکھا ہے کہ جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور رات ہو جاتی تو ایسی رات کو گھر میں تشریف لے جاتے تھے، بلکہ صبح یا شام داخل ہوتے۔ (زاد المعاد، ج ۱ ص ۱۰٤)

یہ بات صرف اپنے لئے نہیں تھی بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے منع فرمارکھا تھا۔ (جامع ترمذی، باب فی کراهية طروق الرجل اهله ليلاً، ص۳۸۸) ایسا فرمانے میں جہاں اور حکمتیں مثلاً نہانا دھونا ہوسکتی ہیں (مشکوٰة المصابیح، ص۳۳۹) وہاں یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ گھر والوں کے آرام وسکون میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔

رات کے سوتے وقت دروازہ وغیرہ بند کرنا

آپ ﷺ رات کو گھر میں محو استراحت ہوتے تو سونے سے قبل جہاں آپ ﷺ وضو کرتے مسواک کرتے، سرمہ ڈالتے (شمائل ترمذی، ص ٥٧١) بستر پر لیٹنے کے وقت متعدد دعائیں پڑھتے (سنن ابی داؤد، باب ما يقول عند النوم، ج ۲ ص٦٦٨) وہاں یہ بھی احتیاط فرماتے کہ گھر کا دروازہ بند کر دیتے، پانی کے مشکیزہ کا منہ باندھ دیتے، پیالہ کو اوندھا رکھ دیتے اور دیا بجھا دیتے۔ (الادب المفرد، ص ۲۱)

یہ چیزیں بظاہر معمولی ہیں مگر ان سے غفلت برتنے پر بعض اوقات گھر والوں کو جو عظیم نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہ اہل دانش سے مخفی نہیں۔ دانائے سبل ختم الرسل ﷺ

سے بڑھ کر ان چھوٹی چھوٹی مگر انتہائی مفید اور ضروری چیزوں سے کون زیادہ واقف ہوسکتا تھا۔

عبادت شانہ

نبی کریم ﷺ کے امتیازات و خصوصیات میں یہ امر بھی داخل ہے کہ آنحضور ﷺ نے جس چیز کا بھی امت کا حکم دیا پہلے اس پر خود سو فیصد عمل کر کے دکھایا۔ دین دنیا کے کسی ایسے معاملے کی نشاندہی کرنا مشکل ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ آپ ﷺ نے جلوت میں لوگوں کو تو اس کے کرنے کا حکم دیا ہو اور خود خلوت میں اور گھر کی چادر دیواری میں اس پر عمل نہ کیا ہو، یہی معاملہ عبادت الٰہی کا تھا، آپ کی عبادت الٰہی کا باب بڑا ایمان افروز اور طویل ہے، آپ ﷺ کی پوری زندگی:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (الانعام:۱٦۲)

نماز اور میری قربانی یا میری ساری عبادتیں اور زندگی اور میری موت سب جہانوں کے پرودگار اللہ ہی کے لئے ہیں۔

اور

التحیات للّٰہ والصلوات و الطیبات

(مشکوۃ المصابیح، باب التشہد، ص ۸۵)

تمام قولی بدنی اور مالی عبادات اللہ کے لئے ہیں۔

کا مرقع اور عملی نمونہ تھی جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، ہم یہاں صرف آپ ﷺ کی عبادت شبانہ سے متعلق پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ اسلام کا پیغمبر ﷺ اور اللہ کریم کا محبوب ﷺ لوگوں کو صرف پانچ وقت کی نماز اور عبادت خداوندی کا حکم دیتا تھا، وہ رات کی تنہائیوں میں خود اس پر کس حد تک عمل پیرا تھا، آپ ﷺ کی عبادت شبانہ اور قیام اللیل پر سب سے بڑی شہادت خود باری تعالیٰ کی

ہے، ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَ نِصۡفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ (المزمل:۲۰)

بے شک آپ (ﷺ) کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ رات کی دو تہائی اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔

حتی کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۝ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۝ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ (المزمل:۱۔۴)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے (محبوب ﷺ) رات کو نماز میں کھڑے رہا کریں مگر ہاں تھوڑی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کیجئے یا اس سے کچھ بڑھا دیجئے۔

اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کو پوری کائنات میں اولین و آخرین، انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین، جن و بشر، ارض و سماء، لوح و قلم اور عرش و کرسی پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی عظیم فضیلت ظاہری و باطنی کمالات، انتہائی قدر و منزلت، بلند ترین مرتبہ و مقام، جلالت و رفعت شان عنایت فرمائی تھی، اور دنیا و آخرت میں سیادت بنی آدم اور مقام محبوبیت و محمودیت جیسے انعامات و احسانات سے نوازا تھا، ان احسانات الٰہی کے تشکر کے تقاضوں سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کون واقف ہو سکتا تھا، اس لئے اکثر آپ ﷺ راتوں کو بارگاہِ الٰہی میں اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ اس سلسلے میں ام المؤمنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اور بعض مواقع پر دوسرے لوگوں نے جب یہ عرض کیا کہ آخر آپ ﷺ اتنی مشقت و ریاضت کیوں فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں (الفتح: ۲) تو فرمایا:

افلا اکون عبداً شکوراً (صحیح بخاری، ج۱ ص۱۵۲)

تو کیا میں (اپنے رب کا) شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

کبھی گھر کے لوگ جب سو جاتے تو آپ ﷺ چپ چاپ بستر اٹھتے اور دعا و مناجات الٰہی میں مصروف ہو جاتے، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ ﷺ کو بستر پر نہ پایا، میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کسی دوسری زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں، پھر میں نے اندھیرے میں ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا تو آپ ﷺ رکوع میں یا سربسجود ہیں اور تسبیح وتحمید الٰہی میں مصروف ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں مجھے ندامت ہوئی اور دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کس شان (عالم) میں ہیں اور میں کس خیال میں؟۔ (سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ، ج۲ ص۷۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ (جو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے تھیں) کے ہاں گزاری، میں بستر نبوی ﷺ کی چوڑائی کے رخ لیٹ گیا۔ (حاشیہ شمائل ترمذی، ص۵۸۸) اور رسول مقبول ﷺ بستر کی لمبائی کے رخ لیٹ کر سو گئے، جب آدھی رات ہو گئی تو اس سے تھوڑا قبل یا تھوڑا سا بعد آپ ﷺ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں، پانی کی مشک لٹکی ہوئی تھی اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، عبداللہ کہتے ہیں میں بھی وضو کر کے آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا دایاں کان پکڑتے اور مروڑتے ہوئے مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا پھر آپ ﷺ نے نوافل پڑھے جتنے اللہ نے چاہا (ایک روایت کے مطابق ۱۲ نوافل اور پھر وتر پڑھے) پھر سو گئے حتی کہ خراٹے لینے لگے، پھر موذن نے آ کر نماز کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے اٹھ کر نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمایا (صحیح بخاری، کتاب الوضو، باب التخفیف فی الوضوء، ج۱ ص۲۵) آپ ﷺ خود تو راتوں کو اٹھتے ہی تھے، گھر والوں کو بھی تہجد اور قیام اللیل کے

لئے اٹھاتے اور ترغیب دیتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب التھجد، ج۱ ص۱۵۲)

گھروں کا پردہ

نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات از روئے قرآن مجید چونکہ دنیا کی دیگر خواتین کی مانند نہیں تھیں۔ (الاحزاب:۳۲) دوسرے اللہ کریم اہل بیت رسول ﷺ کو ان کے شایان شان انہیں اچھی طرح پاک صاف کرنا اور ہر قسم کی اخلاقی نجاست ان سے دور کرنا چاہتا تھا۔ (الاحزاب:۳۲) اس لئے ان کے لئے دیگر مسلمان خواتین کی بنسبت خصوصی اور سخت پردے کے احکام نازل ہوئے۔ (الاحزاب: ۳۲، ۵۳، ۵۹)
آنمحترمات رضی اللہ عنہن نے خود بھی ان احکام پر سختی سے عمل کیا اور اگر کسی غلط فہمی کے باعث آنمحترمات رضی اللہ عنہن سے اس کے خلاف ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فوراً تنبیہ فرمائی، چنانچہ ایک مرتبہ نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم جب حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے پاس موجود سیدہ میمونہ اور ام سلمہ سے فرمایا: ان سے پردہ کرو۔ سیدہ ام سلمہ نے عرض کیا: کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے اس استفسار پر سختی سے فرمایا: ''کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو؟۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ و بیان العورات)

اسی طرح ازواج مطہرات کے لئے پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حسب سابق اور حسب معمول جب حضور ﷺ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو فرمایا:

وراء ک یا انس (احکام القرآن، ج۳ ص۳۶۹)
انس پیچھے ہی ٹھہرو۔

کاشانۂ نبوی ﷺ میں بغیر اجازت داخل ہونے سے خود اللہ کریم نے منع فرما دیا تھا۔ (الاحزاب:۵۳)

دیگر خواتین کے چہرے اور ہاتھوں کے پردے میں علماء کا اختلاف ہے مگر

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے چہرے، ہاتھوں بلکہ لباس اور برقعے کے باوجود بھی ان کے جسم اطہر کا پردہ فرض تھا، چنانچہ امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالے سے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے:

> چہرے اور ہاتھوں کے پردے کی فرضیت نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خصوصیات میں سے ہے تو بلا کسی اختلاف کے ان کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ اپنے چہرے کو گواہی وغیرہ کے لئے ظاہر کریں اور ان کے لئے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ لباس پہنے ہوئے کسی غیر محرم کے سامنے آئیں، سوائے اس کے کہ انہیں حاجت بشری کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم ان (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو پس پردہ مانگو اور وہ لوگوں کو کچھ فرمانے کے لئے تشریف فرما ہوتیں تو پس پردہ تشریف رکھتیں اور جب وہ باہر نکلتیں تو اپنے ملبوس جسم کو چادر سے لپیٹ کر نکلتیں۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۲ ص ۲۱۵)

اسی طرح سفر میں جب آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے جاتے تو صرف برقعہ میں نہیں بلکہ ہودج میں سوار ہوتیں جس پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی، چنانچہ واقعۂ افک میں جب قافلہ چلنے لگا تو ساربان نے یہ سمجھتے ہوئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہودج میں موجود ہیں، ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جب کہ آنحترمہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے باہر گئی ہوئی تھیں۔

فضائل اعمال

تالیف:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ

ناشر:

مکتبۃ الشیخ

3/445 بہادر آباد۔ کراچی نمبر 5

فون: 021-4935493

موبائل: 0321-2277910

نور البصر فی سیرۃ خیر البشر

تالیف:

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ

ناشر:

مکتبۃ الشیخ

445/3 بہادر آباد۔ کراچی نمبر 5

فون: 021-4935493

موبائل: 0321-2277910

جدید مطبوعہ کتب مکتبۃ الشیخ

- طالب علم کے شب و روز
- اہل علم کی طرف سے طلبہ کو قیمتی نصائح
- دل کی پُراسرار دنیا
- وقت کی قدر اور علم سے پیار
- صحبتِ اہل اللہ کے فیوض و برکات
- کامیاب اُستاذ
- جواہرِ زکریا

حیاۃ الصحابہ

اردو

مؤلّفہ

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ

ترجمہ

حضرت مولانا احسان الحق دامت برکاتہم

ناشر

مکتبۃ الشیخ

بہادرآباد کراچی

021-34935493